(ٹائٹل بار اوّل)

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ

شانِ مسیح موعودؑ

شیخ عبدالرحمٰن مصری کے مضمون مندرجہ رسالہ "رُوحِ اسلام" لاہور کے

"فضیلت نمبر" کا جواب

○

از رشحاتِ قلم:

قاضی محمد نذیر لائل پوری سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ

محررہ بعہدِ خلافتِ ثانیہ
وشائع شدہ بعہدِ خلافتِ ثالثہ دام ظلہا

بار دوم ستمبر ۱۹۷۳ء

تعداد ۲۰۰۰

ضیاء الاسلام پریس ربوہ

فہرست مضامین "شان مسیح موعودؑ"

شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کا ایک مضمون "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حقیقی مقام اور دعویٰ افضلیت بر مسیح ناصری والی عبارت کا صحیح مفہوم" کے طویل عنوان کے تحت ماہنامہ "روح اسلام" لاہور بابت ماہ مارچ ۱۹۶۵ء کے ۱۶ صفحات پر شائع ہوا۔ اس مضمون کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لئے اس رسالہ کو "فضیلت نمبر" کا نام دیا گیا۔ اس مضمون کے شروع میں چودھری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات کا اس مضمون کے متعلق ایک تعارفی نوٹ بھی شائع ہوا ہے جس میں چودھری صاحب موصوف نے شیخ مصری صاحب کے اس مضمون میں پیش کردہ نکات کی طرف اشارات کرتے ہوئے آخر میں ہمیں اس مضمون سے متعلق ان الفاظ میں اپیل کی ہے۔

"امید ہے کہ احباب ربوہ اسے پوری سنجیدگی اور پورے غور سے مطالعہ کریں گے اور اگر اس میں انہیں صداقت نظر آئے تو اسے بغیر

خوف لومۃ لائم قبول کر کے اللہ تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کریں گے۔

اور اپنے تاثر سے خاکسار کو بھی مشکور فرمائیں گے"

میں نے محترم چیمہ صاحب کی اس اپیل پر شیخ مصری صاحب کے مضمون کا خدا تعالیٰ کے فضل سے پوری سنجیدگی اور غور سے مطالعہ کیا ہے اور اس کے حسن و قبح کو اچھی طرح جانچا ہے۔ میں نے اس کتاب میں جس کا نام میں نے "شانِ مسیح موعودؑ" رکھا ہے۔ تفصیل کے ساتھ شیخ مصری صاحب کے مضمون سے متعلق اپنے تاثرات درج کر دیئے ہیں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ محترم چیمہ صاحب اور دوسرے تمام احباب جو "انجمن احمدیہ اشاعتِ اسلام لاہور" سے تعلق رکھتے ہیں، میرے اس مضمون کا بھی سنجیدگی اور غور سے مطالعہ فرمائیں گے تاکہ ہمارا اور ان کا اتحاد بڑھے اور وہ معلوم کر سکیں کہ حضرت اقدسؑ کے مقامِ نبوت سے متعلق ہم کس طرح اس حد تک متحد ہو سکتے ہیں کہ باہمی مناقشت بالکل ختم ہو جائے۔

تفصیلی تبصرہ تو اس مضمون کے متن میں آئے گا۔ لہٰذا میں پیش لفظ میں اپنے تاثرات کا نتیجہ بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ میرے نزدیک ہم میں اور شیخ مصری صاحب میں حضرت مسیح موعودؑ کے مقامِ نبوت کے متعلق کوئی حقیقی نزاع موجود نہیں بلکہ ہم میں اور اُن میں صرف ایک لفظی نزاع ہی موجود ہے۔ میں نے یہ تاثر بھی لیا ہے کہ شیخ مصری صاحب نے بھی اس مضمون میں یہ بات ملحوظ رکھی ہے کہ کس طرح احمدیوں کا لاہوری فریق زیادہ سے زیادہ ہم سے قریب ہو سکتا ہے۔ انہوں نے اپنے اس مضمون میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو

نبی کا نام ظلی نبوت کو انتہائی کمال کے ساتھ پانے کی وجہ سے ملا ہے۔ اور آپؑ سے پہلے امتِ محمدیہ میں اولیاء اللہ بھی گو ظلی نبوت رکھتے تھے مگر ان میں شیخ صاحب کے نزدیک یہ صفت کامل طور پر موجود نہ تھی اس لئے اُن میں نبوت مخفی رہی اور انہیں خدا تعالےٰ کی طرف سے ظاہراً اور کھُلے طور پر نبی کا نام نہ دیا گیا۔ شیخ صاحب نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ ظلی نبوت میں انتہائی کمال پر حضرت اقدسؑ اس لئے پہنچے ہیں کہ وحی الٰہی آپؑ پر اس انتہائی کمال کی حد تک نازل ہوئی ہے جس انتہائی کمال سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی پر اس کا نزول ممکن ہو سکتا ہے۔ انہوں نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ جس حد تک وحی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوئی ہے اس کا عشرِ عشیر بھی آپ سے پہلے امتِ محمدیہ کے کسی ولی پر نازل نہیں ہوا۔ پس شیخ صاحب کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کامل ظلی نبی ہیں۔ اور امت محمدیہ میں آپؑ سے پہلے گذرے ہوئے اولیاء آپ کے مقابلہ میں ناقص ظلی نبی ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کامل عکس حقیقت میں اُن کے نزدیک صرف مسیح موعود علیہ السلام ہی ہیں اور اولیاء اللہ آپ کے مقابلہ میں حقیقت میں کامل ظل اور عکس نہیں بلکہ ناقص عکس ہیں۔ لہٰذا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حقیقی تعلق پیدا کرانے میں قیامت تک واسطہ ہیں۔ گویا شیخ صاحب کے نزدیک آپ کو قبول کئے بغیر کسی شخص کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی تعلق نہیں ہو سکتا۔ انہیں یہ بھی مسلّم ہے کہ حضرت اقدس نبی کہلانے کے مستحق ہیں اور آپ کی نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ مشتمل بر امورِ غیبیہ کو آپ نے انتہائی کمال کی حد تک حاصل کیا ہے۔

ہمیں جناب شیخ صاحب کی یہ تمام باتیں مسلّم ہیں۔

لیکن اس کے علاوہ شیخ صاحب ہمیں یہ بھی بتاتے ہیں کہ نبوت کی اس کیفیت سے جو حضرت مسیح موعودؑ کو حاصل ہے آپ زمرۂ انبیاء کا فرد قرار نہیں پاتے۔ کیونکہ آپ شریعت جدیدہ نہیں لائے۔ شیخ صاحب کی مسلّمہ مخصوص اصطلاح میں نبی وہی ہوتا ہے جو شریعت کاملہ یا ناقصہ لائے۔ شیخ صاحب کے نزدیک جن انبیاء کو غیر تشریعی نبی کہا جاتا ہے وہ سب زمرۂ اولیاء کے فرد ہی ہوتے ہیں۔ زمرۂ انبیاء کے فرد نہیں ہوتے۔ کیونکہ زمرۂ انبیاء کا فرد اُن کی مخصوص اصطلاح میں صرف تشریعی نبی ہی ہوتا ہے۔ یہ وہ امر ہے جس میں ہمارا شیخ صاحب سے اختلاف ہے ورنہ جس حقیقت کو شیخ صاحب نبوت قرار دیتے ہیں ہم حضرت اقدس کو ہرگز اس کا مدعی نہیں جانتے۔ اور ہم جس حقیقت کو نبوت قرار دیتے ہیں، شیخ صاحب اس حقیقت کو تو حضرت مسیح موعودؑ میں متحقق یقین کرتے ہیں مگر اس حقیقت کو وہ نبوت قرار نہیں دیتے۔ لیکن شیخ صاحب اس کے باوجود حضرت اقدسؑ کو تمام امت محمدیہ میں سے نبی کہلانے کا مستحق ضرور یقین کرتے ہیں۔ بدیں وجہ کہ امت محمدیہ میں سے آپ ہی وہ شخص ہیں جس نے ظلّی نبوت کو انتہائی کمال کے ساتھ حاصل کیا ہے اس طرح ہم دونوں ایک ہی حقیقت کو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے وجود میں متحقق مانتے ہیں اور اسے کامل ظلّی نبوت بھی جانتے ہیں۔ مگر شیخ صاحب نبوّت کی اپنی مخصوص اصطلاح میں اس کامل ظلّی نبوت کو نبوّت نہیں سمجھتے مگر ہم اسے مطابق تحریر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام مندرجہ تتمہ "حقیقۃ الوحی" صفحہ ۶۸ و "چشمہ معرفت" صفحہ ۳۲۵ خدا تعالیٰ کے حکم اور اصطلاح کے رُو سے نبوّت سمجھتے

ہیں۔ پس ہم میں اور شیخ صاحب میں حضرت اقدسؑ کے مقامِ نبوت میں کوئی حقیقی نزاع موجود نہیں صرف لفظی نزاع ہی پائی جاتی ہے یعنی شیخ صاحب جس حقیقت کو حضرت اقدس کے وجود میں متحقق سمجھتے ہیں۔ ہم لوگ بھی اس حقیقت کو حضرتِ اقدسؑ کے وجود میں متحقق سمجھتے ہیں۔ مگر ہم اس حقیقت کو مطابق "چشمۂ معرفت" صفحہ ۳۲۴ ایک قسم کی نبوّت سمجھتے ہیں جو نبوّتِ محمدیہ کی ظلّ ہے۔ گویا ہمارے نزدیک کامل ظلّی نبوّت درجۂ نبوت، مقامِ نبوت، نفسِ نبوت، یا نبوت مطلقہ کی ہی ایک قسم ہے۔ اور اسی بناء پر ہم حضرت اقدسؑ کو زمرۂ انبیاء کا فرد سمجھتے ہیں مگر بغیر شریعت جدیدہ کے۔ شیخ صاحب اس حقیقت کے ایک قسم کی نبوت ہونے سے انکار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اسے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک قسم کی نبوت قرار دیا ہے جو دراصل پیرایۂ جدید میں نبوت محمدیہ ہی ہے۔ مگر ہم لوگ اسے درجۂ نبوت یا مقامِ نبوت کی ہی ایک قسم سمجھتے ہیں۔ کیونکہ حضرت اقدسؑ نے اپنے آپ کو خدا کے حکم اور اصطلاح میں نبی قرار دیا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کی اصطلاح میں نبی وہی ہوتا ہے جو درجۂ نبوت یا مقامِ نبوت ضرور رکھتا ہو۔ پس ہم میں اور شیخ صاحب میں حضرت اقدسؑ کی نبوّت میں اختلاف محض لفظی نزاع کی حیثیت کا رہ جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک شیخ مصری صاحب اور اُن کے ہمخیال حضرت اقدسؑ کو کامل ظلّی نبی ماننے کی وجہ سے درحقیقت تو حضورؑ کو مقامِ نبوت پر ہی فائز مانتے ہیں گو وہ آپ کو زمرۂ اولیاء کا ہی فرد قرار دیں۔ کیونکہ "الوصیت" کے مطابق حضرت اقدسؑ کی نبوت کی جو کیفیت ہم بیان کرتے ہیں یعنی مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامہ کی وجہ سے حضورؑ کو نبی کا نام ملنا۔ اس کا شیخ صاحب بھی حضرت اقدسؑ

کے وجود میں پایا جانا یقینی سمجھتے ہیں۔ پس ہمارے اور شیخ صاحب کے درمیان حضرت اقدسؑ کی نبوت میں صرف ایک لفظی نزاع ہی موجود ہے۔ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸ پر تو حضرت اقدسؑ دوسرے مسلمانوں کا بھی اس مکالمہ مخاطبہ کثیرہ کو نبوت نہ قرار دینے میں ایک لفظی نزاع ہی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

"میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ مَیں نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیہ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے۔ سو مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی کہ آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہیں۔ مَیں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی (مندرجہ قرآن مجید۔ ناقل) نبوت رکھتا ہوں۔ وَلِکُلٍّ اَنْ یَّصْطَلِحَ"

اور "چشمۂ معرفت" صفحہ ۳۲۵ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"نبوت اور رسالت کا لفظ خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں میری نسبت صدہا مرتبہ استعمال کیا ہے۔ مگر اس لفظ سے مکالمات مخاطبات الٰہیہ مراد ہیں جو بکثرت امور غیب پر مشتمل ہیں۔ اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ ہر ایک شخص اپنی گفتگو میں ایک اصطلاح اختیار کر سکتا ہے۔ لِکُلٍّ اَنْ یَّصْطَلِحَ۔ سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا۔"

اور اپنی کتاب " الوصیت " میں تحریر فرماتے ہیں :-

" جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت و کمیت کے رُو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پر امورِ غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے "

اور " تجلیات الٰہیہ " صفحہ ۲۶ پر نبوت کی تعریف صریح الفاظ میں یہ لکھتے ہیں کہ

" میرے نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام قطعی اور یقینی اور بکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو اس لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا۔ "

اور اپنی تقریر " حجۃ اللہ " میں فرماتے ہیں :-

" خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کلام پا کر جو غیب پر مشتمل ہو، زبردست پیشگوئیاں ہوں، مخلوق کو پہنچانے والا اسلام کی اصطلاح کے رُو سے نبی کہلاتا ہے "

(تقریر " حجۃ اللہ " مندرجہ الحکم ۹ مئی ۱۹۰۸ء)

اور قوم کے غافلوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں :-

" اے غافلو! تلاش تو کرو شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہو گیا ہے جس کی تم تکذیب کر رہے ہو۔ " (تجلیات الٰہیہ ص۱۱)

حضرت اقدسؑ کے مندرجہ بالا بیانات کے ماتحت جن میں نبوت کی تعریف بیان کی گئی ہے ہم لوگ حضرت اقدسؑ کو خدا کے حکم، خدا کی اصطلاح،

نبیوں کی متفق علیہ تعریف، حضرت اقدسؑ کے نبوت کے متعلق حصریہ معنوں مندرجہ "تجلیات الٰہیہ" اور ایک اسلامی اصطلاح مندرجہ تقریر "حجۃ اللہ" کے رُو سے نبی مانتے ہیں اور ان معنوں سے سوا اگر کوئی شخص نبوت کے یہ معنی کرے کہ نبی وہی ہوتا ہے جو شریعت جدیدہ لائے تو ایسے شخص کی اصطلاح میں ہم حضرت اقدس کو مدعیٔ نبوت قرار نہیں دیتے بلکہ ایسے شخص کی اصطلاح میں آپؑ کو نبی قرار دینا کفر جانتے ہیں اور حضرت اقدس کی طرح ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ایسا شخص تعریف نبوت میں دراصل ہم سے ایک لفظی نزاع ہی رکھتا ہے۔

پس شیخ صاحب جب حضرت اقدسؑ کو اپنے ان تمام دعاوی میں صادق اور راستباز سمجھتے ہیں تو جس امر کو حضرت اقدسؑ خدا کے حکم اور خدا کی اصطلاح اور نبیوں کے اتفاق اور اپنی حصریہ تعریف اور ایک اسلامی اصطلاح میں نبوت کہتے ہیں شیخ صاحب کا اس نبوت کو اپنی مخصوص اصطلاح میں نبوت نہ سمجھنا بدیں وجہ کہ نبی ان کے نزدیک وہی ہوتا ہے جو شریعت جدیدہ کاملہ یا ناقصہ لائے شیخ صاحب کی غلطی تو قرار دیتے ہیں مگر ہم شیخ صاحب کا اپنے ساتھ کوئی حقیقی نزاع نہیں سمجھتے اور شیخ صاحب اور اُن کے ہم خیالوں کو حضرت اقدسؑ کی نبوت کا منکر قرار نہیں دیتے۔ پس اگر یہ لوگ مسئلہ خلافت قبول کرلیں تو دونوں احمدی جماعتوں میں اتحاد ہو سکتا ہے۔ خدا کرے کہ ہم سب ایک ہی تنظیم میں متحد ہو جائیں۔

ضروری امر | مَیں ذیل کے امر کی طرف اس پیش لفظ میں توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک

بنی اسرائیل میں صدہا نبی ایسے آئے جو کوئی جدید شریعت نہیں لائے تھے بلکہ وہ شریعت موسوی کے ہی خادم تھے (ملاحظہ ہو شہادۃ القرآن صفحہ ۴۴ و ۴۶) اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کو بھی حضورؑ نے صاحب شریعت نبی قرار نہیں دیا۔ چنانچہ حضورؑ نے ضمیمہ تحفہ گولڑویہ میں تورات کی پیشگوئی کو جو مثیل موسیٰ کی آمد سے متعلق ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر چسپاں کرتے ہوئے عیسائیوں کے اس خیال کی تردید فرمائی ہے کہ عیسٰی علیہ السلام اس پیشگوئی کے مصداق تھے۔ حضورؑ نے اس جگہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی تین خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔ اوّل۔ موسٰیؑ نے اس دشمن کو ہلاک کیا جو اُن کی شریعت کی بیخ کنی کرنا چاہتا تھا۔ دوم۔ موسٰی علیہ السلام نے کتاب اور خدا کی شریعت تورات عنایت کی۔ سوم بنی اسرائیل کو حکومت اور بادشاہت عنایت کی۔ یہ خصوصیات بیان کر کے آپ لکھتے ہیں :-

"حضرت عیسٰی علیہ السلام کو حضرت موسٰی علیہ السلام سے ایک ذرّہ بھی مناسبت نہیں۔ نہ وہ پیدا ہو کر یہودیوں کے دشمن کو ہلاک کر سکے۔ نہ وہ ان کے لئے کوئی نئی شریعت لائے اور نہ انہوں نے بنی اسرائیل کے بھائیوں کو بادشاہت بخشی۔ انجیل کیا تھا۔ وہ صرف توریت کے چند احکام کا خلاصہ ہے جس سے پہلے یہود بے خبر نہیں تھے گو اس پر کاربند نہ تھے۔" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۹۹)

پس جب حضرت عیسٰی علیہ السلام جو ہمارے اور شیخ صاحب دونوں کے نزدیک مسلّم نبی ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک کوئی نئی شریعت

نہیں لائے تھے تو شیخ صاحب کا یہ خیال ہمارے نزدیک درست نہیں کہ نبی کے لئے شریعت جدیدہ کا لانا ضروری ہے۔

حقیقۃ الوحی کے تبدیلی عقیدہ والے حوالہ کے متعلق شیخ صاحب کے تشریحی نظریہ پر تبصرہ اور میرا تاثر آپ میری اس کتاب "شانِ مسیح موعود" کے متن میں ملاحظہ فرمائیں۔

مَیں اپنے مخدوم محترم حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری کا تہ دل سے ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنا قیمتی وقت دے کر میرے اس مضمون کا مسودہ سُنا اور مجھے اپنے بیش قیمت مشورہ سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ ان پر بیشمار رحمتیں نازل فرمائے۔ اللّٰھم آمین۔

نوٹ۔ تبدیلیٔ عقیدہ کے متعلق جو منطقی بحث اس کتاب کے متن میں شائع کی گئی ہے اس کے جواب کا شیخ مصری صاحب کی طرف سے کئی سال انتظار کے بعد اب اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا جا رہا ہے اور اس کی ایک کاپی شیخ مصری صاحب کو بصیغہ رجسٹری بھجوائی جا رہی ہے تا شیخ صاحب کو میری بحث کے جواب کی طرف توجہ پیدا ہو۔ مگر مجھے امید نہیں کہ وہ اس منطقی بحث کا کوئی معقول جواب دے سکیں گے۔ دیدہ باید۔

والسلام

قاضی محمد نذیر لائلپوری

۱۷ ستمبر ۱۹۶۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ

وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ

بعد الحمد والصلوٰۃ عرض ہے کہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب نے اپنے ایک مضمون مندرجہ ماہنامہ "رُوح اسلام" لاہور بابت ماہ مارچ ۱۹۶۵ء میں حضرت اقدس کی کتاب "حقیقۃ الوحی" میں مندرجہ عبارت کی جو تبدیلی عقیدہ سے متعلق ہے، تشریح کی ہے اور شیخ صاحب موصوف نے اپنے اس مضمون میں اس عبارت کی تشریح میں بالکل ایک جدید نظریہ اختیار کیا ہے اور جناب مولوی محمد علی صاحب مرحوم سابق پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے اس عبارت کے متعلق تشریحی نظریہ سے اتفاق کرنے سے اجتناب کیا ہے۔ بلکہ اس کی درپردہ (یعنی مولوی صاحب موصوف کا نام لئے بغیر) تردید کی ہے۔ گو مقصد دونوں کا یہ ہے کہ حضرت اقدسؑ کو نبی کہلانے کا مستحق سمجھتے ہوئے آپؑ کو محض ایک ولی قرار دیں۔ ہمارے نزدیک گو جناب مولوی محمد علی صا

موصوف کا نظریہ واقعی قابلِ اجتناب تھا۔ مگر چونکہ خود شیخ مصری صاحب بھی حضرت اقدسؑ کی اس عبارت کو صحیح رنگ میں سمجھ نہیں رہے۔ اس لئے انہوں نے اس عبارت کی تشریح کے متعلق ہمارے نظریہ سے بھی اختلاف کیا ہے بلکہ ہمیں اپنا غلط نظریہ منوانے کی کوشش کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عبارت کی تشریح کے متعلق جس طرح مولوی محمد علی صاحب مرحوم اور شیخ صاحب کے نظریہ میں بعد المشرقین ہے۔ اسی طرح اس عبارت کے متعلق ہماری تشریح اور شیخ صاحب کی تشریح میں بھی بعد المشرقین ہے۔ اور جناب مولوی محمد علی صاحب کا نظریہ بھی اعتدال پر نہیں تھا اور شیخ صاحب کا نظریہ بھی اعتدال سے ہٹا ہوا ہے۔ اور حقیقی اور معقول منطقی تشریح جس سے انسان کو ثلجِ قلب حاصل ہوتا ہے وہی ہے جسے سیدنا حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب "حقیقۃ النبوۃ" میں پیش فرمایا ہے۔ حضور نے اس کتاب میں حقیقۃ الوحی کی زیر بحث عبارت کے متعلق جناب مولوی محمد علی صاحب کے تشریحی نظریہ کی پر زور تردید کرنے اور اس عبارت کا صحیح مفہوم بیان کرنے کے ساتھ ہی اس نظریہ کی بھی تردید فرمادی ہے۔ جسے اب شیخ مصری صاحب اس طرح پیش کرتے ہیں کہ اس عبارت کی تشریح یہ ہے کہ حضرت اقدسؑ غیر نبی ہوتے ہوئے پہلے اپنے آپ کو حضرت عیسٰی علیہ السلام سے افضل نہیں کہتے تھے۔ لیکن بعد میں یہ عقیدہ ترک کر کے آپ غیر نبی ہوتے ہوئے ہی اپنے آپ کو حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے افضل کہنے لگے۔ چونکہ یہ تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس واضح عبارت کو غلط رنگ دینے کے مترادف ہے

اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے "حقیقۃ النبوۃ" میں اس غلط خیال کی تردید فرما دی تھی۔ جسے اب شیخ صاحب نے اس تردید کو نظر انداز کر کے اختیار کر لیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے "حقیقۃ النبوۃ" میں پہلے اس خیال کو ذیل کے الفاظ میں درج فرمایا ہے:۔

"کیوں نہ یہ خیال کر لیا جائے کہ پہلے حضرت مسیح موعودؑ کا خیال تھا کہ غیر نبی نبی سے افضل نہیں ہو سکتا لیکن بعد میں آپ کا یہ خیال بدل گیا اور آپؑ نے یہ معلوم کر لیا کہ غیر نبی بھی نبی سے افضل ہو سکتا ہے۔ اس لئے اپنے آپ کو باوجود غیر نبی ہونے کے نبی سے افضل قرار دیا"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اسے ایک شبہ قرار دیتے ہوئے اس کے ازالہ کے لئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"یاد رہے کہ یہ شبہ بھی قلت تدبر کا نتیجہ ہوگا کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے "حقیقۃ الوحی" میں جہاں "تریاق القلوب" کے اس عقیدہ کو منسوخ فرمایا ہے کہ میں مسیحؑ سے ہر شان میں افضل نہیں وہاں اس عقیدہ کو کہ غیر نبی' نبی سے افضل نہیں ہوتا' منسوخ نہیں فرمایا۔ اور معترض کے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ چونکہ بعد میں مجھے اس قاعدہ میں کہ غیر نبی' نبی سے افضل نہیں ہو سکتا۔ غلطی معلوم ہوئی اور ثابت ہو گیا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں نے مسیحؑ سے اپنے آپ کو افضل لکھ دیا۔ بلکہ اس کی بجائے فرماتے ہیں کہ " مگر بعد جو خدا

تعالےٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے
اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے
دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمّتی "
اس حوالہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آپ
کو مسیحؑ سے افضل اس لئے نہیں قرار دیا کہ آپؑ کو معلوم ہو گیا تھا کہ
غیر نبی، نبی سے افضل ہو سکتا ہے بلکہ اس لئے کہ آپؑ کو اللہ تعالےٰ
کی وحی نے صریح طور پہ نبی کا خطاب دیا اور وہ بارش کی طرح آپ
پر نازل ہوئی۔ اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آپؑ نے "تریاق القلوب"
والے عقیدہ کو بدل دیا۔ کیونکہ "تریاق القلوب" میں آپؑ نے لکھا
تھا کہ مَیں صرف جزوی فضیلت رکھتا ہوں۔ اور بعد میں فرمایا۔ کہ
مَیں تمام شان میں اس سے بڑھ کر ہوں"

(حقیقۃ النبوۃ۔ صفحہ ۱۵ و ۱۶)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تحریر سے ہی شیخ مصری
صاحب نے اپنا پیش کردہ خیال تو لے لیا مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ
تعالیٰ نے اس کی جو تردید فرمائی ہے اس کو ملحوظ نہیں رکھا بلکہ اس غلط خیال کو ہی
اپنے مضمون میں رنگ بھر کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

نظریاتِ مختلفہ

مولوی محمد علی صاحب مرحوم اور شیخ مصری صاحب
کے نظریوں میں جو تضاد پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ
یہ دونوں صاحب اس بات میں تو متفق ہیں کہ حضرت اقدسؑ نبی کہلانے کے

مستحق ہیں مگر آپ کی نبوّت سے مراد محدّثیت ہے اس لئے آپؑ نبی نہیں بلکہ ایک ولی ہی ہیں۔ مگر اس بات میں باہم اختلاف رکھتے ہیں کہ مولوی محمد علی صاحب تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت اقدسؑ کے فضیلت بر مسیحؑ کے عقیدہ میں جو تبدیلی ہوئی وہ دعویٰ مسیح موعودؑ سے پہلے ہی ہو گئی۔ دعویٰ مسیح موعود کے بعد حضورؑ کے عقیدہ میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اور شیخ مصری صاحب اس کے خلاف یہ کہتے ہیں۔

"حقیقۃ الوحی" کی زیر بحث عبارت یہ بتاتی ہے کہ حضرت اقدس کے فضیلت بر مسیحؑ کے عقیدہ میں دعویٰ مسیح موعودؑ کے بعد یہ تبدیلی واقع ہوئی ہے کہ پہلے حضورؑ اپنے آپ کو غیر نبی یعنی ولی سمجھتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے افضل کہنا جائز نہیں سمجھتے تھے اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے اپنے آپ کو جزئی فضیلت دیتے تھے افضل نہیں کہتے تھے۔ لیکن بعد میں ۱۹۰۲ء میں آپؑ نے اس عقیدہ میں تبدیلی فرمائی اور اپنے آپ کو غیر نبی یعنی ولی سمجھتے ہوئے "کشتی نوحؑ" کے الہام "مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے" نازل ہونے پر حضرت عیسیٰؑ سے افضل سمجھنے لگے۔ مگر فضیلت آپ کو پھر بھی جزوی ہی رہی اور اس طرح جزوی فضیلت اور افضلیت کو آپؑ نے اپنے وجود میں جمع کر لیا۔

مَیں نے "شانِ مسیح موعود" میں شیخ مصری صاحب کے اس نظریہ کی خدا کے فضل سے پُر زور دلائل سے تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ جزئی فضیلت کے عقیدہ اور افضلیت کے عقیدہ کو حضرت اقدسؑ نے ہرگز اپنے وجود میں جمع قرار نہیں دیا۔ کیونکہ ان دونوں عقیدوں میں حضورؑ نے تناقض تسلیم فرمایا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ حضورؑ پہلے عقیدہ پر قائم نہیں رہے اور

اس کو ترک کر کے دوسرا عقیدہ اختیار فرمایا ہے اور یہ دوسرا عقیدہ جو حضرت عیسٰی علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کا اختیار فرمایا ہے یہ نبوت کے عقیدہ میں تبدیلی کی فرع ہے کیونکہ اپنی تمام شان میں حضرت مسیح ابن مریم سے بڑھ کر ہونے کے عقیدہ کو آپ نے اپنے آپ کو صریح طور پر نبی کا خطاب یافتہ سمجھ لینے پر اختیار کرنا بیان فرمایا ہے ورنہ ایک غیر نبی ہرگز اپنی تمام شان میں ایک نبی سے افضل ہونے کا دعوٰے نہیں کر سکتا۔ پس ہمارے نزدیک تفضیلت کے عقیدہ میں تبدیلی نبوت کے عقیدہ میں تبدیلی کی فرع ہے۔

پیشتر اس کے کہ میں تفصیلی طور پر مولوی محمد علی صاحب مرحوم اور شیخ مصری صاحب کے تشریحی نظریوں پر تبصرہ کروں اور اپنا نقطۂ نظر تفصیل سے پیش کروں۔ میں پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حقیقۃ الوحی کی زیر بحث عبارت پیش کر دینا چاہتا ہوں تاکہ اُسے سامنے رکھ کر احباب کے لئے یہ فیصلہ کرنے میں آسانی ہو کہ کونسا نظریہ حضرت اقدسؑ کی اس تحریر کے مطابق ہے اور کون سے نظریئے جادۂ اعتدال سے منحرف ہیں۔

زیر بحث عبارت زیر بحث عبارت میں حضرت اقدسؑ نے "حقیقۃ الوحی" صفحہ ۱۴۸ تا ۱۵۵ تک ایک سائل کے سوال کا جواب دیا ہے :-

سائل کا سوال پہلے حضورؑ سائل کا سوال یوں نقل فرماتے ہیں :-

" تریاق القلوب کے صفحہ ۱۵۷ میں (جو میری کتاب ہے) لکھا ہے اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ میں نے

اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ
ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے۔ اور پھر
ریویو جلد اوّل نمبر ۶ صفحہ ۲۵۷ میں مذکور ہے کہ خدا نے اس اُمت
میں سے مسیح موعودؑ بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت
بڑھ کر ہے۔ پھر ریویو صفحہ ۴۷۵ میں لکھا ہے مجھے قسم ہے اس ذات
کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں
ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو
مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز نہ دکھلا سکتا۔ خلاصہ اعتراض یہ
کہ دونوں عبارتوں میں تناقض ہے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸)

یہ سوال نقل کرنے کے بعد حضرت اقدسؑ اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں :-

الجواب "یاد رہے کہ اس بات کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے
کہ مجھے ان باتوں سے نہ کوئی خوشی ہے نہ کچھ غرض کہ
مَیں مسیح موعودؑ کہلاؤں یا مسیح ابن مریمؑ سے اپنے تئیں بہتر
ٹھہراؤں۔ خدا نے میرے ضمیر کی اپنی اس پاک وحی میں آپ ہی
خبر دی ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ قل اجرّد نفسی من
ضروب الخطاب۔ یعنی ان کو کہہ دے میرا تو یہ حال ہے
کہ مَیں کسی خطاب کو اپنے لئے نہیں چاہتا۔ یعنی میرا مقصد اور
میری مراد ان خیالات سے برتر ہے اور کوئی خطاب دینا یہ خدا کا
فعل ہے میرا اس میں دخل نہیں ہے۔ رہی یہ بات کہ ایسا کیوں لکھا

گیا اور کلام میں (جو سائل نے تریاق القلوب اور ریویو سے پیش کیا ہے۔ ناقل) یہ تناقض کیوں پیدا ہو گیا۔ سو اس بات کو توجہ کر کے سمجھ لو کہ یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں مَیں نے لکھا تھا کہ مسیح ابن مریمؑ آسمان سے نازل ہوگا مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح مَیں ہی ہوں۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسولؐ نے دی تھی مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہوں گے۔ اس لئے مَیں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ مگر بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تُو ہی ہے اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لئے کھڑے ہو گئے اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح موعود آنے والا مَیں ہی ہوں ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا جو مَیں نے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا۔

. . . . اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ

مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت (جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے۔ ناقل) قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا (یعنی پہلا عقیدہ جزئی فضیلت والا جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے ترک کرنے پہ مجبور کیا۔ ناقل) اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمّتی۔ اور جیسا کہ میں نے نمونہ کے طور پر بعض عبارتیں خدا کی وحی کی اس رسالہ میں بھی لکھی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم کے مقابل پر خدا تعالیٰ میری نسبت کیا فرماتا ہے۔ میں خدا تعالیٰ کی تئیس برس کی متواتر وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں۔ میں اس کی پاک وحی پہ ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے نازل ہو چکی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں تو خدا کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں جبتک مجھے اس کی طرف سے علم نہ ہوا۔ میں نے وہی کہا جو اوائل میں میں نے کہا۔ اور جب مجھے اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اس کے مخالف کہا۔ مجھے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸ تا ۱۵۰)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایسی جزئی فضیلت کا عقیدہ جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے بالکل ترک

کر کے اس کے متناقض عقیدہ اپنی تمام شان میں حضرت مسیح ابن مریم سے بہت بڑھ کر ہونے کا اس وقت اختیار کیا ہے جب خدا کی بارش کی طرح وحی (یعنی متواتر وحی) میں آپ کو صریح طور پر (یعنی کھُلے طور پر) "نبی" کا خطاب دیا گیا۔ اور اس سے حضور یہ جان گئے کہ نبی اور رسُول کے متعلق آپ کی پہلی تئیس سالہ وحی میں خدا تعالےٰ کی یہی مراد تھی کہ آپ شروع دعویٰ سے ہی صریح طور پر نبی کا خطاب یافتہ ہیں اور فضیلت سے متعلقہ سابقہ الہامی اشارات سے بھی دراصل خدا تعالےٰ کی یہی مراد تھی کہ دراصل آپ اپنی تمام شان میں حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے بہت بڑھ کر ہیں نہ کہ جزوی فضیلت میں۔ ہاں اس جگہ آپ نے لوگوں کو اس غلط فہمی سے بچانے کے لئے کہ کیا آپ نے بھی حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر براہ راست مقام نبوّت پایا ہے اور ان کی طرح مستقل نبی ہیں۔ "صریح طور پر نبی کا خطاب پایا" کے بعد یہ تحریر فرمایا " مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی " اور "حقیقۃ الوحی" صفحہ ۱۵۵ پر یہی الفاظ تحریر فرما کر کہ "ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی بھی" کے آگے تحریر فرمایا " تا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور کمالِ فیضان ثابت ہو" گویا اس طرح آپ نے لوگوں کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے نبی کے ساتھ " ایک پہلو سے امتی " کا لفظ استعمال کر کے واضح کر دیا ہے کہ آپ نے مقام نبوّت حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی طرح حاصل نہیں کیا بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور قوتِ قدسیہ کے واسطہ سے حاصل کیا ہے تا اس

سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور کمال فیضان ثابت ہو۔

جناب مولوی محمد علی صاحب جماعت احمدیہ میں ۱۹۱۴ئہ میں خلافت ثانیہ قائم ہو جانے پر اس سے اختلاف پیدا کر لینے پر انکار خلافت ثانیہ کی ایک وجہ وجیہہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا حضرت اقدسؑ کو نبی سمجھنا قرار دینا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے حضرت اقدس کو نبی بمعنی محدث کہنا شروع کر دیا۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے ۱۹۰۴ئہ میں مولوی کرم دین جہلمی کے استغاثہ والے مقدمہ میں بطور گواہ پیش ہو کر باقرار صالح عدالت میں یہ بیان دے چکے تھے کہ

"مکذّب مدّعی نبوت کذاب ہوتا ہے۔ مرزا صاحب ملزم مدّعی نبوت ہے۔" (مسل استغاثہ مولوی کرم دین جہلمی)

اور اسی طرح اپنی اور کئی تحریروں میں وہ حضرت اقدسؑ کو نبی قرار دے چکے تھے مگر اب وہ آپؑ کو نبی پیش کرنا نہیں چاہتے تھے۔ لیکن "حقیقۃ الوحی" کی زیر بحث عبارت ان کے اس مقصد کے خلاف تھی۔ اس لئے سائل کے سوال کے جواب میں حضرت اقدسؑ کی پیشکردہ عبارت کے متعلق انہوں نے یہ نظریہ اختیار کیا کہ حضرت اقدسؑ نے دعویٰ مسیح موعودؑ کے بعد عقیدۂ نبوت و عقیدہ فضیلت میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ حضور کے عقیدہ میں جو تبدیلی بھی ہوئی وہ دعویٰ مسیح موعود سے پہلے پہلے ہی ہو چکی تھی۔ حالانکہ حضرت اقدسؑ اس جواب میں "تریاق القلوب" کے عقیدہ پر قائم نہ رہنے اور ریویو

عـــہ مثلاً ریویو آف ریلیجنز میں خواجہ غلام الثقلین سے بحث میں آپ کو مدعی نبوت لکھا نہ کہ محدث ۔

کے عقیدہ کو اختیار کرنے کا ذکر فرما رہے ہیں۔ اور یہ دونوں کتابیں دعویٰ مسیح موعود کے بعد کی ہیں۔ پس حقیقۃ الوحی کی یہ عبارت مولوی محمد علی صاحب کے اس خیالی نظریہ کی متحمل نہیں۔

ہماری جماعت "حقیقۃ الوحی" کی زیر بحث عبارت سے یہ سمجھتی ہے کہ دعویٰ مسیح موعود کے بعد حضرت اقدسؑ نے حضرت مسیح ابن مریمؑ سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کا عقیدہ اس وقت اختیار کیا جبکہ آپ پر خدا تعالیٰ کی متواتر وحی سے یہ انکشاف ہو گیا کہ آپ کو صریح طور پر نبی کا خطاب دیا گیا ہے۔ اس انکشاف پر آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کا اعلان بھی فرما دیا۔ ورنہ اس سے پہلے دعویٰ مسیح موعود کے بعد جب تک حضرت اقدسؑ اپنے آپ کو نبی بمعنی محدّث سمجھتے رہے جو ناقص نبی ہونے کی وجہ سے غیر نبی ہی ہوتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام پر اپنی فضیلت کے متعلق الہامات کی تاویل کر کے حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر اپنی جزئی فضیلت کے ہی قائل رہے جو ایک غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ پس ہمارے نزدیک جب تک حضرت اقدسؑ دعویٰ مسیح موعود کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نبوت میں اپنی پوری نسبت نہیں سمجھتے تھے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی سمجھتے تھے اور اپنے آپ کو ناقص نبی اور محدّث، اس وقت تک آپ اپنے الہامات میں اپنے متعلق نبی اور رسول کے الفاظ کی تاویل محدّث یا ناقص نبی یا جزئی نبی کرتے تھے کیونکہ محدّث آپ کے نزدیک نبوتِ ناقصہ کا حامل ہوتا ہے اور غیر نبی ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ پورا نبی

نہیں ہوتا۔ لیکن بعد میں اپنے آپ کو خدا تعالےٰ کی طرف سے صریح طور پر نبی کا خطاب پانے والا سمجھ لینے پر آپ نے اپنے متعلق نبی اور رسُول کے الفاظ کی جو سابقہ الہامات میں وارد تھے، یہ تاویلات بالکل ترک فرما دیں۔ اور چونکہ آپ پر یہ الہام بھی صاف لفظوں میں ہو گیا تھا کہ "مسیح محمدی، مسیح موسوی سے افضل ہے" لہذا آپ نے حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کا بھی اعلان فرما دیا۔ کیونکہ اپنے آپ کو بارش کی طرح وحی الہی سے صریح طور پر نبی کا خطاب پانے والا سمجھ لینے کے بغیر آپ حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے اپنی تمام شان میں افضل ہونے کا اعلان کر ہی نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام تو آپ کے نزدیک کامل نبی تھے۔ اور آپ پہلے اپنے آپ کو ان کے بالمقابل ناقص نبی سمجھا کرتے تھے۔ اس لئے اپنے وجود میں شانِ نبوّتِ ناقصہ سمجھتے ہوئے آپ اپنے آپ کو حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے جو کامل شانِ نبوت رکھتے تھے، اپنی تمام شان میں افضل قرار نہیں دے سکتے تھے۔ کیونکہ اس صورت میں تو ایسا اعلان مضحکہ خیز بن جاتا تھا۔ کیونکہ غیر نبی نبی سے افضل نہیں ہوتا۔ کیونکہ نبوت کا درجہ ولایت کے درجہ سے بڑا ہے۔

مولوی محمد علی صاحب کا نظریہ

چونکہ خلافتِ ثانیہ سے علیحدگی اختیار کر لینے پر جناب مولوی محمد علی صاحب حضرتِ اقدسؑ کو اپنے عدالتی بیان اور اپنی سابقہ تحریروں کے خلاف جن میں حضور کو نبی قرار دے چکے تھے اب حضورؑ کو نبی پیش کرنا نہیں چاہتے تھے۔

اس لئے انہوں نے حقیقۃ الوحی کی تبدیلیٔ عقیدہ والی زیر بحث عبارت کی تشریح میں لکھا:۔

"جس تبدیلی کا یہاں ذکر ہے اس کے دو زمانے کون سے ہیں؟ سائل کا سوال تو خود غلط ہے۔ تریاق القلوب اس کے پاس اکتوبر ۱۹۰۲ء میں پہنچتی ہے اور ریویو۔ جون ۱۹۰۲ء میں۔ پس اس کا یہ کہنا کہ پہلے تریاق القلوب میں یوں لکھا اور پھر ریویو میں یوں۔ واقعات سے جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ مگر مسیح موعود کا یہ کام نہ تھا کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر صفحات کے صفحات سیاہ کرنے بیٹھتے۔" ("النبوۃ فی الاسلام" مؤلفہ مولوی محمد علی صاحب صفحہ ۱۹)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

"غرض چونکہ زمانہ کی تقسیم کے لحاظ سے سائل کا سوال ہی غلط تھا اس لئے حضرت مسیح موعودؑ نے زمانہ کی تقسیم کا جو ذکر سوال میں تھا اس کو بالکل ترک کر دیا اور عام پیرایہ میں جواب دیا۔"

("النبوۃ فی الاسلام" صفحہ ۳۱۹، ۳۲۰)

حالانکہ حضرت اقدسؑ نے سائل کے سوال کو غلط قرار نہیں دیا بلکہ صحیح قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضورؑ نے جواب میں تحریر فرمایا ہے:۔

"رہی یہ بات کہ ایسا (تریاق القلوب اور ریویو میں۔ ناقل) کیوں لکھا گیا اور کلام میں یہ تناقض (جزئی فضیلت اور اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کا تناقض۔ ناقل) کیوں پیدا ہو گیا۔ سو اس

بات کو توجہ کر کے سمجھ لو کہ یہ اسی قسم کا تناقض ہے جیسے براہین احمدیہ میں میں نے لکھا تھا کہ مسیح ابن مریمؑ آسمان سے نازل ہوگا مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں . . . . . .

اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریمؑ سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالےٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸ تا ۱۵۰)

پس جب حضرت اقدسؑ نے سائل کا سوال درست تسلیم کر کے اور تریاق القلوب اور ریویو کی دونوں عبارتوں میں خود بھی تناقض تسلیم کر کے اسی تناقض کے متعلق سائل کو یہ جواب دیا ہے کہ آپ پہلے عقیدہ پر جو جزئی فضیلت کا عقیدہ تھا قائم نہیں رہے اور خدا تعالےٰ کی وحی سے صریح طور پر نبی کا خطاب پانا معلوم کر کے آپ نے اپنی تمام شان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے کا عقیدہ اختیار کیا ہے تو جناب مولوی محمد علی صاحب مرحوم کا یہ خیال تو بالکل درست نہیں تھا کہ سائل کا سوال زمانہ کی تقسیم کے لحاظ سے غلط تھا۔ اس لئے حضورؑ نے زمانہ کی تقسیم کا ذکر ترک کر دیا اور عام پیرایہ میں

جواب دیا ہے۔ کیونکہ اگر سائل کا سوال ہی غلط تھا تو حضرت اقدس کو ایک غیر متعلق جواب دینے کی کیا ضرورت تھی؟ مولوی صاحب کا یہ کہنا درست نہیں کہ سائل کا سوال زمانہ کی تقسیم کے لحاظ سے غلط تھا کیونکہ سائل نے تو اپنا سوال زمانہ کی تقسیم کرتے ہوئے پیش ہی نہیں کیا تھا۔ اسے تو حضرت اقدس کی "تریاق القلوب" اور "ریویو" کی دو تحریروں میں تناقض دکھائی دیا اور اُس نے اعتراض کر دیا کہ آپ کی ان دونوں عبارتوں میں تناقض ہے۔ اس نے یہ کہا ہی نہیں کہ پہلے آپ نے یہ کہا اور بعد میں یہ کہا۔ اسے اگر ریویو آف ریلیجنز پہلے ملا اور تریاق القلوب بعد میں، تو اسے اس بات سے کیا غرض؟ اسے تو دونو تحریروں میں تناقض نظر آیا اور اس نے تناقض کا اعتراض کر دیا۔ اگر اسے "تریاق القلوب" بعد میں ملی تو تب بھی اسے دونو تحریروں میں تناقض کا اعتراض پیدا ہو سکتا تھا۔

ہاں حضرت اقدس کے جواب سے ظاہر ہے کہ "تریاق القلوب" میں بیان کردہ حضرت مسیح بن مریم پر اپنی جزئی فضیلت کا عقیدہ جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے آپ کے نزدیک پہلے زمانہ کا تھا اور ریویو آف ریلیجنز کی تحریر جس میں آپ نے اپنی تمام شان میں حضرت مسیح بن مریم سے بہت بڑھ کر ہونے کا دعویٰ کیا تھا بعد کے زمانہ کی تحریر تھی۔ کیونکہ حضور نے اپنے جواب میں تریاق القلوب والے جزئی فضیلت کے عقیدہ کے متعلق یہ لکھا ہے۔ "جب خدا تعالیٰ کی بارش کی طرح وحی الٰہی مجھ پر نازل ہوئی تو اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔" گویا صریح طور پر نبی کا خطاب پانے کا انکشاف ہو جانے پر آپ نے جزئی فضیلت کے عقیدہ کو جو تریاق القلوب

میں مذکور تھا ترک کر کے حضرت عیسٰی علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کا عقیدہ اختیار کرنا ظاہر کیا ہے۔

یہ واضح رہے کہ تریاق القلوب بے شک دسمبر ۱۹۰۲ء میں شایع ہوئی۔ مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ تریاق القلوب ۱۸۹۹ء ہی میں چھپ چکی ہوئی تھی۔ مگر حضرت اقدسؑ کو ایک اور ضروری تصنیف میں مشغول ہو جانے کی وجہ سے اس کی اشاعت اس وقت روک دینی پڑی تھی۔ دسمبر ۱۹۰۲ء میں صرف دو صفحوں کا مضمون ایک دوسرے کاتب سے لکھا کر کتاب شائع کر دی گئی۔ پس "تریاق القلوب" کی زیر بحث تحریر درحقیقت ریویو آف ریلیجنز جلد اوّل کی زیر بحث تحریر سے پہلے کی تھی اس لئے حضور نے سائل کے سوال کے جواب میں تریاق القلوب میں مندرجہ جزوی فضیلت کے عقیدہ کو پہلے کا قرار دیا اور ریویو میں اپنی تمام شان میں مسیح ابن مریم سے بہت بڑھ کر ہونے کے عقیدہ کو بعد کا قرار دیا اور بارش کی طرح وحی الہٰی سے صریح طور پر نبی کے خطاب پانے کو "تریاق القلوب" کے عقیدہ پر قائم نہ رہنے کا موجب قرار دیا۔ کیونکہ اس کے بعد آپ پر "کشتی نوح" میں مندرج الہام "مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے" بھی نازل ہو چکا تھا۔ کشتی نوح بھی ۱۹۰۲ء میں شائع کی گئی۔ پس مولوی محمد علی صاحب کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ زمانہ کی تقسیم کے لحاظ سے سائل کا سوال ہی غلط تھا۔ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ نے زمانہ کی تقسیم کا جو ذکر سوال میں تھا اس کو بالکل ترک کر دیا اور عام پیرایہ میں جواب دیا۔ اگر سائل کا سوال ہی بقول مولوی صاحب موصوف غلط تھا تو پھر عام پیرایہ میں حضرت اقدسؑ نے جواب کس بات کا دیا؟ اگر سائل

کا سوال غلط تھا تو پھر تو جواب کے لئے کوئی بات ہی نہیں رہتی۔ کیا مولوی محمد علی صاحب کا کوئی ہم خیال ہمیں یہ بتا سکتا ہے کہ حضرت اقدس نے عام پیرایہ میں جواب کس بات کا دیا ؟

سچی بات تو یہی ہے کہ حضرت اقدسؑ نے سائل کے سوال کو درست تسلیم کرتے ہوئے ہی "تریاق القلوب" اور "ریویو" کی دونوں تحریروں میں تناقض تسلیم کر کے سائل کو یہ جواب دیا ہے کہ "تریاق القلوب" کا جزئی فضیلت والا عقیدہ اپنے آپ کو مسیح علیہ السلام کے بالمقابل غیر نبی سمجھنے کی وجہ سے تھا اور "ریویو" کے حوالہ کے وقت آپ پر صریح طور پر نبی کے خطاب پانے کا انکشاف ہو گیا تو آپ نے جزئی فضیلت کا عقیدہ جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے ترک کر کے ریویو والا یہ عقیدہ اختیار کر لیا ہے کہ "خدا نے اس امت سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے"۔ حضور کے جواب سے ظاہر ہے کہ حضور نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کا عقیدہ اپنے آپ کو نبی سمجھ لینے پر ہی اختیار کیا ہے کیونکہ جو شخص نبی نہ ہو بلکہ محدث یعنی ولی ہی ہو وہ ایک نبی سے اپنی تمام شان میں افضل ہونے کا دعویٰ کر ہی نہیں سکتا۔ اس کا ایسا دعویٰ سراسر جھوٹ بن جاتا ہے کیونکہ ولی کی شان نبی کی شان سے کم درجہ کی ہوتی ہے۔ لہٰذا کم درجہ کی شان والا یہ کہہ ہی نہیں سکتا کہ وہ اپنی تمام شان میں ایک نبی سے بڑھ کر ہے۔ پس مولوی محمد علی صاحب کا بیان غلط ہے کہ سائل کا سوال ہی غلط تھا۔ کیونکہ حضرت اقدسؑ نے اسے درست قرار دے کر جواب دیا ہے

پھر اگر حضورؑ نے عقیدۂ نبوت و عقیدۂ فضیلت میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی تو حضور سائل کے سوال کو خود غلط قرار دے دیتے اور سائل کو غلط فہمی میں مبتلا قرار دے کر یہ جواب دیتے کہ میری دونوں تحریروں مندرجہ "تریاق القلوب" و "ریویو" میں جن کو تم پیش کر رہے ہو کوئی تناقض موجود نہیں بلکہ اپنی تمام شان میں حضرت مسیح علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہونے سے بھی میری مراد یہی ہے کہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے مگر حضرت اقدسؑ نے سائل کو یہ جواب نہیں دیا بلکہ سائل کی پیش کردہ دونو عبارتوں میں تناقض تسلیم کر کے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ تریاق القلوب میں درج کردہ جزئی فضیلت کے عقیدہ کو جو "ایک غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے" مَیں نے ترک کر کے اس کی جگہ "اپنی تمام شان میں حضرت مسیح ابن مریمؑ سے بہت بڑھ کر ہونے" کا عقیدہ اختیار کر لیا ہے کیونکہ پہلا عقیدہ اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بالمقابل نبی نہ سمجھنے کی وجہ سے تھا اور دوسرا عقیدہ صریح طور پر نبی کے خطاب پر اختیار کیا گیا ہے۔

مگر مولوی محمد علی صاحب سائل کے سوال پر حضرت اقدسؑ کے جواب کی عبارت کو سوال سے غیر متعلق قرار دینے کے لئے یہ بھی لکھتے ہیں :-

"اب اوائل کے لفظ کو لو۔ ایک شخص سنہ ۱۹۰۶ء میں ایک کتاب لکھنے بیٹھتا ہے۔ کیا وہ اس زمانہ کو جس پر ابھی چار برس گذرے ہیں اوائل کا زمانہ کہہ سکتا ہے۔ کوئی عقلمند اس تاویل کو قبول نہیں کر سکتا۔ اوائل کے زمانہ سے مراد کوئی بہت پہلا زمانہ اس

شخص کا لیا جا سکتا ہے۔ پھر آگے لکھا ہے "بعد میں جو خدا کی وحی بارش کی طرح نازل ہوئی" اب لازماً یہ بعد کی وحی سے مراد اوائل سے بعد کی وحی لینی پڑے گی جس کو ۱۹۰۶ء تک پانچ سال ہوتے ہیں۔ مگر آگے چل کر آپ خود ہی اس وحی کی میعاد تیئیس سال بتاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ نہ صرف اوائل کا لفظ ہی لمبے زمانہ کو چاہتا ہے بلکہ حضرت صاحب کی کھلی تصریح اس بات کا قطعی فیصلہ کرتی ہے کہ اس سے مراد دعویٰ مسیحیت سے پہلے کا زمانہ ہے"

اس کے آگے تحریر کرتے ہیں:۔

"دوسرا امر جو اس زمانہ کا فیصلہ کرتا ہے وہ حضرت صاحب کے یہ لفظ ہیں کہ اس وقت یعنی اوائل کے زمانہ میں میرا یہ عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریمؑ سے کیا نسبت۔ اب آؤ خدا کے خوف کو دل میں لے کر یہ فیصلہ کرو کہ وہ کونسا زمانہ تھا جب آپؑ اپنے کو مسیح ابن مریمؑ سے کوئی نسبت نہ دیتے تھے۔ کیا یہ زمانہ دعویٰ سے پہلے کا تھا یا دعویٰ مسیحیت سے بعد کا۔ کیا جب مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو اس وقت اپنی مسیح ابن مریم سے کوئی نسبت نہ سمجھتے تھے۔ کیا انہی تاویلوں پر خوش ہوتے ہو کہ ہم نے نبوت نہ سہی، فضیلت میں بعد دعویٰ کے تبدیلی ثابت کر دی"

(النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۳۲۰)

جناب مولوی محمد علی صاحب کی ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ ان کے نظریہ

کے مطابق حضرت اقدسؑ کے دعویٰ مسیحیت کے بعد نہ عقیدۂ نبوت میں کوئی تبدیلی ہوئی ہے نہ عقیدہ فضیلت میں۔

مولوی محمد علی صاحب مرحوم کی " اوائل " کے لفظ کے متعلق اس تشریح کی خامی آگے شیخ مصری صاحب کے نظریہ کے بیان کے بعد ظاہر کی جائیگی (انشاء اللہ تعالیٰ)

شیخ مصری صاحب کا نظریہ

شیخ مصری صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کے اس نظریہ کے خلاف یہ نظریہ اختیار کیا ہے کہ حضرت اقدس کے دعویٰ مسیح موعود کے بعد آپ کے عقیدہ فضیلت میں ضرور تبدیلی ہوئی ہے۔ چنانچہ "حقیقۃ الوحی" صفحہ ۱۵۰ سے حضور کے مندرجہ ذیل الفاظ پیش کر کے کہ

"میں تو خدا کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے کہا اور جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اس کے مخالف کہا۔ میں انسان ہوں۔ مجھے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں۔ بات یہی ہے کہ جو شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے"

شیخ مصری صاحب اس کی تشریح میں لکھتے ہیں :-

"خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے کہ مسیح ابن مریمؑ سے کسی قسم کی نسبت نہ ہونے کا عقیدہ ابتدا میں ہی تھا۔ لیکن اظہار اس بات کا حضور اس وقت تک کرتے رہے جب تک خدا کی طرف سے

حضور کو علم نہیں دیا گیا اور وہ علم حضور کو ان الفاظ میں دیا گیا۔ کہ مسیح محمدی، مسیح موسوی سے بڑھ کر ہے۔ "کہتا رہا" کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ کوئی وقت ہے جب تک حضور ابتدائی عقیدہ کا ہی اعادہ فرماتے رہے۔ آپ صاحبان اسے "تریاق القلوب" کی تصنیف تک کا زمانہ قرار دیتے ہیں۔ اس وقت اس بحث میں پڑنا کہ تریاق القلوب کب شروع ہوئی اور کب ختم ہوئی، مناسب نہیں۔ بہرحال حضورؑ کے اس ابتدائی عقیدہ میں تبدیلی کا آنا حضور کی عبارت منقولہ بالا سے واضح ہے اور وہ تبدیلی یہی ہو سکتی ہے کہ غیر نبی یعنی ولی کسی نبی سے افضل ہو سکتا ہے یا نہیں۔ پہلے حضورؑ مسلمانوں میں عام مروجہ عقیدہ کی وجہ سے اس کے قائل نہ تھے۔ بعد میں خدا کی وحی نے قائل کروا دیا۔ سوال چونکہ افضل ہونے کے متعلق ہی تھا اس لئے تبدیلی اسی عقیدہ میں ہی آنی تھی اور اسی میں آئی۔ نبی اور غیر نبی کے متعلق کوئی سوال ہی نہ تھا۔ اس لئے اس کو زیر بحث لانے کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ حضور اس کو زیر بحث لائے۔ سوال تو صرف اتنا ہی تھا کہ غیر نبی یعنی ولی نبی سے افضل ہو سکتا ہے یا نہیں۔ حضور نے فرما دیا کہ ہو سکتا ہے گو فضیلت جزوی ہی رہے گی۔" ("روح اسلام" صفحہ ۲۷)

یہ ہے حقیقۃ الوحی کے زیر بحث حوالہ کی تشریح کے متعلق شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کا نظریہ۔ شیخ صاحب کی اس تحریر سے ظاہر ہے کہ وہ جناب مولوی محمد علی صاحب

کے نظریہ کو غلط سمجھنے کی وجہ سے ترک کر چکے ہیں کیونکہ ان کا یہ نظریہ جناب مولوی محمد علی صاحب کے نظریہ سے صریح تضاد رکھتا ہے۔ مولوی محمد علی صاحب حضرت اقدسؑ کے دعویٰ مسیح موعودؑ کے بعد آپ کی فضیلت کے عقیدہ میں کسی تبدیلی کے قائل نہیں اور شیخ مصری صاحب جناب مولوی محمد علی صاحب کو اس بات میں غلطی پہ سمجھتے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ فضیلت کے عقیدہ سے متعلقہ عبارات میں مذکورہ تبدیلی حضرت اقدسؑ نے مسیح موعود کا دعویٰ کرنے کے بعد کی ہے۔ شیخ مصری صاحب اس تبدیلی عقیدہ کا موجب "کشتی نوح" مطبوعہ ۱۹۰۲ء میں مندرج الہام "مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے" کو قرار دیتے ہیں۔ گویا بقول شیخ مصری صاحب ۱۸۹۱ء میں جب حضرت اقدس نے دعویٰ مسیح موعود کیا حضور کو یہ علم نہ دیا گیا تھا کہ آپ مسیح ابن مریمؑ سے افضل ہیں اس لئے حضرت اقدس کا حضرت مسیح ابن مریمؑ پر جزئی فضیلت کے متعلق پہلا عقیدہ کشتی نوحؑ کے اس الہام تک چلتا رہا کہ "مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے"۔ پھر جب اس الہام کے ذریعہ حضرت اقدس کو حضرت مسیح ابن مریمؑ سے افضل ہونے کا علم دیا گیا تو آپ نے فضیلت کے عقیدہ میں یہ (برائے نام۔ ناقل) تبدیلی کر لی کہ میں مسیح ابن مریم سے افضل ہوں مگر میری فضیلت جزوی ہی ہے۔ مَیں نے اس تبدیلی کو شیخ صاحب کی طرف سے برائے نام اس لئے قرار دیا ہے کہ اس کے متعلق شیخ صاحب نے خود یہ لکھ دیا ہے کہ تبدیلی عقیدہ کے بعد بھی فضیلت جزوی ہی رہی۔ بہرحال شیخ صاحب کے بیان سے یہ امر تو واضح ہے کہ شیخ مصری صاحب کے نزدیک حضرت اقدس مسیح موعود کا دعوے کرنے

کے بعد ۱۰ سال کے لمبے عرصہ تک اس پہلے عقیدہ پر قائم رہے کہ ایک ولی ایک نبی سے افضل نہیں کہلا سکتا اور پھر یہ الہام نازل ہونے پر کہ "مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے" (کشتی نوح مطبوعہ ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۶) آپ نے اپنے اس پہلے عقیدہ میں تبدیلی کر لی اور یہ قرار دے دیا کہ میں ولی ہو کر ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو نبی ہیں افضل کہلا سکتا ہوں گو میری فضیلت پھر بھی جزدی ہی ہے جو ایک غیر نبی یعنی ولی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔

شیخ مصری صاحب کے نزدیک حضور کا پہلا عقیدہ مسلمانوں کے اس رسمی اور مروّجہ عقیدہ کی بناء پر تھا کہ ایک ولی نبی سے افضل نہیں کہلا سکتا۔ اور دوسرا عقیدہ آپ نے کشتی نوح والے الہام کی بناء پر اختیار کیا اور مسلمانوں کے مروّجہ اور رسمی عقیدہ کو کہ ایک ولی نبی سے افضل نہیں کہلا سکتا، ترک کر دیا۔ اس نظریہ کی غلطی پر میں آگے چل کر روشنی ڈالوں گا۔ اب پہلے میں مولوی محمد علی صاحب کے "اوائل" کے لفظ کی تشریح کی خامی بیان کر دینا چاہتا ہوں۔

مولوی محمد علی صاحب کی "اوائل" کے لفظ کی تشریح میں خامی

مولوی محمد علی صاحب کا "اوائل" کے لفظ کے متعلق یہ نظریہ کہ "اوائل" سے مراد دعویٰ مسیحیت سے پہلے کا زمانہ ہی ہو سکتا ہے جبکہ آپ حضرت مسیحؑ سے اپنی کوئی نسبت نہ سمجھتے تھے بالکل غلط نظریہ ہے۔ کیونکہ ان کے اس خیال پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت اقدسؑ نے حضرت مسیح ابن مریمؑ علیہ السلام پر اپنی جزدی فضیلت کا عقیدہ جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے دعویٰ مسیحیت پر تبدیل کر لیا تھا۔ اور

"اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے" کا عقیدہ اختیار کر لیا تھا تو پھر آپ نے اپنی کتاب "تریاق القلوب" میں جو دعویٰ مسیح موعود سے بعد کی کتاب ہے پھر یہی تبدیل کردہ عقیدہ کیوں لکھ دیا کہ

" اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ میں نے اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیحؑ پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزوی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے " (تریاق القلوب صفحہ ۱۵۷)

اس سوال کا کوئی معقول جواب مولوی محمد علی صاحب کے پاس نہ تھا اور نہ ان کے ہم خیالوں کے پاس کوئی جواب ہے۔

علاوہ ازیں مولوی محمد علی صاحب کے اس نظریہ پر یہ اعتراض بھی پڑتا ہے کہ حضرت اقدسؑ کے الفاظ " اوائل میں میرا یہ عقیدہ تھا کہ مجھے مسیح ابن مریم سے کیا نسبت " سے مطلق نسبت کی نفی مراد نہیں تھی۔ کیونکہ دعویٰ مسیح موعودؑ سے پہلے ہی حضرت اقدس کو یہ الہام ہو چکا ہوا تھا۔

"اَنْتَ اَشَدُّ مُنَاسَبَةً بِعِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمَ وَ اَشْبَهُ النَّاسِ بِهٖ خُلْقًا وَخَلْقًا وَ زَمَانًا " (ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۴ بحوالہ براہین احمدیہ)

یعنی " تو عیسیٰ ابن مریم سے شدید ترین مناسبت رکھتا ہے اور خُلق اور خِلقت اور زمانہ کے لحاظ سے اس سے تمام لوگوں سے بہت بڑھ کر مشابہت رکھتا ہے "

اس الہام سے ظاہر ہے کہ دعویٰ مسیح موعودؑ سے پہلے ہی آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے الہام کے ذریعہ اپنی نسبت اور مشابہت قرار دے چکے تھے۔ لہذا " مجھے مسیح ابن مریم سے کیا نسبت " کے الفاظ میں مطلق نسبت کی نفی مراد نہیں۔ بلکہ نبوت

میں نسبت کی نفی مراد ہے کیونکہ اُن الفاظ کے بعد حضور تحریر فرماتے ہیں۔" وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے" اس فقرہ سے مولوی محمد علی صاحب کے اس نظریہ کا سارا تانا بانا ٹوٹ جاتا ہے کہ " اوائل " کے لفظ سے مراد دعویٰ مسیح موعود سے پہلے کا زمانہ ہے جبکہ حضرت اقدس، حضرت عیسٰی علیہ السلام سے اپنی کوئی نسبت نہیں سمجھتے تھے۔

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے بھی اس وجہ سے مولوی محمد علی صاحب کے نظریہ کو درست نہیں سمجھا۔ اور اس کے خلاف ہماری طرح تبدیلی عقیدہ کا تعلق حضور کے دعویٰ مسیح موعود کرنے سے پہلے کے زمانہ سے قرار نہیں دیا۔ بلکہ دعویٰ مسیح موعود کے بعد کے زمانہ سے قرار دیا ہے۔ اور " اوائل " کے لفظ سے دعویٰ مسیح موعود سے پہلے کا زمانہ مراد نہیں لیا۔ بلکہ ۱۸۹۱ء سے (جو دعویٰ مسیح موعود کا سن ہے) بعد کا زمانہ مراد لیا ہے اور حضرت اقدسؑ کے تبدیلیٔ عقیدہ کی وجہ "کشتی نوح" مطبوعہ ۱۹۰۲ء کا یہ الہام قرار دیا ہے کہ "مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے"۔ اور " اوائل " کے لفظ کو ۱۹۰۲ء تک ممتد قرار دینے کے لئے جناب شیخ صاحب نے " حقیقۃ الوحی " صفحہ ۱۵۰ سے حضرت اقدسؑ کی ذیل کی عبارت سے استدلال کیا ہے کہ

"جب تک مجھے اس کی طرف سے (خدا تعالےٰ کی طرف سے۔ ناقل) علم نہ ہوا میں وہی کہتا رہا جو ' اوائل ' میں میں نے کہا۔ اور جب مجھے اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اس کے مخالف کہا۔"

اس عبارت سے شیخ صاحب کا استدلال پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

واقعی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اوائل دعوی والا عقیدہ (کہ آپؑ نبی نہیں جس کی وجہ سے فضیلت بر مسیحؑ سے متعلق اپنے الہام کی آپ یہ توجیہہ کرتے رہے کہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ دعوئ مسیح موعودؑ کے بعد لمبے عرصہ تک چلتا رہا۔ جس پر "میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے کہا" کے الفاظ صریح الدلالت ہیں۔ اور "تریاق القلوب" کی اس تحریر کے وقت بھی جو دعوئ مسیح موعود سے بعد کی کتاب ہے حضرت اقدسؑ کا یہی عقیدہ تھا۔ اسی لئے حضور نے "تریاق القلوب" صفحہ ۱۵۷ پر یہ لکھا کہ

"اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ میں نے اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے"

شیخ مصری صاحب کے نزدیک یہ جزئی فضیلت کا عقیدہ اس الہام کے زمانہ تک چلتا رہا جو "کشتی نوح" مطبوعہ ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۱۶ پر ان الفاظ میں درج ہے کہ

"مسیح محمدی، مسیح موسوی سے افضل ہے"

ہمیں اس سے انکار نہیں مگر ہمارے نزدیک حضرت اقدسؑ کے اس کلام کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے:۔

"مگر بعد میں جو خدا تعالےٰ کی بارش کی طرح وحی الٰہی میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ نے جزوی فضیلت کا عقیدہ ، جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے، ترک کر کے حضرت مسیح علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں افضل ہونے کا عقیدہ اپنے آپ کو متواتر وحی الٰہی سے صریح طور پر نبی کا خطاب یافتہ سمجھ لینے پر اختیار کیا ہے۔

بہرحال شیخ صاحب ہماری طرح اوائل کے لفظ سے متعلق مولوی محمد علی صاحب مرحوم کی تشریح کو درست نہیں سمجھتے۔ اس لئے وہ ان کے نظریہ کو ترک کر کے ان سے مختلف نظریہ اختیار کر رہے ہیں۔ مولوی محمد علی صاحب دعویٰ مسیح موعود کے بعد حضرت اقدسؑ کے عقیدہ میں کسی تبدیلی کے قائل نہیں۔ اور شیخ صاحب حضرت اقدسؑ کے دعویٰ مسیح موعود کے بعد عقیدۂ فضیلت میں تبدیلی کے قائل ہیں۔ گو عقیدۂ نبوت میں کسی تبدیلی کے قائل نہیں۔

شیخ صاحب نے حضرت اقدس کے الفاظ "مجھے مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے" سے ہماری طرح ہی مطلق نسبت کی نفی مراد نہیں لی بلکہ نبوّت میں نسبت کی نفی مراد لی ہے۔ کیونکہ اس کے بعد حضرت اقدسؑ نے لکھا ہے:۔

"وہ (حضرت عیسٰی علیہ السلام) نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے"

شیخ صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کے مطلق نسبت کی نفی مراد لینے کی اُن کا نام لئے بغیر پُرزور تردید کی ہے جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔

ہمارے نزدیک "تریاق القلوب" کی اس تحریر والا جزئی فضیلت کا عقیدہ جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے، صریح طور پر نبی کا خطاب یافتہ ہونے کے انکشاف

تک چلتا رہا ہے کیونکہ حضور نے صریح طور پر نبی کا خطاب پانے کے جدید انکشاف کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی جزئی فضیلت کے عقیدہ کو جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے، ترک کر کے اس کی بجائے اپنی تمام شان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہونے کا عقیدہ اختیار کیا ہے۔ ورنہ حضرت اقدس پر بارش کی طرح وحی الٰہی سے صریح طور پر نبی کا خطاب پانے کا انکشاف نہ ہوتا تو حضرت اقدس "مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے" کے الہام کی بھی تاویل کر کے یہی تشریح کر سکتے تھے کہ میں حضرت مسیح علیہ السلام سے ایسی ہی جزئی فضیلت میں افضل ہوں جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ اور اس صورت میں آپ سائل کو یہ جواب دیتے کہ میری دونوں تحریروں میں کوئی تناقض نہیں تمہیں صرف غلط فہمی واقع ہوئی ہے۔ اپنی تمام شان میں حضرت مسیح ابن مریم سے بہت بڑھ کر ہونے سے بھی میری یہی مراد ہے کہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ مگر حضرت اقدس علیہ السلام نے سائل کو یہ جواب نہیں دیا۔ بلکہ اس کی طرف سے دو تو پیش کردہ عبارتوں میں تناقض تسلیم کر کے جزئی فضیلت کے عقیدہ کو جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے بارش کی طرح وحی الٰہی سے صریح طور پر نبی کا خطاب یافتہ سمجھ لینے کی وجہ سے تبدیل کر کے اس کے متناقض عقیدہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کو اختیار فرمایا ہے۔ اس طرح گویا فضیلت کے عقیدہ میں تبدیلی کو نبوت کے عقیدہ میں تبدیلی کی فرع قرار دیا ہے۔

شیخ صاحب کے نزدیک انکار نسبت کی وجہ | حضرت اقدسؑ نے تحریر

فرمایا ہے کہ

"اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹)

شیخ مصری صاحب اس کی تشریح میں لکھتے ہیں :-

"مسیح ابن مریم سے کسی نسبت کے نہ ہونے کا عقیدہ بوجہ اس کے نبی ہونے کے اور بوجہ اپنے امتی اور ولی ہونے کے تھا"

(رُوحِ اسلام صفحہ ۲۶)

گویا شیخ صاحب کے نزدیک حضرت اقدسؑ کے دعویٰ مسیح موعود سے بعد اپنی مسیح سے کوئی نسبت نہ سمجھنے سے مراد یہ نہ تھی کہ اس وقت آپ حضرت مسیح علیہ السلام سے مطلق کوئی نسبت نہیں سمجھتے تھے بلکہ مراد یہ تھی کہ آپ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نبوت میں اپنی نسبت نہیں سمجھتے تھے کیونکہ آپ اپنے کو ولی سمجھتے تھے، نبی نہیں سمجھتے تھے۔

ہمیں شیخ مصری صاحب کے اس خیال سے اتفاق ہے اور ہمیں اور شیخ مصری صاحب دونو کو مولوی محمد علی صاحب کے اس نظریہ سے اختلاف ہے کہ تبدیلیٔ عقیدہ دعویٰ مسیح موعود سے بعد کے زمانہ سے متعلق نہیں بلکہ کسی

پہلے کے زمانہ سے متعلق ہے جبکہ حضرت اقدس حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی مطلق کوئی نسبت نہیں سمجھتے تھے۔ ہمارے اور شیخ صاحب کے نزدیک "مجھے مسیح ابن مریمؑ سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے" کی عبارت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مطلق نسبت کی نفی مراد نہیں۔ بلکہ نبوت میں نسبت کی نفی مراد ہے۔ چنانچہ شیخ مصری صاحب نے اس موقعہ پر حضرتِ اقدسؑ کی کتابوں سے آٹھ عبارتیں پیش کرکے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ حضور کو مسیح ابنِ مریم علیہ السلام سے معمولی نہیں بلکہ شدید مشابہت بالکل ابتدائی زمانہ سے ہی تھی۔ یہ آٹھ عبارتیں پیش کرنے کے بعد جن میں سے ایک الہام براہین احمدیہ کے زمانہ کا ہے۔ " اَنْتَ اَشَدُّ مُنَاسَبَةً بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اَشْبَهُ النَّاسِ بِهٖ خُلُقًا وَ خَلْقًا وَ زَمَانًا " یعنی تو مسیح ابن مریمؑ سے شدید ترین مناسبت رکھتا ہے اور سب لوگوں سے بڑھ کر خُلق، خِلقت اور زمانہ کے لحاظ سے اس سے مشابہت رکھتا ہے۔ شیخ صاحب ان عبارتوں کا نتیجہ یہ لکھتے ہیں:۔

"اگر کمالات میں مشابہ ہونے اور ایک دوسرے سے بشدت مناسبت اور مشابہت رکھنے کے باوجود بھی حضرت مسیحؑ سے کوئی مناسبت پیدا نہیں ہو سکتی تو پھر ایسی نسبت پیدا ہونے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ واضح رہے کہ ان تمام حوالوں کے پیش کرنے سے غرض صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ حضور کو مسیح ابن مریمؑ سے معمولی نہیں بلکہ شدید مشابہت بالکل ابتدائی زمانہ

(اوائل۔ ناقل) سے ہی تھی لیکن حضرت اقدسؑ "حقیقۃ الوحی" میں اس سے انکار فرما رہے ہیں اور لکھ رہے ہیں کہ باوجود امور فضیلت ظاہر ہونے کے بھی حضور یہی سمجھتے رہے کہ حضور کو بھلا مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہو سکتی ہے" (رُوح اسلام صفحہ ۲۴)

پھر آگے شیخ مصری صاحب یہ بیان کرتے ہیں :-

"جس کے یہ معنی ہوئے کہ مسیح ابن مریم کے مقابلہ میں آپ نبی نہیں بلکہ محض اُمتی اور ولی ہیں۔ اور ولی خواہ کتنی ہی بڑی شان کا مالک ہو جائے اور کتنے ہی بلند مقام قرب الٰہی تک پہنچ جائے ایک نبی کے مقابلہ پر اس کی وہ شان ہیچ ہوتی ہے۔ اور اس کے قرب کا مقام خواہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو نبی کے قرب کے مقام سے وہ بہت نیچا ہی سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے جب تک کسی شخص کا کسی نبی کے مقابلہ میں اُمتی اور ولی ہونے کا عقیدہ رہے گا گو وہ کیسا ہی بلند مرتبہ تک پہنچ جائے وہ یہی کہے گا کہ میری نبی سے کیا نسبت ہے۔ اور اس کا یہ کہنا بالکل سچائی پر مبنی ہوگا۔ کیونکہ اس کا یہی عقیدہ اور یہی ایمان ہے" (رُوح اسلام صفحہ ۲۵)

شیخ مصری صاحب کی حضرت اقدسؑ کے الفاظ "مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے؟" کی تشریح حضور کے اپنے آپ کو ولی سمجھنے کے زمانہ تک کے لئے درست ہے اور مجھے اس تشریح سے پورا اتفاق ہے کیونکہ اُمتی اور ولی واقعی نبی سے اپنی نبوت میں نسبت قرار نہیں دے سکتا۔ کیونکہ غیر نبی

جو ہوا۔ مگر مجھے شیخ صاحب کی اس عبارت کے بعد کی عبارت سے اختلاف ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے :-

" اب چونکہ حضرت اقدس اسی عقیدہ پر قائم تھے کہ گو حضور کے کمالات مسیحؑ سے بڑھ کر تھے لیکن چونکہ وہ اصالتاً نہیں تھے اور مسیحؑ کے اصالتاً تھے اس لئے حضور نے باوجود اس برتری کے مسیح کے مقابلہ میں اپنے آپ کو کچھ چیز ہی نہیں سمجھا۔"

میرے نزدیک اصل وجہ حضرت اقدس کے یہ کہنے کی کہ " مجھ کو مسیح ابنِ مریم سے کیا نسبت ہے؟" تو یہی تھی جو شیخ مصری صاحب نے پہلے دی گئی عبارت میں بیان کی ہے کہ حضرت اقدس اپنے آپ کو نبی نہیں سمجھتے تھے بلکہ غیر نبی یا ولی سمجھتے تھے اور ولی خواہ کیسا ہی بلند مرتبہ تک پہنچ جائے وہ یہی کہے گا کہ میری نبی سے کیا نسبت ؟ مگر مجھے جناب شیخ صاحب کی یہ بات مسلّم نہیں کہ حضرتِ اقدس کے کمالات چونکہ اصالتاً نہیں گویا ظلّی ہیں اس لئے گو حضرت اقدس کے کمالات مسیح سے بڑھ کر تھے ، آپ ان کے ظلّیت کے واسطہ سے ملنے کی وجہ سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مقابلہ میں اپنے آپ کو کچھ چیز نہیں سمجھتے تھے کیونکہ یہ بات کہہ کر شیخ صاحب نے دو متناقض قول جمع کر دیا ہے جس سے اجتماع النقیضین لازم آرہا ہے جو ایک محال امر ہے۔ کیونکہ حضرت اقدس کے کمالات کو شیخ صاحب کا حضرت مسیح علیہ السلام کے کمالات سے بڑھ کر یعنی افضل بھی کہنا اور پھر ان کا یہ کہنا کہ ان کے اصالتاً نہ ہونے یعنی ظلّی ہونے کی وجہ سے حضور نے اپنے آپ کو حضرت

مسیح علیہ السلام کے مقابلہ میں کچھ چیز نہیں سمجھا۔ دو مختلف اور نقیض باتوں کا قائل ہونا ہے۔ کیونکہ کمالات کا بڑھ کر یا افضل ہونا اور پھر اُن کے ظلّی ہونے کی وجہ سے شیخ صاحب کا حضرت اقدس کو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مقابلہ میں کچھ چیز نہ سمجھنے کا موجب کہنا یعنی ادنی سمجھنے کا موجب قرار دینا صاف طور پر اجتماع النقیضین ہے۔

شیخ صاحب! سُنیئے!! حضرت اقدس کے ظلّی کمالات واقعی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے کمالات سے بڑھ کر یا افضل تھے۔ مگر ان افضل کمالات کے ظلّی ہونے کی وجہ سے حضرتِ اقدس نے یہ نہیں کہا کہ "مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے؟" بلکہ یہ کہنے کی وجہ یہی درست ہے کہ جو شیخ صاحب آپ نے پہلے بیان کی ہے کہ ولی گو کیسے ہی بلند مرتبہ پر پہنچ جائے وہ یہی کہے گا کہ میری نبی سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟

پس "مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے" کہہ کر حضرت اقدس نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کلیتہً نسبت رکھنے سے انکار نہیں کیا کیونکہ محدث بھی نبی کے مقابلہ میں ناقص نبی ہونے کی وجہ سے جزوی نسبت تو ضرور رکھتا ہے۔ ہاں کلّی نسبت یا کامل نسبت نہیں رکھتا۔ پس "کیا نسبت ہے" کے الفاظ میں اس وقت حضرت اقدس نے حضرت عیسٰی علیہ السلام سے کامل نسبت رکھنے سے انکار کیا ہے ورنہ جزئی نسبت تو آپ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے اس وقت سے بھی پہلے اپنے آپ کو محدث جاننے کی وجہ سے ضرور سمجھتے تھے۔ تبھی تو حضرت عیسٰی علیہ السلام پر اس وقت اپنی جزئی فضیلت کا اظہار کرتے تھے جو

جزئی فضیلت بھی تو ایک نسبت ہی ہے۔ ہاں یہ کلی یا کامل نسبت نہیں ہوتی۔ اس لئے حضرت اقدس اپنے حاصل کردہ ظلی کمالات کو نبوت کے بغیر اس وقت حضرت عیسٰی علیہ السلام سے افضل ہی سمجھتے تھے۔ تبھی ان پر جزئی فضیلت کے قائل تھے۔ لیکن چونکہ آپ اپنے آپ کو محدث یا ناقص نبی سمجھتے تھے اس لئے نبوت میں حضرت عیسٰی علیہ السلام سے ناقص نسبت سمجھنے کی وجہ سے آپ نے ازراہِ انکسار بصورت مبالغہ یہ فرمایا ہے کہ "مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے" جس طرح مبالغہ کے الفاظ میں ہی شیخ صاحب نے "کیا نسبت ہے" کا مفہوم یہ بتایا ہے کہ حضرت اقدس نے مسیح کے مقابلہ میں اپنے آپ کو کچھ چیز ہی نہیں سمجھا۔ ورنہ یہ تو شیخ صاحب کو بھی اعتراف ہے کہ حضرت اقدس اپنے کئی دوسرے کمالات میں اس وقت بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام سے بڑھ کر تھے۔ اس وقت الہام " اَنْتَ اَشَدُّ مُنَاسَبَةً بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَ اَشْبَهُ النَّاسِ بِهٖ خُلْقًا وَّ خَلْقًا وَّ زَمَانًا " کے رُو سے آپ نبوت کے بغیر حضرت عیسٰی علیہ السلام سے اپنی شدید مناسبت اور مشابہت ہی سمجھتے تھے۔ کیونکہ اس الہام کے یہ معنی ہیں کہ "تو عیسٰی ابن مریم سے شدید ترین مناسبت رکھتا ہے اور خُلق اور خلقت اور زمانہ کے لحاظ سے اس سے سب لوگوں سے بڑھ کر مشابہت رکھتا ہے"

حضرت اقدس نے حمامة البشریٰ "صفحہ ۷۷ پر لکھا ہے۔

" وَكَمْ مِنْ كَمَالٍ يُوْجَدُ فِى الْاَنْبِيَاءِ بِالْاِصَالَةِ يَحْصُلُ لَنَا اَفْضَلَ مِنْهُ وَ اَدْلٰى بِالطَّرِيْقِ الظِّلِّيَّةِ "

اس کا ترجمہ شیخ صاحب نے یہ لکھا ہے :-

" کتنے ہی کمالات جو انبیاء میں اصالتاً پائے جاتے ہیں ہم کو اُن سے افضل اور اعلیٰ حاصل ہوتے ہیں۔ مگر ظلی طور پر"

(رُوحِ اسلام صفحہ ۴۵)

پس جب حضرت اقدس کے ظلی کمالات حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے اصالتاً کمالات سے بڑھ کر تھے تو اُن کمالات کی وجہ سے حضرت اقدس اپنی حضرت عیسٰی علیہ السلام سے نسبت رکھنے سے انکار نہیں کر سکتے تھے۔ نسبت سے انکار آپ اسی وجہ سے کر سکتے تھے کہ حضور اپنے آپ کو نبی نہیں سمجھتے تھے اور حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو نبی سمجھتے تھے۔ ورنہ ان کمالاتِ ظلیہ کی وجہ سے ہی تو آپ اس وقت بھی حضرت عیسٰی علیہ السّلام پر اپنی جزئی فضیلت کے قائل تھے جو غیرنبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ پس شیخ صاحب کی پہلی بیان کردہ وجہ ہی درست ہے کہ حضرت اقدسؑ نے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو نبی اور اپنے آپ کو غیر نبی سمجھنے کی وجہ سے " مجھ کو مسیح ابن مریمؑ سے کیا نسبت ہے " کے الفاظ لکھے ہیں چنانچہ حضرت اقدس کی اپنی تحریر بھی یہی بتاتی ہے کہ

" اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین سے ہے "

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹)

پس جب تک حضرت اقدس نبوت میں حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے اپنی کامل نسبت نہ سمجھ لیتے اس وقت تک آپ اپنی تمام شان میں حضرت عیسٰی علیہ السّلام

سے افضل ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے تھے چنانچہ اسی لئے آپ نے تحریر فرمایا:۔

"مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اُس نے مجھے اس عقیدہ (جزئی فضیلت کے عقیدہ۔ ناقل) پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا"

(حقیقۃ الوحی، صفحہ ۱۵۰)

چونکہ اپنی تمام شان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر ہونے کا عقیدہ آپ اپنے آپ کو وحی الٰہی سے صریح طور پر نبی سمجھ لینے پر ہی اختیار کر سکتے تھے اس لئے اسی وقت ہی اختیار کیا۔ پس جب ظلی کمالات کے ساتھ حضرت اقدسؑ کو نبوت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کامل نسبت رکھنے کا علم ہو گیا تو آپ نے اس خیال کو بھی ترک فرما دیا کہ "مجھے مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے" اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جزئی فضیلت رکھنے کا عقیدہ بھی ترک کر کے ان سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کا اعلان فرما دیا اور پھر اپنی پچھلی تئیس سالہ وحی کو بھی جس میں آپ کے لئے نبی اور رسول کے الفاظ وارد تھے، صریح طور پر نبی کا خطاب یافتہ ہونے کی تائید میں ہی پیش کر دیا۔ اور "حقیقۃ الوحی" میں صاف طور سے تحریر فرما دیا کہ

"میں خدا تعالیٰ کی تئیس سالہ متواتر وحی کو کس طرح ردّ کر سکتا ہوں"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

گویا آپ کی پچھلی تئیس سالہ متواتر وحی میں بھی آپ کو نبی اور رسول خدا تعالیٰ کی طرف سے صریح طور پر ہی قرار دیا جاتا تھا مگر ابھی آپ پر یہ انکشاف نہیں

ہوا تھا کہ یہ الفاظ نبی اور رسول کے آپ کے لئے صریح ہیں اس لئے ان کی یہ تاویل کرنے کی ضرورت نہیں کہ آپ محدث ہیں جو نبوت ناقصہ رکھتا ہے اور نبوت ناقصہ رکھنے کی وجہ سے آپ کو اپنے الہامات میں نبی اور رسول کے نام دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح فضیلت سے متعلقہ سابقہ الہامات میں بھی حقیقۃً خدا تعالےٰ کی یہی مراد تھی کہ آپ اپنی تمام شان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہیں۔ اس لئے ان الہامات کی یہ تاویل کرنے کی ضرورت نہیں کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جزئی فضیلت رکھتے ہیں جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ مگر اس وقت آپ یہ دعوے نہیں کر سکتے تھے کیونکہ ابھی تک آپ پر صریح طور پر نبی کا خطاب دیا جانے کا انکشاف نہیں ہوا تھا جس کے بغیر ایسا دعویٰ کرنے کا آپ اپنے آپ کو حقدار قرار نہیں دے سکتے تھے۔

لفظ "اوائل" کی تشریح میں شیخ صاحب کا بیان

لفظ اوائل کی تشریح میں، شیخ مصری صاحب کا یہ بیان بھی ہمارے نزدیک درست ہے کہ

"حضور کا یہی عقیدہ چلا آتا تھا کہ ولی کو نبی کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔ اس واسطے حضور نے فرمایا کہ "اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا" یہ درست ہے کہ اس "اوائل" کے زمانہ کو ایک خاص وقت تک لے گئے ہیں" (روح اسلام صفحہ ۲۶)

"خاص وقت تک لے گئے" کے الفاظ سے شیخ صاحب کی مراد یہ ہے کہ اس الہام کے زمانہ تک لے گئے جو "کشتی نوح" مطبوعہ ۱۹۰۲ء میں حضور نے ان الفاظ

میں درج فرمایا ہے کہ
"مسیح محمدی، مسیح موسوی سے افضل ہے" (کشتی نوح صفحہ ۱۶)
شیخ صاحب کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ وہ "اوائل" کی تشریح میں اس اوائل کے زمانہ کے عقیدہ کو ۱۹۰۲ء کے مطبوعہ مندرجہ بالا الہام سے پہلے تک ممتد قرار دیتے ہیں اور اس طرح آپ حضرت اقدس کے دعویٰ مسیح موعود کے بعد تبدیلیٔ عقیدہ کے قائل ہیں۔ اور مولوی محمد علی صاحب مرحوم کی تحریروں سے آپ معلوم کر چکے ہیں کہ وہ اوائل کے زمانہ کو صرف دعویٰ مسیح موعود سے پہلے کے زمانہ سے ہی متعلق قرار دیتے ہیں اور دعویٰ مسیح موعود کے بعد حضرت اقدس کے عقیدۂ فضیلت و عقیدۂ نبوت میں کسی تبدیلی کے قائل نہیں۔ لیکن شیخ صاحب دعوئے مسیح موعود کے بعد فضیلت کے عقیدہ میں تو ایک تبدیلی کے قائل ہیں۔ البتہ نبوت کے عقیدہ میں کسی تبدیلی کے قائل نہیں۔ بہر حال شیخ صاحب کا نظریہ اس لحاظ سے مولوی محمد علی صاحب کے بھی خلاف ہے اور ہمارے بھی خلاف ہے۔

شیخ مصری صاحب کے نظریہ کی خامی

قارئین کرام! آپ پر مولوی محمد علی صاحب کے "حقیقۃ الوحی" کی زیر بحث عبارات کے متعلق تشریحی نظریہ کی خامی تو ظاہر ہو چکی ہے۔ اب شیخ مصری صاحب کے نظریہ کی خامی بیان کی جاتی ہے۔ آپ شیخ مصری صاحب کے نظریہ سے متعلقہ عبارتوں سے جو پہلے درج کی جا چکی ہیں واقف ہو چکے ہیں۔ ان کی ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ شیخ صاحب موصوف "حقیقۃ الوحی"

کی زیر بحث عبارت کے نبوّت کے عقیدہ میں تبدیلی کے ذکر پر مشتمل ہونے کے قائل نہیں بلکہ وہ اس عبارت کو صرف فضیلت کے عقیدہ میں ہی ایک برائے نام تبدیلی واقع ہونے کے ذکر پر مشتمل سمجھتے ہیں چنانچہ وہ بطور دلیل لکھتے ہیں:۔

"نبی اور غیر نبی ہونے کے متعلق کوئی سوال ہی نہ تھا۔ نہ ہی حضورؑ اسے زیر بحث لائے۔ سوال تو صرف اتنا ہی تھا کہ غیر نبی یعنی ولی نبی سے افضل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ حضور نے فرما دیا۔ ہو سکتا ہے گو فضیلت جزوی ہی رہے گی" (رُوحِ اسلام صفحہ ۲۷)

شیخ مصری صاحب کا اتنا بیان تو درست ہے کہ سوال نبی یا غیر نبی سے متعلق نہ تھا۔ مگر ان کا یہ بیان بالکل غلط ہے کہ "سوال تو صرف اتنا ہی تھا کہ غیر نبی یعنی ولی نبی سے افضل ہو سکتا ہے یا نہیں؟" سوال کا یہ مفہوم محض شیخ صاحب کا خیالی اور اختراعی مفہوم ہے۔ ورنہ سوال کا مفہوم اس کے الفاظ کے لحاظ سے دراصل یہ ہے کہ "تریاق القلوب" کی عبارت میں حضرت اقدسؑ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام پر اپنی جزئی فضیلت کا اظہار کیا ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے اور ریویو کی عبارت میں آپ نے اپنے آپ کو اپنی تمام شان میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے بہت بڑھ کر قرار دیا ہے۔ آپ کی ان دو نو عبارتوں میں تناقض ہے۔ گویا سائل کو جزئی فضیلت کے عقیدہ میں اور اپنی تمام شان میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہونے کے عقیدہ میں تناقض دکھائی دیا ہے جسے اس نے بصورت اعتراض پیش کر دیا ہے۔ پس جناب شیخ صاحب کا یہ کہنا درست نہیں کہ "سوال تو صرف اتنا ہی تھا کہ غیر نبی، نبی سے افضل،

ہو سکتا ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ شیخ مصری صاحب نے سوال کا یہ غلط مفہوم
لے کر ہی اس پر اپنے نظریہ کی عمارت قائم کی ہے۔ چونکہ سوال کا یہ مفہوم تھا ہی
نہیں اس لئے شیخ مصری صاحب نے اپنا نظریہ محض ایک فاسد بنیاد پر قائم کیا
ہے۔ اس لئے اس فاسد بنیاد پر انہوں نے جو عمارت تعمیر کرنے کی کوشش کی
ہے وہ بھی بناء فاسد علی الفاسد کی مصداق ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ سائل نے حضرت اقدس کی دونوں عبارتوں میں
تناقض قرار دیا ہے۔ اس نے یہ سوال ہرگز نہیں کیا کہ غیر نبی، نبی سے افضل
ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور نہ حضرت اقدس نے اسے یہ جواب دیا ہے کہ افضل
ہو سکتا ہے گو فضیلت اس کی جزوی ہی رہے گی"

پس جس طرح سائل کا سوال یہ نہیں کہ غیر نبی، نبی سے افضل ہو سکتا
ہے یا نہیں؟ اسی طرح حضرت اقدس نے بھی اس جگہ یہ جواب نہیں دیا کہ
"(افضل) ہو سکتا ہے گو فضیلت اس کی جزوی ہی رہے گی" بلکہ حضرت اقدس
نے اپنے جواب میں سائل کی طرف سے پیش کردہ اپنی دونو عبارتوں میں
تناقض تسلیم کر کے اس سوال کے جواب میں اپنی دونو عبارتوں میں سے پہلی
عبارت کا تعلق نبی نہ ہونے اور دوسری عبارت کا تعلق بارش کی طرح وحی
الٰہی سے صریح طور پر نبی کا خطاب پانے سے قرار دیا ہے۔ چنانچہ پہلے عقیدہ
کے ذکر میں حضور کے جواب کا مفہوم یہ ہے کہ میرا حضرت عیسیٰ علیہ السلام
پر اپنی جزئی فضیلت کے عقیدہ کا اظہار جو ایک غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے
اس وقت تک تھا جب تک میں نبوت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی

کامل نسبت نہیں سمجھتا تھا۔ اور دوسرے عقیدے کے اظہار میں حضور کے جواب کا مفہوم یہ ہے کہ میں نے حضرت عیسٰے علیہ السلام پر اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کے عقیدہ کا اظہار اس وقت کیا جب بارش کی طرح وحی الٰہی میں مجھے صریح طور پر (کھلے کھلے طور پر) نبی کا خطاب دیا گیا۔ یعنی کھلے کھلے طور پر نبوت میں حضرت عیسٰی علیہ السلام سے کامل نسبت رکھنے کا انکشاف ہو گیا۔ گویا یہ فرما رہے ہیں کہ جب مجھے عیسٰی علیہ السلام سے نبوت میں پوری نسبت رکھنا سمجھ میں آگیا تو اس وقت سے میں حضرت عیسٰے علیہ السلام پر اپنی جزئی فضیلت کے عقیدہ پر قائم نہیں رہا اور اس کی بجائے میں نے اپنی تمام شان میں حضرت عیسٰی علیہ السلام سے افضل ہونے کا عقیدہ اختیار کر لیا ہے۔ چنانچہ حضور کے جواب کے الفاظ پر غور فرمائیں۔ جو یہ ہیں کہ

"اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کے متعلق ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالٰے کی بارش کی طرح وحی الٰہی میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹ - ۱۵۰)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ سائل کے سوال میں تو گو دو ایسی عبارتیں

پیش کی گئی ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حضرت اقدس کی فضیلت کا مسئلہ بیان ہوا ہے اور ان دونوں عبارتوں میں سائل نے تناقض قرار دیا ہے مگر حضرت اقدس نے سائل کے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی جزئی فضیلت کے عقیدہ کو جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے، اپنے نبی نہ ہونے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کے عقیدہ کو بارش کی طرح وحی الٰہی سے صریح طور پر نبی کا خطاب پانے سے وابستہ قرار دیا ہے اور جزئی فضیلت کے عقیدہ کو پہلے زمانہ کا عقیدہ قرار دیا ہے جبکہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نبوت میں اپنی کامل نسبت نہیں سمجھتے تھے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی اور اپنے آپ کو محدث یعنی ناقص نبی قرار دیتے تھے اور اپنی تمام شان میں حضرت مسیح ابن مریم سے بہت بڑھ کر ہونے کے عقیدہ کو بعد کا عقیدہ قرار دیا ہے جسے آپ نے پہلا عقیدہ ترک کر کے اختیار کرنا بیان فرمایا ہے۔ پس جب اس دوسرے عقیدہ کو آپ نے بارش کی طرح وحی الٰہی سے صریح طور پر نبی کا خطاب پانے سے وابستہ قرار دیا ہے تو علت موجبہ اس دوسرے عقیدہ کی صریح طور پر نبی کے خطاب پانے کا انکشاف ہے۔ ورنہ اگر صریح طور پر نبی کا خطاب پانے کا انکشاف نہ ہو چکا ہوتا اور یہ خطاب نبوت میں کامل نسبت کے مترادف نہ ہوتا تو سنہ ۱۹۰۲ء میں مطبوعہ الہام مندرجہ کشتی نوح صفحہ ۱۶ "مسیح محمدی، مسیح موسوی سے افضل ہے" کے الفاظ کی بھی آپ یہی توجیہہ کر لیتے کہ اس الہام میں مسیح محمدی کی مسیح موسوی پر جزئی فضیلت کا ہی ذکر ہے۔

جیسے آپ اپنی فضیلت کے متعلق اس سے پہلے نازل شدہ الہامات کی یہ توجیہ کر لیتے تھے۔ لیکن اب جب آپ پر یہ انکشاف ہو گیا کہ آپ اپنے الہامات متواترہ میں صریح طور پر نبی قرار دیئے گئے ہیں تو آپ نے کشتی نوح کے اس الہام کی یہ توجیہہ نہ کی کہ یہ الہام جزئی فضیلت کے بیان پر مشتمل ہے جو غیر نبی یعنی ولی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ بلکہ اس الہام کو اپنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر علی الاطلاق (یعنی بلا قید جزئی فضیلت کے) افضلیت پر مشتمل یقین کر لیا اور پہلے عقیدہ کو ترک کر دیا جو ایسی جزئی فضیلت کا عقیدہ تھا جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے اور یہ اعلان فرما دیا کہ

> "خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے"
>
> (ریویو جلد اوّل نمبر ۶ صفحہ ۲۵۷)

پس عقیدہ نبوت میں تبدیلی ہی اپنی تمام شان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہونے کا عقیدہ اختیار کرنے کی علت موجبہ ہے اور افضلیت والا یہ الہام کہ "مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے" صریح طور پر نبی سمجھنے کا موید ہے۔ لہٰذا فضیلت کے عقیدہ میں تبدیلی، نبوت کے عقیدہ میں تبدیلی کی فرع ہے اور نبوت کے عقیدہ میں تبدیلی اس فرع کی اصل ہے۔

دونوں عقیدوں میں تناقض کی منطقی صورت

حضرت اقدس علیہ السلام کے جواب سے ظاہر ہے کہ حضور نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی جزئی فضیلت

کے عقیدہ اور اپنی تمام شان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہونے کے عقیدہ میں تناقض تسلیم فرمایا ہے اور اسے اس قسم کا تناقض قرار دیا ہے جس قسم کا تناقض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آسمان سے نازل ہونے اور آپ کے اپنے آپ کو مسیح موعود مان لینے میں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصالتاً آسمان سے نازل ہونے کا عقیدہ حیات مسیح کو مستلزم ہے اور حضرت اقدس کا خود کو مسیح موعود مان لینا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عدمِ حیات یعنی وفات کو مستلزم ہے۔ چونکہ حیات مسیح کی نقیض عدمِ حیاتِ مسیح ہے جو اپنے لازم المساوی وفاتِ مسیح کو مستلزم ہے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصالتاً آسمان سے نازل ہونے اور حضرت اقدس علیہ السلام کے اپنے آپ کو مسیح موعود مان لینے میں تناقض ہے اور دونوں عقیدوں میں تناقض ہونے کی وجہ سے یہ دونوں عقیدے بیک وقت صادق قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ اسی طرح حضرت مسیح ابن مریمؑ سے حضرت اقدسؑ کی جزئی فضیلت کا عقیدہ اور حضرت مسیح علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کا عقیدہ دو ایسے عقیدے ہیں جو حضرتِ اقدسؑ کے بیان کے مطابق باہم تناقض رکھنے کی وجہ سے بیک وقت حضرت مسیح موعودؑ کے وجود میں صادق نہیں آ سکتے بلکہ پہلے عقیدہ کو ترک کرنے پر ہی دوسرا عقیدہ آپ کے وجود میں صادق آسکتا ہے اسی لئے آپؑ نے پہلے عقیدہ پر قائم نہ رہنا بالفاظ دیگر اس کا ترک کر دینا بیان کیا ہے۔

پہلا عقیدہ یہ تھا کہ " یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ یہ عبارت ایک قضیہ موجبہ ہے۔ منطقی طور پر اس قضیہ موجبہ کی اصل نقیض یہ ہے کہ " یہ ایک ایسی جزئی فضیلت نہیں جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے " یہ قضیہ سالبہ ہے۔ اس نقیض کا لازم المساوی یہ قضیہ موجبہ ہو گا۔ کہ " یہ ایک ایسی فضیلت ہے جو نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے " جو امر نقیض کا لازم المساوی ہو، وہ بھی نقیض ہی ہوتا ہے۔ جیسے حیات مسیح کی نقیض تو عدم حیات مسیح ہے اور وفات مسیح عدم حیات کی لازم المساوی ہو کر نقیض ہے۔ لہذا جزئی فضیلت جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے، کی لازم المساوی نقیض یہ ہوئی کہ " یہ ایک ایسی فضیلت ہے جو نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے اور اپنی تمام شان میں حضرت عیسٰی علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہونا جزئی فضیلت کے عقیدہ کے متناقض عقیدہ اس لئے ہوا کہ جزئی فضیلت کا عقیدہ ایسی جزئی فضیلت کو چاہتا ہے جو غیر نبی یا ولی کو نبی پر ہو سکتی ہے اور حضرت مسیح موعود کو اپنی تمام شان میں حضرت عیسٰی علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہونے کا عقیدہ ایسی فضیلت کو چاہتا ہے جو صرف ایک نبی کو نبی پر ہوتی ہے۔ پس پہلا عقیدہ جزئی فضیلت والا غیر نبی ہونے کو مستلزم ہے اور دوسرا عقیدہ اپنی تمام شان میں حضرت عیسٰی علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہونے کا حضرت اقدسؑ کے نبی ہونے کو مستلزم ہے۔ لہذا حضرت اقدس کی نبوت اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت میں نفس نبوت کے لحاظ سے تساوی کی نسبت ثابت ہوئی۔ اور حضرت اقدس علیہ السلام کی یہ نبوت آپ کے باقی

فضائل مخصوصہ کے ساتھ مل کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کا موجب ہوئی۔ پس نبوت کے عقیدہ میں تبدیلی بطور اصل کے ہوئی اور فضیلت کے عقیدہ میں تبدیلی اس کی فرع ہوئی۔ اور شیخ مصری صاحب کا یہ وہم باطل ثابت ہوا کہ حضرت اقدس ؑ کے جواب کی عبارت میں عقیدۂ نبوت میں تبدیلی کا کوئی ذکر نہیں۔

لہٰذا جب یہ ثابت ہو گیا کہ " یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے " کی نقیض یہ ہے کہ یہ ایک جزئی فضیلت نہیں جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے " اور اس کے لازم المساوی نقیض یہ ہے کہ " یہ ایک ایسی فضیلت ہے جو نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے " تو حضرت اقدس کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کا عقیدہ اس جزئی فضیلت کے عقیدہ سے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ متناقض عقیدہ ہونے کی وجہ سے آپ کی نبوت کو مستلزم ہوا۔ لہٰذا اب خواہ اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کو جزئی فضیلت کے پہلے عقیدہ سے امتیاز کے لئے "کلی فضیلت" کا نام دیا جائے۔ ان معنوں میں کہ آپ اپنی مجموعی شان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہیں یا اسے ایسی جزئی فضیلت قرار دیا جائے جو صرف نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ دونوں صورتوں میں حضرت اقدس علیہ السلام کا نبی ہونا ثابت ہے۔ لہٰذا شیخ مصری صاحب کا یہ لکھنا کہ تبدیلی عقیدہ کے بعد بھی آپ کی فضیلت جزوی ہی رہی۔ ان معنوں میں تو تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اسے ایسی جزئی فضیلت قرار دیا جائے

جو صرف نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ لیکن ان معنوں میں درست قرار نہیں دیا جاسکتا کہ اس سے آپ کے مقام پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ اور فضیلت پہلے کی طرح ایسی جزوی فضیلت ہی رہی جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے کیونکہ اس سے دونوں عقیدوں میں کوئی تناقض پیدا نہیں ہوتا۔ مگر شیخ مصری صاحب ہمیں یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ تبدیلی صرف افضل کا لفظ استعمال نہ کرنے اور بعد میں افضل کا لفظ استعمال کرنے میں ہوئی ہے۔ ورنہ حضرت اقدس کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فضیلت پہلے کی طرح ایسی جزوی ہی رہی جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

"افضل کا لفظ استعمال نہ کرنا اور بعد میں کرنا اس لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس تبدیلی سے حضور کے اصل مقام پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ حضور کا مقام بہر حال اولیاء اللہ کا فرد ہونے کا ہی رہتا ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی"

(رُوحِ اسلام صفحہ ۲۶)

شیخ مصری صاحب کی یہ بات ہم باور کرنے کو اس لئے تیار نہیں کہ حضرت اقدس ؑ نے "تریاق القلوب" اور ریویو کی زیر بحث دونوں عبارتوں میں تناقض تسلیم فرمایا ہے۔ اور تناقض کی منطقی صورت یہی ہے کہ پہلا متروک عقیدہ ایسی جزئی فضیلت کا ہو جو غیر نبی یعنی ولی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ اور دوسرا عقیدہ ایسی جزئی فضیلت کا نہ ہو جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے بلکہ ایسی فضیلت کا ہو جو صرف نبی کو ہی نبی پر ہو سکتی ہے۔ لہذا حضرت اقدس

کا یہ عقیدہ کہ آپ اپنی تمام شان میں حضرت مسیح ابن مریمؑ سے بہت بڑھ کر ہیں۔ آپ کی نبوت کو مستلزم ہے اور نبوّت کے عقیدہ میں تبدیلی کی وجہ سے ہی آپ نے یہ اعلان فرمایا ہے کہ آپ حضرت عیسٰے علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہیں۔ اگر شیخ مصری صاحب علم منطق سے واقف ہیں تو پھر یہ ان کی بڑی فروگذاشت ہے کہ دونوں عبارتوں میں تناقض تسلیم کرنے کے باوجود وہ یہ لکھ رہے ہیں کہ تبدیلی صرف پہلے افضل کا لفظ استعمال نہ کرنے اور بعد میں استعمال کرنے میں ہوئی ہے۔ اور اس تبدیلی سے آپ کے اصل مقام پر کوئی اثر نہیں پڑتا حضور کا مقام بہرحال اولیاء کا فرد ہونے کا ہی رہتا ہے۔ کیونکہ اس خیال کا نتیجہ وہ خود یہ بیان کرتے ہیں کہ

" اب (تبدیلی عقیدہ کے بعد۔ ناقل) آپ نے جزئی فضیلت اور افضلیت دونوں کو اپنے وجود میں جمع کر لیا ہے "

(رُوحِ اسلام صفحہ ۱۶)

جب بقول شیخ مصری صاحب جزئی فضیلت اور افضلیت کے دونوں عقیدوں کو حضور نے اپنے وجود میں جمع کر لیا ہے تو پھر دونوں عقیدوں میں کوئی تناقض نہیں رہتا۔ کیونکہ تناقض کی صورت تسلیم کرنے کی صورت میں تو فضیلت کا پہلا عقیدہ فضیلت کے دوسرے متناقض عقیدہ کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا کیونکہ دو متناقض عقیدوں کے ایک زمانہ میں ایک وجود میں جمع ہونے سے اجتماع النقیضین لازم آتا ہے جو امر محال ہے۔ لہٰذا جزوی فضیلت اور افضلیت دونوں کا حضرت اقدس علیہ السلام کے وجود میں جمع شدہ تسلیم کرنا

مستلزم محال ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ پس جزوی فضیلت اور افضلیت کے دونوں عقیدوں میں سے اب دوسرا عقیدہ ہی آپ کے وجود میں متحقق ہو سکتا ہے کیونکہ حضرت اقدسؑ نے "حقیقۃ الوحی" کی زیر بحث عبارت میں پہلے عقیدہ پر قائم نہ رہنا اور دوسرے عقیدہ کو اختیار کرنا بیان فرمایا ہے نہ کہ دونوں عقیدوں کا اپنے وجود میں جمع ہونا۔

جب دونوں عقیدوں میں آپ نے تناقض تسلیم کیا ہے جس قسم کا تناقض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصالتاً آسمان سے نازل ہونے کے عقیدے اور حضرت اقدسؑ کے اپنے آپ کو مسیح موعود مان لینے میں ہے تو ظاہر ہے کہ تناقض کی وجہ سے یہ دونوں عقیدے جن میں ایک حیاتِ مسیح اور دوسرا وفاتِ مسیح پر مشتمل ہے صادق نہیں ہو سکتے۔ ان میں سے آخری عقیدہ ہی صادق ہے جو وفاتِ مسیح کو مستلزم ہے۔ اسی طرح جزئی فضیلت کا پہلا عقیدہ اور افضلیت کا دوسرا عقیدہ دونوں باہم تناقض رکھنے کی وجہ سے حضرت اقدسؑ کے وجود میں جمع نہیں ہو سکتے کیونکہ ان دونوں کا آپ کے وجود میں جمع ہونا حضرت اقدسؑ کے اس بیان کے خلاف ہے جس میں حضور نے پہلے عقیدہ پر قائم نہ رہنا اور اس کی بجائے دوسرے عقیدہ کو اختیار کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔

دیکھئے! حضور سائل کے جواب میں صاف تحریر فرماتے ہیں کہ

"اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اسے جزئی فضیلت

قرار دیتا تھا (یعنی ایسی جزئی فضیلت جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے
حسب تحریر تریاق القلوب صفحہ ۱۵۷- ناقل) مگر بعد میں جو خدا تعالےٰ
کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی - اس نے مجھے اس عقیدہ
پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس
طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی "

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹، ۱۵۰)

پس حضرت اقدس کا جزئی فضیلت والے عقیدہ پر قائم نہ رہنا اور اس
کے متناقض اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کا عقیدہ اختیار کر لینا اس امر
کی روشن دلیل ہے کہ شیخ مصری صاحب کا یہ بیان سراسر باطل ہے کہ
" اب آپ نے جزئی فضیلت اور افضلیت دونوں کو اپنے وجود
میں جمع کر لیا ہے " (روح اسلام صفحہ ۱۶)

فَلْيَتَدَبَّرْ مَنْ كَانَ لَهُ عَقْلٌ سَلِيمٌ۔

شیخ صاحب کے نظریہ میں تبدیلی صرف افضل نہ کہنے اور افضل کہنے میں ہوئی ہے

شیخ صاحب دونو عقیدوں میں تناقض بھی تسلیم کرتے ہیں اور یہ بھی
تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت اقدسؑ نے خود بھی دونوں عقیدوں میں تناقض تسلیم
کیا ہے۔ مگر وہ تناقض کا وقوع صرف پہلے افضل نہ کہنے اور بعد میں افضل
کہنے میں قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-
" سائل کے سوال سے ظاہر ہے کہ اس کو حضور کی دونوں عبارتوں میں

تناقض تو ضرور نظر آیا ہے۔ اور فی الحقیقت تناقض ہے بھی اور خود
حضور نے بھی جواب دیتے وقت اس تناقض کو تسلیم کیا ہے جیسا
کہ احباب کرام پر جواب پڑھتے وقت ظاہر ہو جائے گا۔ لیکن سائل
کے ذہن میں یہ ہرگز نہیں آیا کہ حضور نے پہلی تحریروں کے خلاف
جن میں حضور اپنے آپ کو غیر نبی لکھا کرتے تھے اب اپنی مندرجہ بالا
دونوں کتابوں میں اپنے آپ کو زمرۂ انبیاء کے فرد کے (طور پر ناقل)
پیش کیا ہے۔ اس کے ذہن میں جو تناقض آیا ہے وہ صرف یہی
ہے کہ حضور پہلے اپنے آپ کو حضرت مسیح ناصری سے بڑھ کر یا افضل
نہیں لکھا کرتے تھے مگر ان دونوں مذکورہ بالا کتابوں" دافع البلاء"
اور "کشتی نوح" میں بڑھ کر یا بالفاظ دیگر افضل لکھا ہے۔ اس نے
یہ سوال ہرگز نہیں کیا کہ پہلے آپ اپنے آپ کو غیر نبی لکھا کرتے تھے
اب آپ نے اپنے آپ کو نبی لکھ دیا ہے"

(رُوحِ اسلام صفحہ ۷)

گویا شیخ صاحب کے نزدیک تناقض پہلے جزئی فضیلت کے ساتھ افضل
نہ کہنے اور بعد میں اسی جزوی فضیلت کے ساتھ افضل کہنے میں واقع ہوا ہے۔

شیخ صاحب کی دلیل کا ابطال

اگر بطور تنزّل ہم شیخ صاحب کی یہ بات درست تسلیم کر لیں
کہ سائل کے ذہن میں صرف یہ بات آئی تھی کہ حضور پہلے اپنے آپ کو حضرت
مسیح ناصری سے بڑھ کر یا افضل نہیں لکھا کرتے تھے۔ مگر ان دونوں مذکورہ

بالا کتابوں (دافع البلاء اور کشتیٔ نوح) میں بڑھ کر یا بالفاظ دیگر "افضل" لکھا ہے۔ تو اس امر کو تسلیم کر کے بھی جب ہم حضرت اقدس کے جواب والی عبارت پر غور کرتے ہیں تو ہمیں پہلے افضل نہ کہنے کی وجہ اس عبارت سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ تبدیلی عقیدہ سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبوت میں حضرت عیسٰے علیہ السلام سے اپنی کامل نسبت نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ اس زمانہ میں آپ اپنے آپ کو نبی محدَّث کے معنوں میں کہتے تھے جو ظلّی طور پر نبوت ناقصہ رکھتا ہے۔ نبی نہیں ہوتا۔ اس لئے حضرت عیسٰی علیہ السلام سے جزئی یا ناقص نسبت رکھنے کی وجہ سے جب حضور پر کسی الہام کے ذریعہ حضرت مسیح علیہ السلام پر فضیلت کا اظہار ہوتا تھا تو آپ اپنے آپ کو حضرت عیسٰی علیہ السلام سے علی الاطلاق افضل نہیں کہتے تھے بلکہ ان پر صرف جزئی فضیلت رکھنے کا اظہار کرتے تھے جو ایک غیر نبی یا ولی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ مگر جب متواتر وحی میں آپ کو صریح طور پر نبی کا خطاب دیا جانا علم میں آیا تو پھر حضرت عیسٰے علیہ السلام سے نبوت میں اپنی کامل نسبت سمجھ لینے کی وجہ سے اس الہام کے نازل ہونے پر کہ "مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے" (کشتی نوح صفحہ ۱۶ مطبوعہ ۱۹۰۲ء) آپ نے اپنے آپ کو حضرت عیسٰی علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر قرار دے دیا۔ یا بالفاظ دیگر ان سے افضل ہونے کا اعلان فرما دیا۔ چنانچہ یہ اعلان حضور نے اپنی کتاب "دافع البلاء" اور ریویو جلد اوّل میں فرمایا۔

پس بالفرض اگر حضرت اقدس پہلے اپنے آپ کو حضرت عیسٰی علیہ السلام

سے افضل نہیں لکھتے اور کہتے تھے۔ تو نبوت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی کامل نسبت سمجھ لینے پر آپ اپنے آپ کو اُن سے افضل لکھنے اور کہنے لگے۔ پس پہلے افضل نہ کہنے اور نہ لکھنے کی علت باوجود فضیلت کے الہامات ہونے کے اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بالمقابل نبی نہ سمجھنا تھی۔ اور اپنی تمام شان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے کے اعلان کی علت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نبوت میں اپنی کامل نسبت سمجھ لینا ہے۔ کیونکہ جو شخص ایک نبی سے نبوت میں کامل نسبت نہ رکھے وہ اس سے افضل ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کا یہ دعویٰ محض کذب و افتراء بن جاتا ہے۔ کیونکہ کجا نبی اور کجا غیر نبی۔ پس حضرت اقدس کا پہلے اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل نہ کہنا اور نہ لکھنا اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بالمقابل ناقص اور جزئی نبی اور محض محدث سمجھنے کی وجہ سے تھا اور اپنی تمام شان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل کہنا اور لکھنا نبوت میں ان سے کامل نسبت کا علم حاصل ہو جانے کی وجہ سے ہے ورنہ ناقص شانِ نبوت رکھنے والا ایک کامل شانِ نبوت رکھنے والے کے مقابلہ میں اپنی تمام شان میں افضل ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ناقص کو کامل سے کیا نسبت!

پس حضورؑ کا تبدیلیٔ عقیدہ کے وقت یہ لکھنا کہ

"خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے" (ریویو جلد اوّل نمبر ۶ صفحہ ۲۷۵ و دافع البلاء)

اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ جب آپ اپنی تمام شان میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے افضل ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں تو حضور کی "اپنی شان" میں حضور کی شانِ نبوت بھی داخل ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شانِ نبوت سے کم درجہ کی ہرگز نہیں بلکہ مساوی درجہ کی ہے کیونکہ مساوی درجہ کی شانِ نبوت ہی باقی فضائلِ مخصوصہ کے ساتھ مل کر حضور کے اپنی تمام شان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے کی علت ہو سکتی ہے۔ چونکہ حضور تبدیلیٔ عقیدہ کے بعد اپنے وجود میں کامل شانِ نبوت کا تحقق یقین کرتے تھے۔ اسی لئے اُس زمانہ میں آپ نے یہ تحریر فرما دیا کہ

"دونو سلسلوں (سلسلہ موسوی و سلسلہ محمدی۔ ناقل) کا تقابل پُورا کرنے کے لئے ضروری تھا کہ موسوی مسیح کے مقابل پر محمدی مسیح بھی شانِ نبوت کے ساتھ آوے تا اس نبوتِ عالیہ (محمدیہ۔ ناقل) کی کسرِ شان لازم نہ آوے"

(نزول المسیح صفحہ ۴)

اب اگر شیخ صاحب یہ کہیں کہ حضرت اقدسؑ شانِ نبوت ناقص طور پر رکھتے تھے اور محض محدّث تھے، نبی نہ تھے تو اس سے دونو سلسلوں کا تقابل بھی پورا نہیں ہوتا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوتِ عالیہ کی کسرِ شان بھی لازم آتی ہے۔ کیونکہ اس صورت میں بقول شیخ صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو نبی ہوئے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آخری

خلیفہ تھے اور حضرت مسیح موعود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری خلیفہ تو ہیں مگر غیر نبی ہیں۔ حالانکہ دونوں سلسلوں کا تقابل دونو سلسلوں میں آنے والے مسیح موعود کے نبی ہونے سے ہی پورا ہو سکتا ہے۔ پس مسیح محمدی مسیح موسوی کے بالمقابل کامل شانِ نبوت رکھنے والا ہوا۔ اور نفسِ نبوت کے لحاظ سے نبی ہوا۔ اور چونکہ پہلے مسیح نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر براہ راست مقامِ نبوّت پایا تھا اور مسیح محمدی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی قوتِ قدسیہ سے مقامِ نبوّت پایا ہے۔ اس لئے اس طرح بالواسطہ نبوت پانے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی قوتِ قدسیہ کا کمالِ فیضان بھی ثابت ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ یعنی بعض رسُول بعض رسُولوں سے افضل درجات میں ہی ہوتے ہیں ورنہ نفسِ نبوت کے لحاظ سے وہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ کے مصداق ہوتے ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السّلام بھی حضرت عیسٰے علیہ السّلام سے رسُول ہونے میں مساوی ہو کر ہی باقی فضائل مخصوصہ میں بڑھ کر ہیں۔ اسی لئے آپ نے اپنے آپ کو اپنی تمام شان میں حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے بہت بڑھ کر قرار دیا ہے ایک غیر نبی بھلا ایک نبی کے بالمقابل اپنی تمام شان میں اُس نبی سے افضل ہونے کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے؟

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ تبدیلی پہلے افضل نہ کہنے اور بعد میں افضل کہنے میں ہوئی ہے تو حضرت اقدس کے جواب سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے افضل نہ کہنے کی علت اپنے آپ کو حضرت مسیح علیہ السلام کے بالمقابل نبی نہ سمجھنا تھا اور بعد میں افضل کہنے کی علت حضرت مسیح علیہ السلام کے بالمقابل وحی الٰہی سے صریح طور پر نبی کا خطاب پانے اور پوری شانِ نبوت رکھنے کا انکشاف تھا۔

شیخ مصری صاحب کو اس جگہ افغانستان کے بادشاہ اور وائسرائے کی مثال کوئی فائدہ نہیں دے سکتی کیونکہ وائسرائے بادشاہ نہیں ہوتا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری خلیفہ (نائب) بھی ہیں۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بالمقابل شانِ نبوت رکھنے کی وجہ سے نبی بھی ہیں۔ ہم لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے آپ کو حقیقۃً روحانی شہنشاہ کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں جن کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُمت محمدیہ کے لئے ایک روحانی بادشاہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وائسرائے تو بادشاہ نہیں ہوتا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :-

"مَیں نبی اور رسول ہوں۔ یعنی باعتبار ظلیّت کاملہ وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوّت کا کامل انعکاس ہے"

(نزول المسیح صفحہ ۳)

پس وائسرائے کی مثال اس جگہ منطبق نہیں ہو سکتی کیونکہ حضرت اقدس

ظلّی نبی اور رسُول ہیں ۔ اور ظلّی نبوت کاملہ کا ملنا براہ راست ملنے والی نبوّت سے ادنیٰ درجہ نہیں رکھتا۔ کیونکہ حضرت اقدس علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :۔

"کتنے ہی کمالات ہیں جو انبیاء میں اصالتاً پائے جاتے ہیں اور ہم کو اُن سے افضل اور اعلیٰ ملتے ہیں مگر ظلّی طور پر (یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے فیض پاکر۔ ناقل)

(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۷)

پس حضرت اقدس کا کامل ظلّی نبی یا اُمتی نبی ہونا حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بالمقابل کامل شانِ نبوت رکھنے میں مانع نہیں۔ بلکہ آپ کے حضرت عیسٰی علیہ السلام سے افضل ہونے میں دخیل ہے اور آپ کی نبوّت حضرت عیسٰی علیہ السلام سے افضل ہونے میں دخیل بھی ہوسکتی ہے جب یہ نبوّت حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوّت سے کم درجہ کی نہ ہو۔ اگر آپ کی نبوّت کو شیخ مصری صاحب حضرت عیسٰی علیہ السلام سے کم درجہ کی قرار دیتے ہیں تو پھر معاذ اللہ حضرت اقدس کا یہ دعویٰ باطل ہوجاتا ہے کہ آپ اپنی تمام شان میں حضرت مسیح ابن مریمؑ سے بہت بڑھ کر ہیں۔ کیونکہ کم درجہ کی نبوّت آپ کے افضل ہونے میں دخیل ہو ہی نہیں سکتی بلکہ آپ کے ادنیٰ ہونے کی متقاضی ہوگی اور اپنی تمام شان میں افضل ہونے میں روک ہوگی۔

پس حضرت اقدس علیہ السلام کا حضرت مسیح ابن مریمؑ سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونا آپ کے کامل ظلّی نبی ہونے کو چاہتا ہے۔ اور آپ کا کامل ظلّی نبی ہونا آپ کے نبی ہونے کو مستلزم ہے۔ لہٰذا حضرت اقدس علیہ السلام

کے جواب سے ظاہر ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو نبی سمجھ لینے پر ہی حضرت عیسٰی علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں افضل ہونے کا عقیدہ اختیار فرمایا ہے

ماحصل بحث

پس ماحصل اس بحث کا یہ ہوا کہ حضرت اقدسؑ کے متعلق شیخ مصری صاحب کے اس نظریہ کو بطور تنزل تسلیم کر لینے کی صورت میں بھی کہ تبدیلی اس امر کی ہوئی ہے کہ پہلے حضرت اقدسؑ اپنے آپ کو حضرت عیسٰی علیہ السلام سے افضل نہیں کہتے تھے اور بعد میں افضل کہنے لگے۔ بالآخر حضرت اقدسؑ کی جوابی تحریر پر غور کرنے سے ثابت یہی ہوتا ہے کہ فضیلت کے عقیدہ میں تبدیلی دراصل نبوّت کے عقیدہ میں تبدیلی کی فرع ہے۔ وَهٰذَا هُوَ الْمَرَام۔

یہ جواب ہم نے شیخ صاحب کی اس بات کو فرض کرکے دیا ہے کہ تبدیلی پہلے افضل نہ کہنے اور بعد میں افضل کہنے میں ہوئی ہے۔

اصل حقیقت

ورنہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اس جگہ تبدیلی حضرت عیسٰی علیہ السلام سے پہلے عقیدہ میں افضل نہ کہنے اور بعد میں افضل کہنے میں نہیں ہوئی بلکہ جزئی طور پر افضل ہونے کے عقیدہ کو ترک کرنے اور اپنی تمام شان میں افضل ہونے کا عقیدہ اختیار کرنے میں ہوئی ہے۔ کیونکہ جب "تریاق القلوب" میں حضور نے یہ لکھا تھا۔

"اس جگہ کسی کو وہم نہ گذرے کہ میں نے اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیحؑ پر فضیلت دی ہے"

تو حضور نے ان الفاظ کے ذریعہ حضرت مسیح علیہ السلام پر صرف اپنی فضیلت

مطلقہ کی نفی کی تھی مگر اس کے بعد کے فقرہ میں کہ

" یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے"

حضرت اقدس نے اپنے آپ کو جزئی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہی قرار دیا تھا۔ کیونکہ کسی شخص کے بالمقابل ایک قسم کی فضیلت رکھنے سے مراد افضلیت ہی ہوتی ہے خواہ وہ افضلیت جزوی ہی ہو۔

پس مفہوم اس عبارت کا جو سائل کے ذہن میں آسکتا تھا یہی ہو سکتا ہے کہ اس عبارت میں حضور نے اپنے آپ کو حضرت مسیح سے جزئی طور پر افضل قرار دیا ہے۔ لہٰذا دوسری ذیل کی عبارت سے جو تبدیل شدہ عقیدہ پر مشتمل ہے کہ

" خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے"

سائل کے ذہن میں یہی بات آسکتی تھی کہ اس عبارت میں جزئی طور سے افضل ہونے سے متناقض عقیدہ اپنی تمام شان میں افضل ہونا بیان کیا گیا ہے اور اس طرح دونو عبارتوں میں تناقض پیدا ہو گیا ہے۔ پس سائل کے ذہن میں یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ ایک عبارت میں آپ نے افضل نہیں کہا اور دوسری عبارت میں افضل کہہ دیا ہے۔ بلکہ سائل کے ذہن میں تناقض کی یہی صورت آسکتی تھی کہ ایک عبارت میں آپ نے جزئی طور سے افضل قرار دیا ہے اور دوسری عبارت میں جزئی طور سے افضل قرار دینے کی نفی کر دی ہے اور اس طرح دونوں عبارتوں میں تناقض پیدا ہو گیا ہے۔

مسلمانوں کا مروّجہ عقیدہ صحیح ہے کہ ولی نبی سے افضل نہیں ہو سکتا

شیخ مصری صاحب لکھتے ہیں :-

"چونکہ اہل السنت والجماعۃ کا مسلمہ عقیدہ تھا کہ امتی اور ولی کو نبی سے کوئی نسبت ہی نہیں ہوتی اس لئے حضرت اقدس کا بھی لازماً یہی عقیدہ ہونا تھا اور یہی وہ عقیدہ تھا جو حضور کو مجبور کر رہا تھا کہ حضور باوجود فضیلت پر دلالت کرنے والے الہامات اور امور ظاہر ہونے کے یہی سمجھیں کہ حضور کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ؟ اور اس جزئی فضیلت کے قائل اہل السنت والجماعت تھے جس کے ساتھ افضلیت جمع نہیں ہو سکتی" (رُوح اسلام صفحہ ۲۵)

شیخ مصری صاحب کا یہ کہنا اس لئے غلط ہے کہ اہل السنّت والجماعۃ کے علماء ہرگز اس بات کے قائل نہیں کہ ولی نبی سے جزوی امور میں بھی افضل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب وہ ولی کی نبی پر جزئی فضیلت کے قائل ہیں تو جزئی فضیلت متقابلہ سے تو جزوی طور پر افضل ہونا ہی مراد ہوتا ہے۔ لہذا وہ ولی کے نبی سے جزوی طور پر افضل ہونے کے ضرور قائل ہوئے۔ وہ صرف ولی کے نبی سے علی الاطلاق (بلا شرط و قید جزئی فضیلت کے) افضل ہونے کے قائل نہیں۔ اور ان کا یہ عقیدہ جیسے پہلے درست تھا آج بھی درست ہے۔ پس حضرت اقدس تبدیلیٔ عقیدہ سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام پر اپنی جزئی فضیلت کے اظہار کے وقت اپنے آپ کو جزوی

امور میں حضرت مسیح علیہ السلام سے اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق افضل ہی سمجھتے تھے اور جزوی فضیلت کا اظہار جزوی طور پر افضل قرار دینا ہی تھا لیکن آپ نے "تریاق القلوب" والا جزئی فضیلت کا عقیدہ ترک کرنے پر اس کی بجائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کا عقیدہ صریح طور پر نبی کا خطاب یافتہ سمجھ لینے پر اختیار کیا۔ ورنہ جب تک آپ اپنے کو اس سے پہلے غیر نبی سمجھتے رہے اور اپنے الہامات میں نبی اور رسول کے الفاظ کی تاویل محدث کرتے رہے۔ اس وقت تک آپ مسلمانوں کے مروجہ عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی جزئی فضیلت کے ہی قائل رہے۔ پھر صریح طور پر نبی کا خطاب یافتہ سمجھ لینے پر آپ نے یہ تاویل ترک فرمادی اور خود کو صریح طور پر نبی سمجھ لیا۔ چونکہ اب آپ پر یہ الہام بھی نازل ہو چکا تھا کہ "مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے" اور یہ الہام آپ کو مسیح موسوی سے علی الاطلاق افضل قرار دے رہا تھا اس لئے آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کا اعلان فرما دیا اور اس الہام کی یہ تاویل نہ کی کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے جزوی طور پر افضل ہے کیونکہ وہ نبی نہیں بلکہ محض محدث ہے۔ پس یہ دوسرا عقیدہ آپ نے اس لئے اختیار نہیں کیا کہ مسلمانوں کے اس مروجہ عقیدہ کا غلط ہونا کہ ولی نبی سے افضل نہیں ہوتا۔ آپ پر "مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے" کے الہام سے کھل گیا اور آپ یہ سمجھ گئے کہ ایک غیر نبی یا ولی کو نبی سے جزئی فضیلت کی قید اور شرط کے بغیر افضل کہنا جائز ہے۔ بلکہ حقیقت

یہ ہے کہ اہلِ سنّت کا یہ عقیدہ کہ ولی نبی سے افضل نہیں ہوتا بالکل صحیح عقیدہ ہے یہ جس طرح پہلے صحیح تھا اسی طرح "مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے" کا الہام نازل ہونے پر بھی صحیح ہے۔ حضرت اقدس نے اس عقیدہ کو غلط سمجھنے کی وجہ سے نہیں چھوڑا۔ بلکہ اپنا مقام حضرت مسیح علیہ السلام کے مساوی نبی سمجھ لینے پر چھوڑا کیونکہ آپ پر اس وقت علی الاطلاق افضلیت کا الہام بھی نازل ہو چکا تھا۔

پس شیخ مصری صاحب کا یہ خیال باطل ہے کہ حضرت اقدس کے عقیدہ میں تبدیلی پہلے افضل نہ کہنے اور بعد میں افضل کہنے میں ہوئی ہے اور یہ کہ حضرت اقدس کے فضیلت بر مسیح کے دونوں عقیدوں کے وقت جزوی فضیلت ہی مراد ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے اور تبدیلیٔ عقیدہ سے آپ کے مقام پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ اگر شیخ مصری صاحب کا یہ خیال درست ہوتا تو حضرت اقدسؑ جزوی فضیلت اور افضلیت کے دونوں عقیدوں میں تناقض کیوں تسلیم کرتے۔ انہیں تو پھر سائل کو یہ جواب دینا چاہیئے تھا کہ اس کی طرف سے سوال میں پیش کردہ تریاق القلوب اور ریویو کی دونوں عبارتوں میں کوئی تناقض نہیں۔ کیونکہ اپنی تمام شان میں حضرت مسیح ابن مریم سے بہت بڑھ کر ہونے سے بھی میری یہی مراد ہے کہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ مگر حضرت اقدس نے تو دونوں عقیدوں میں تناقض تسلیم فرمایا ہے اور پہلے عقیدہ پر قائم نہ رہنے اور دوسرے عقیدہ کو صریح طور پر نبی کا خطاب یافتہ سمجھ لینے پر اختیار کیا ہے بس یہ تبدیلی اپنے آپ کو نبی سمجھ لینے پر ہی کی جا سکتی تھی اور یہی سمجھ لینے پر ہی کی گئی ہے۔

شیخ مصری صاحب کی طرف سے اپنے نظریہ کی آپ تردید

شیخ مصری صاحب نے اپنے مضمون میں خود تسلیم کیا ہے کہ حدیث نبوی اور بعض آئمہ، امام مہدی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل قرار دیتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے اسی مضمون میں رقم طراز ہیں :-

"حدیث میں جہاں امت میں انبیاءؑ کے مثیل پیدا ہونے کی پیشگوئی ہے وہاں امثل پیدا ہونے کی پیشگوئی بھی موجود ہے پھر مہدی کے متعلق صراحت سے یہ الفاظ موجود ہیں۔ هُوَ الَّذِیْ یَتَقَدَّمُ عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ (حجج الکرامہ ص۳۵۶) یعنی مہدی وہ ہے جو عیسیٰ ابن مریم سے بڑھ کر ہوگا۔ اسی طرح ائمہ میں سے ابن سیرینؒ جیسے بزرگ کا مہدیؑ کے متعلق یہ قول ہے وہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بہتر ہے۔ تو ایک شخص نے حیرت سے کہا۔ کیا وہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے بھی بہتر ہوگا۔ تو انہوں نے جواب دیا "قَدْ کَادَ یَفْضُلُ عَلٰی بَعْضِ الْاَنْبِیَاءِ (حجج الکرامہ صفحہ ۳۸۶) اور ایک اور روایت میں ہے "هُوَ اَفْضَلُ مِنْ بَعْضِ الْاَنْبِیَاءِ" ظاہر ہے کہ مہدی کے متعلق تو اُن کا یہی اعتقاد تھا کہ وہ غیر نبی ہوگا مگر باوجود اس کے وہ انہیں بعض انبیاءؑ سے افضل ٹھہراتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک غیر نبی نبی سے افضل ہو سکتا

ہے اور اس میں کوئی استبعاد شرعی موجود نہیں"

(روح اسلام صفحہ ۱۲ و ۱۴)

بہت خوب! یہ باتیں لکھ کر شیخ مصری صاحب نے اس نقاریہ کی اپنے قلم سے آپ ہی تردید کر دی ہے کہ حضرت اقدسؑ پہلے اہل السنت کے رسمی اور مروّجہ عقیدہ کے رُو سے ولی کو نبی سے افضل کہنا جائز نہیں سمجھتے تھے کیونکہ جناب مصری صاحب نے اپنے اس بیان میں خود تسلیم کر لیا ہے کہ حدیث نبویؐ امام مہدیؑ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل قرار دیتی ہے اور یہ بھی تسلیم کر لیا ہے کہ بعض آئمہ نے امام مہدی کو غیر نبی سمجھتے ہوئے بھی بعض انبیاءؑ سے افضل قرار دیا ہے۔ لہذا جن آئمہ نے امام مہدی کو بقول مصری صاحب غیر نبی سمجھتے ہوئے بعض انبیاء سے افضل کہا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ جزوی امور میں ہی افضل مراد لیا ہے نہ کہ علی الاطلاق افضل۔ کیونکہ ایک غیر نبی کو علی الاطلاق انبیاء سے افضل قرار دینے میں تو انبیاء کی ہتک عزت ہے جس کے یہ آئمہ مرتکب نہیں ہو سکتے تھے۔ پس حضرت اقدس کے "تریاق القلوب" میں یہ لکھنے

"یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۵۷)

کا مفہوم مسلمانوں کے مروّجہ عقیدہ کے مطابق یہی ہوا کہ اس عبارت میں حضرت اقدسؑ اپنے آپ کو جزوی امور میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے افضل ہی قرار دے رہے ہیں۔

ہمارے نزدیک حدیث نبوی " هُوَ الَّذِي يَتَقَدَّمُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ " میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی کو اسی وجہ سے علی الاطلاق افضل قرار دیا ہے کہ وہ اپنی تمام شان میں حضرت مسیح ابن مریمؑ سے بہت بڑھ کر ہونے والا تھا اور یہ امر امام مہدی کے نبی ہونے کو مستلزم ہے۔ پھر حضرت اقدسؑ نے تو تبدیلی عقیدہ سے پہلے زمانہ میں مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے خود تحریر فرمایا تھا:۔

" تم تو قائل ہو کہ جزئی فضیلت ایک ادنیٰ شہید کو ایک بڑے نبی پر ہو سکتی ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ میں خدا کا فضل اپنے پر مسیح سے کم نہیں دیکھتا۔ مگر یہ کفر نہیں۔ خدا کی نعمت کا شکر ہے۔ تم خدا کے اسرار کو نہیں جانتے۔ اس کو کیا کہو گے جو کہہ گیا۔ هُوَ اَفْضَلُ مِنْ بَعْضِ الْاَنْبِيَاءِ "

(سراج منیر صفحہ ۴)

لہذا حضرت اقدس کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ بعض مسلمان آپ کے حضرت مسیح علیہ السلام پر اپنی جزئی فضیلت کے اظہار کو بھی ناپسند کرتے تھے۔ اس لئے حضرت اقدس ان کی غلط فہمی کو دُور کرنے کے لئے اُن کے سامنے ان کے ایک مسلّم بزرگ کا یہ قول پیش کرتے ہیں کہ امام مہدی بعض انبیاء سے افضل ہوگا۔ پھر ان کا یہ مسلّمہ عقیدہ بھی ان کے سامنے رکھتے ہیں کہ جزئی فضیلت تو ایک ادنیٰ شہید یعنی غیر نبی کو ایک بڑے نبی پر بھی ہو سکتی ہے۔ پس اس جگہ هُوَ اَفْضَلُ مِنْ بَعْضِ الْاَنْبِيَاءِ کا

قول پیش کر کے حضرت اقدس اپنے آپ کو حضرت عیسٰی علیہ السلام سے ایسی جزوی فضیلت میں افضل ہی قرار دے رہے ہیں جو ایک غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ پس شیخ صاحب کا یہ خیال باطل ہوا کہ تبدیلیٔ عقیدہ پہلے افضل نہ کہنے اور بعد میں افضل کہنے میں ہوئی۔ فضیلت آپ کی بہرحال جزوی ہی رہی ہے اور اس تبدیلیٔ عقیدہ سے آپ کے مقام پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ اوپر کی عبارت میں حضرت اقدس نے اپنے آپ کو غیر نبی سمجھنے کے زمانہ میں حضرت عیسٰی علیہ السلام سے جزئی طور پر افضل ہی کہا ہے۔ پس معترض صاحب کا یہ کہنا غلط ہوا کہ تبدیلی پہلے افضل نہ کہنے اور بعد میں افضل کہنے میں ہوئی ہے۔ بلکہ تبدیلی پہلے جزوی طور پر افضل کہنے اور بعد میں اپنی تمام شان میں افضل کہنے میں ہوئی ہے۔ اور یہ تبدیلی حضرت اقدس نے اپنے بیان کے مطابق اس وقت کی ہے جب آپ پر یہ امر کھل گیا کہ آپ نے صریح طور پر نبی کا خطاب پایا ہے۔ اس تبدیلیٔ عقیدہ سے پہلے حضرت اقدس پر جو الہامات آپ کی فضیلت کے متعلق نازل ہوئے حضرت اقدس اس وقت حضرت عیسٰی علیہ السلام سے اپنی کامل نسبت نہ سمجھنے کی وجہ سے انہیں ایسی جزئی فضیلت پر ہی محمول فرماتے رہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ گویا جزوی طور پر اپنے آپ کو حضرت عیسٰی علیہ السلام سے افضل ہی قرار دیتے رہے مگر بعد میں اپنے آپ کو صریح طور پر نبی کا خطاب یافتہ ہونا سمجھ لینے پر آپ نے ایسی جزئی فضیلت کے عقیدہ پر قائم نہ رہنے کا اعلان فرما دیا جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ اور اس کے خلاف یہ متناقض عقیدہ

اختیار کر لیا کہ

"خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیحؑ سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸ بحوالہ ریویو آف ریلیجنز)

اور خود اس عقیدہ کو جزئی فضیلت والے پہلے عقیدہ سے تناقض رکھنے والا عقیدہ قرار دے دیا۔ اگر حضرت اقدس تبدیلیٔ عقیدہ کے وقت اپنے آپ کو نبی نہ سمجھ لیتے تو کشتی نوح صفحہ ۱۶ کے الہام "مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے" کی بھی پہلے کی طرح یہ تاویل کر سکتے تھے کہ یہ ایک ایسی جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ مگر جزئی فضیلت سے متناقض عقیدہ اپنی تمام شان میں حضرت عیسٰی علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہونے کا آپ اسی وقت اختیار کر سکتے تھے جبکہ آپ اپنے آپ کو نبی سمجھ لیتے۔ کیونکہ "اپنی تمام شان میں" آپ کی نبوت بھی داخل ہے اور یہ نبوت محدثیت نہیں ہو سکتی کیونکہ محدثیت ظِلّی نبوت ناقصہ ہوتی ہے۔ اور ناقص شانِ نبوت رکھنے والا ایک کامل شانِ نبوت رکھنے والے کے مقابلہ میں یہ دعوٰی کر ہی نہیں سکتا کہ وہ اپنی تمام شان میں ایک نبی سے افضل ہے۔ پس اپنی تمام شان میں حضرت عیسٰی علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہونے کا عقیدہ یقیناً حضرتِ اقدس کی نبوت کو مستلزم ہے اور نبوت کے عقیدہ میں تبدیلی ہی دراصل فضیلت کے عقیدہ میں تبدیلی کا موجب ہوئی ہے۔ پس نبوت میں تبدیلی اصل ہے اور فضیلت

کے عقیدہ میں تبدیلی اس کی فرع ہے۔

اہلسنّت کے بعض حوالہ جات کا مفہوم

شیخ مصری صاحب نے اہلسنت کے مسلمہ علماء کے بعض حوالہ جات اس مضمون کے پیش کئے ہیں کہ ولی نبی سے افضل نہیں ہوتا۔ یا ولی نبیوں کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ یہ اقوال اپنی جگہ درست ہیں ان میں ولی کے نبی سے درجہ میں افضل ہونے کی نفی مقصود ہے۔ ولی کے نبی سے جزوی طور پر افضل ہونے کی نفی نہیں۔ پس حضرت اقدس نے حضرت مسیح علیہ السلام پر اپنی جزئی فضیلت کا عقیدہ جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے اس لئے ترک نہیں کیا کہ بعد میں آپ کو الہام سے یہ سمجھ آگئی کہ اہل سنّت کا یہ عقیدہ غلط ہے کہ ایک ولی نبی سے افضل نہیں ہو سکتا۔ شیخ مصری صاحب حضرت اقدسؑ کی کسی عبارت میں اہل السنّت کے اس عقیدہ کی تغلیط و تردید نہیں دکھا سکتے۔ یہ محض شیخ مصری صاحب کی ایجاد ہے کہ وہ حضرت اقدس علیہ السلام کی طرف ایسی بات منسوب کر رہے ہیں کہ آپ کے نزدیک تبدیلی عقیدہ اس بات میں ہوئی ہے کہ پہلے آپ ولی کا نبی سے افضل ہونا اہل سنّت کے مروّجہ عقیدہ کے مطابق جائز نہیں سمجھتے تھے اور بعد میں ولی کا نبی سے افضل ہونا الہام سے جائز سمجھنے لگے اور اہل السنّت کے اس عقیدہ کو غلط سمجھنے لگے۔ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۔

* * *

اپنی تمام شان،

شیخ مصری صاحب نے حضرت اقدسؑ کی عبارت :-

" خدا نے اس امت سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے "

کے الفاظ " اپنی تمام شان " میں سے لفظ " اپنی " کی طرف ہمیں خاص توجہ دلائی ہے۔ مگر شیخ مصری صاحب پر واضح ہو کہ ہم تو پہلے ہی " اپنی تمام شان " کے الفاظ میں لفظ " اپنی " پر اسے " تمام شان " کے ساتھ ملا کر پُوری پُوری توجہ دیا کرتے ہیں۔ اور ہم اسی توجہ کی وجہ سے ہی اس فقرہ کا مفہوم یہ سمجھتے ہیں کہ جو شان بھی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے مقابلہ میں حاصل ہے اس میں سے کسی شان میں بھی آپ حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے کم تر درجہ پر نہیں بلکہ اپنی تمام مجموعی شان میں حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے بہت بڑھ کر ہیں۔ اور اس " اپنی شان " میں حضرت اقدسؑ کی " شانِ نبوت " بھی داخل ہے لہٰذا حضرت اقدسؑ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے بالمقابل " شانِ نبوت " میں بھی کم درجہ کے نہیں۔ بلکہ شانِ نبوت یا درجۂ نبوت یا نفسِ نبوت میں ان سے مساوی درجہ کے ہیں اور اپنے باقی کمالات مثلاً استعداد اور نشانات اور کارناموں میں اُن سے بڑھ کر ہیں۔ اور اس طرح آپ اپنی تمام شان میں یعنی مجموعی شان میں حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے افضل ہیں۔ حضرت اقدسؑ خود تحریر فرماتے ہیں :-

" دونو سلسلوں (سلسلہ موسوی اور سلسلہ محمدی۔ ناقل) کا تقابل پورا کرنے کے لئے ضروری تھا کہ موسوی مسیح کے مقابل پر محمدی مسیح بھی شانِ

نبوّت کے ساتھ آوے تا اس نبوّتِ عالیہ (محمدیہ۔ناقل) کی
کسرِ شان لازم نہ آئے" (نزول المسیح)

پس موسوی مسیح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بالمقابل حضرت مسیح موعودؑ کی شانِ نبوّت کمتر درجہ کی نہیں۔ کیونکہ کمتر درجہ کی صورت میں محمدی مسیح کا موسوی مسیح سے نبوت میں تقابل بھی پورا نہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوّت عالیہ کی کسرِ شان بھی لازم آتی ہے۔ کیونکہ موسوی سلسلہ کا آخری خلیفہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نبی تھے۔ لہٰذا اگر محمدی سلسلہ کے آخری خلیفہ یعنی مسیح موعود نبی نہ ہوں تو اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوّت عالیہ کی بھی کسرِ شان ہے پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام شانِ نبوّت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کم درجہ کے نہیں بلکہ شانِ نبوّت میں اُن سے بالضرور مساوی درجہ کے ہیں۔ اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بلند شان کا اظہار ہوتا ہے کہ آپ کی امت کا مسیح آپ سے فیضیاب ہو کر موسوی مسیح کے مساوی نبی ہے۔ پس شیخ مصری صاحب کا یہ کہنا باطل ہوا کہ

"مسیح ناصری خود مستقل رسول ہونے کی وجہ سے مستقل حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لئے اس امر میں حضرت مسیح ناصری حضرت مسیح موعودؑ سے بڑھ کر ہیں۔ اس کے علاوہ باقی تمام لحاظ سے حضرت مسیح موعودؑ ان سے بڑھ کر ہیں۔" (رُوحِ اسلام صفحہ)

بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام مستقل رسول ہیں یعنی انہوں نے مقامِ نبوّت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر یعنی براہِ راست حاصل کیا ہے۔ اور بیشک حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس طرح کے مستقل رسول نہیں بلکہ ظلی

نبی اور رسول ہیں یعنی آپ نے مقام نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور افاضۂ روحانیہ کے واسطہ سے حاصل کیا ہے۔ مگر ظلی طور پہ نبوت یا کمالات کا ملنا براہِ راست یعنی مستقل طور پر کمالات حاصل کرنے سے کم درجہ نہیں رکھتا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام "حمامۃ البشریٰ" صفحہ ۷۷ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"فَکَمْ مِنْ کَمَالٍ یُوْجَدُ فِی الْاَنْبِیَاءِ بِالْاِصَالَۃِ یَحْصُلُ لَنَا اَفْضَلَ مِنْہُ وَ اَوْلٰی بِالطَّرِیْقِ الظِّلِّیَّۃِ"۔

(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۷)

شیخ مصری صاحب نے خود اس کا ترجمہ اپنے مضمون میں یہ کیا ہے:۔

"کتنے ہی کمالات جو انبیاء میں اصالتاً پائے جاتے ہیں۔ ہم کو اُن سے افضل اور اعلیٰ حاصل ہوتے ہیں مگر ظلی طور پہ"

(روحِ اسلام صفحہ ۱۴۵)

شیخ صاحب! آپ جانتے ہیں کہ حمامۃ البشریٰ تبدیلی عقیدہ سے پہلے کی کتاب ہے لہٰذا اس کی عبارتِ بالا سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض سے جو ظلی کمالات حاصل تھے۔ ان کو آپ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اصالتاً ملنے والے کمالات سے ضرور افضل ہی سمجھتے تھے۔ تبھی تو آپ اس زمانہ میں ان پر جزئی فضیلت کے قائل تھے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے اور جزئی فضیلت کے معنی جزئی طور پر افضل ہونا ہی ہیں۔ عقلاً بھی جب فضیلت کا کسی کے مقابلہ میں ذکر کیا

جائے تو اس سے مراد افضل ہونا ہی ہو سکتا ہے کیونکہ دوسرے پر فضیلت کے معنی ہی دوسرے سے افضل ہونا ہیں۔ پس جزئی فضیلت کے اظہار سے حضرت اقدس اپنے آپ کو حضرت عیسٰی علیہ السلام سے جزوی طور پر افضل ہی قرار دیتے تھے۔ کیونکہ "حمامۃ البشریٰ" میں آپ اپنے ظلّی کمالات کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی انبیاء کو ملنے والے کمالات سے افضل ہی جانتے تھے۔ البتہ یہ ظلّی کمالات چونکہ آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رُوحانی فیض سے حاصل کئے تھے اس لئے ان کمالات میں آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصالتاً کمالات سے افضل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اے شیخ صاحب! اہل السنّت کا کوئی ایسا مروّجہ عقیدہ موجود نہیں کہ ولی نبی سے جزئی کمالات میں بھی افضل نہیں ہو سکتا۔ اہلِ سُنّت ولی کو صرف درجہ میں نبی سے افضل نہیں سمجھتے تھے یا دوسرے لفظوں میں وہ ولی کو نبی سے علی الاطلاق (یعنی بلا قید جزئی فضیلت کے) افضل نہیں سمجھتے تھے۔

مصری صاحب کے نزدیک حضرتِ اقدسؑ میں کامل صفتِ نبوّت

شیخ صاحب ثابت تو یہ کرنے بیٹھے تھے کہ حضرت اقدسؑ زمرۂ انبیاء کے فرد نہیں بلکہ زمرۂ اولیاء کے ہی فرد ہیں۔ مگر حضرتِ اقدس کی کتاب "کشتیٔ نوح" کی ایک عبارت کی تشریح کرتے ہوئے ان کی زبانِ قلم پر یہ سچائی جاری ہو گئی ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام کو نبی کا نام صفتِ نبوّت میں کمال حاصل کرنے پر ہی ملا ہے

کیونکہ ان کے نزدیک نام کسی کو صفت کے کمال پر ہی ملتا ہے۔ یہ قاعدہ انہوں نے حضرت اقدسؑ کی ہی تین عبارتوں سے اخذ کیا ہے۔ جن کا ذکر انشاء اللہ آگے آئے گا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت اقدس نے "کشتی نوحؑ" میں تحریر فرمایا ہے :-

"جس طرح حضرت مسیحؑ کی دُعا قبول ہو کر عیسائیوں کو روٹی کا سامان سب کچھ مل گیا ہے اسی طرح یہ قرآنی دُعا (اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ۔ ناقل) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قبول ہو کر اخیار و ابرار مسلمان بالخصوص اُن کے کامل فرد انبیاء علیہم السلام کے وارث ٹھہرائے گئے اور دراصل مسیح موعود کا اس امت میں پیدا ہونا یہ بھی اسی دُعا کی قبولیت کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ گو مخفی طور پر بہت سے اخیار و ابرار نے انبیاء بنی اسرائیل کی مماثلت کا حصہ لیا ہے مگر اس امت کا مسیح موعود کھلے کھلے طور پر خدا کے حکم اور اذن سے اسرائیلی مسیح کے مقابل کھڑا کیا گیا تا موسوی سلسلہ اور محمدی سلسلہ کی مماثلت سمجھ آ جائے۔ اسی غرض سے اس مسیح کو ہر ایک پہلو سے تشبیہ دی گئی ہے۔"

(کشتی نوح صفحہ ۴۹)

اس کی تشریح میں شیخ مصری صاحب لکھتے ہیں :-

"نبی کا نام جو اور کسی ولی کو نہیں دیا گیا صرف حضرت اقدس کو ہی دیا گیا وہ مماثلت تام کی وجہ سے ہی دیا گیا ہے۔ کیونکہ نام

کسی صفت کے کمال پر ہی جا کو ملتا ہے" (رُوحِ اسلام صفحہ ۳۳)

پس جب بقول شیخ مصری صاحب حضرتِ اقدس کو نبی کا نام حضرتِ اقدس کی اس تحریر کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے مماثلتِ تامہ رکھنے پر صفت نبوّت کامل طور پر حاصل کرنے کی وجہ سے ہی ملا ہے اور آپ سے پہلے اُمتِ محمدیہ کے تمام اولیاء اللہ کو نبی کا نام صفت نبوت کو کامل طور پر نہ رکھنے کی وجہ سے نہیں دیا گیا۔ تو اس سے ظاہر ہے کہ حضرتِ اقدس امت محمدیہ میں سے اس وقت تک صفتِ نبوّت کامل طور پر رکھنے کی وجہ سے کامل ظلّی نبی ہیں اور امتِ محمدیہ کے پہلے گذرے ہوئے اولیاء اللہ صفتِ نبوّت ناقص طور پر رکھنے کی وجہ سے جزوی طور پر ظلّی نبی ہیں۔ اسی لئے انہیں خدا تعالےٰ کی طرف سے نبی کا نام نہیں دیا گیا۔ پس چونکہ وہ سب اولیاء اللہ صرف جزوی طور پر ظلّی نبوت کے حامل ہیں۔ اس لئے ان میں نبوت مخفی رہی۔ اور حضرت مسیح موعودؑ صفتِ نبوّت کامل طور پر رکھنے کی وجہ سے صریح طور پر نبی کہلانے کے مستحق قرار پائے۔ شیخ مصری صاحب حضرتِ اقدس کے صفتِ نبوت کامل طور پر رکھنے کی وجہ سے ہی آپ کو تمام امّت میں سے نبی کا نام دیا جانے کے مستحق قرار دیتے ہیں۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ چونکہ آپ کو نبی کا نام حضرت عیسےٰ علیہ السّلام سے تکمیل مشابہت کی وجہ سے ملا ہے اس لئے آپ تشبیہہ بلیغ اور استعارہ کے طور پر نبی ہیں اور بدیں وجہ زمرۂ انبیاء کے فرد نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ احادیثِ نبویہ میں حضرت اقدس، حضرت عیسےٰ علیہ السّلام سے مشابہت تامّہ رکھنے کی وجہ سے "ابن مریم" یا "عیسیٰ بن مریم"

تو بطور تشبیہ بلیغ اور استعارہ قرار دیئے گئے ہیں۔ مگر مسیح موعود اور ظلّی نبی آپ فی الواقع ہیں اور ایک نبی کی دوسرے نبی سے مشابہت تامہ اُسے غیر نبی نہیں بنا دیتی۔ دیکھئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مشابہت تامہ رکھنے کی وجہ سے موسیٰ تو تشبیہ بلیغ اور استعارہ کے طور پر ہیں مگر رسول اللہ بطور حقیقت کے ہیں۔ اسی طرح حضرت اقدس کی حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے مشابہت تامہ آپ کے فی الواقع مسیح موعود اور نبی اللہ ہونے میں مانع نہیں۔

بہر حال شیخ مصری صاحب کو مسلّم ہے کہ حضرت اقدس کو نبی کا نام صرف نبوّت میں آپ کے کمال پر پہنچنے کی وجہ سے مِلا ہے۔ اور آپ سے پہلے اولیاء اللہ کو اس لئے یہ نام نہیں ملا کہ ان میں سے کسی نے بھی صفتِ نبوّت کامل طور پر حاصل نہیں کی تھی۔ شیخ صاحب اس امر کے ثبوت میں کہ نام کسی شخص کو صفت کے کامل طور پر حاصل کرنے پر مِلتا ہے۔ حضرت اقدسؑ کی تینؔ مندرجہ ذیل عبارتیں پیش کرتے ہیں:-

(۱) "پہلے تمام ادیان بھی اسلام ہی تھے۔ لیکن چونکہ وہ ناقص حالت میں تھے اس لئے ان ادیان کو اسلام کا نام نہیں دیا گیا۔ جو دین حضرت نبی کریمؐ لائے وہ چونکہ کامل ہو گیا تھا اس لئے اس کو اسلام کا نام دیا گیا" (ست بچن صفحہ ۱۴۹ - ۱۵۰)

(۲) "دجّال تو بہت ہوئے ہیں۔ لیکن پادریوں وغیرہ میں صفتِ دجّالیت اپنے کمال کو پہنچ گئی اس لئے ان کا نام دجّال رکھا گیا۔"

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۳)

(۳) "تمام انبیاءؑ خدا کی حمد کرنے والے تھے اور خدا نے بھی ان سب کی حمد کی تھی لیکن ان کا نام "محمدؐ" اور "احمد" نہیں رکھا گیا لیکن حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حمد چونکہ پورے کمال کو پہنچ گئی اس لئے آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کا نام "احمد" رکھ دیا گیا۔ اسی طرح خدا نے جو حمد آپ کی کی ہے وہ بھی انتہائی کمال کو پہنچ گئی۔ اس لئے آپ کا نام "محمدؐ" رکھا گیا" (ترجمہ الھدیٰ)

ان عبارتوں سے شیخ مصری صاحب نے یہ قاعدہ لیا ہے کہ نام کسی صفت کے کمال پر پہنچنے سے ہی ملتا ہے۔ پھر اس قاعدہ کو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نبی کا نام پانے پر چسپاں کیا ہے۔ اور ہمیں یہ سمجھانا چاہا ہے کہ حضرت اقدس کو نبی کا نام صفتِ نبوّت کے کامل طور پر پانے کی وجہ سے اسی طرح ملا ہے جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کو اسلام کا نام دوسرے پہلے تمام ادیان کے مقابلہ میں کامل دین ہونے کی وجہ سے ملا ہے اور دوسرے ادیان کو یہ نام اس وجہ سے نہیں ملا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کے بالمقابل وہ ناقص دین تھے۔ شیخ مصری صاحب کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پہلے گذرے ہوئے اُمّتِ محمدیہ کے اولیاء اللہ کو نبی کا نام اس وجہ سے نہیں ملا کہ ان میں صفت نبوّت کامل طور پر نہیں پائی گئی اور مسیح موعود علیہ السلام کو نبی کا نام صفت نبوّت کے کامل طور پر پایا جانے کی وجہ سے ملا ہے۔ لہٰذا دوسرے اولیاء اللہ اور مسیح موعودؑ میں ظلّی نبوّت کے ناقص اور کامل طور پر پایا جانے کا فرق ہے

اسی وجہ سے اولیاء اللہ میں نبوت مخفی رہی اور حضرت مسیح موعودؑ کو کھلے طور پر نبی کا نام دیا گیا۔ خدا کا شکر ہے کہ شیخ مصری صاحب نے اپنے اس بیان سے احمدیوں کے لاہوری فریق کو ایک ایسے موڑ پر لا کر کھڑا کر دیا ہے کہ اگر وہ ذرا تدبر سے کام لیں تو انہیں حضرت اقدسؑ کا درجۂ نبوت، نفس نبوت یا نبوت مطلقہ کے لحاظ سے زمرۂ انبیاء کا فرد ہونا آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

زمرۂ اولیاء

واضح رہے کہ زمرۂ اولیاء کے فرد بھی حضرت اقدسؑ ضرور ہیں مگر آپ ایسے اولیاء اللہ کے زمرہ کا فرد ہیں جو مامور ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :-

"ایسے اولیاء اللہ جو مامور نہیں ہوتے یعنی نبی یا رسول یا محدث نہیں ہوتے اور ان میں سے نہیں ہوتے جو دنیا کو خدا کے حکم اور الہام سے خدا کی طرف بلاتے ہیں اس لئے ایسے ولیوں کو کسی اعلیٰ خاندان یا اعلیٰ قوم کی ضرورت نہیں کیونکہ ان سب کا معاملہ اپنی ذات تک محدود ہوتا ہے۔ لیکن ان کے مقابل پر ایک دوسری قسم کے ولی ہیں جو رسول یا نبی یا محدث کہلاتے ہیں۔ وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک منصب حکومت اور قضا کا لے کر آتے ہیں اور لوگوں کو حکم ہوتا ہے کہ ان کو اپنا امام اور سردار اور پیشوا سمجھ لیں اور جیسا کہ خدا تعالےٰ کی اطاعت کرتے ہیں اس کے بعد ان نائبوں کی اطاعت کریں۔ اس منصب کے بزرگوں کے متعلق قدیم سے خدا تعالےٰ کی یہی عادت ہے کہ ان کو اعلےٰ درجہ

کی قوم اور خاندان میں سے پیدا کرتا ہے تا ان کے قبول کرنے اور ان کی اطاعت کا جوا اُٹھانے میں کسی کو کراہت نہ ہو"

(تریاق القلوب صفحہ ۲۷۔ ایڈیشن مطبوعہ بکڈپو قادیان صفحہ ۱۳۲-۱۳۳)

پس حضرت اقدس پہلی قسم کے اولیاء اللہ کے زمرہ کا فرد نہیں بلکہ دوسری قسم کے اولیاء اللہ کا فرد ہیں اور نبی اور رسُول ہو کر فرد ہیں۔ کیونکہ تبدیلی عقیدہ پر حضور نے اپنی تمام شان میں حضرت مسیح بن مریمؑ سے بہت بڑھ کر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور یہ بات اپنے آپ کو نبی قرار دینے کے بغیر ناممکن اور محال ہے۔

شیخ مصری صاحب کی تضاد بیانی

شیخ صاحب نے اس حقیقت کے اعتراف کے ساتھ کہ حضرت اقدسؑ کو نبی کا نام کامل صفت کی وجہ سے ملا ہے، پھر آپ کو زمرۂ انبیاء سے خارج قرار دینے کے لئے لکھا ہے :-

"گو ہر ایک محدّث حق رکھتا ہے کہ اس کو نبی کہا جائے۔ لیکن حکمت و مصلحتِ الٰہی نے اس لفظ کے مخفی رکھنے کو ترجیح دی۔ آنے والا مسیح بھی محدثین کی جماعت کا ہی ایک فرد تھا لیکن وہ کامل محدّث تھا۔ اس کی مشابہت انبیاء سے تام تھی۔ دوسرے وقت آگیا تھا کہ عظمتِ اسلام کے اظہار کی مصلحت کو بروئے کار لایا جائے اس لئے اس کے حق میں ظاہراً بھی نبی کے استعمال کو جائز کر دیا لیکن اسی ظلّی نبوتِ ناقصہ اور جزئی نبوت

محض لغوی معنی والی نبوّت، مجاز اور استعارہ والی نبوّت کے
مفہوم میں، نہ کہ اسلامی اصطلاح والی نبوّت کے مفہوم میں،
صرف صراحت اور اختصار کا فرق ہے ورنہ جنس سب کی ایک ہی ہے"
(رُوح اسلام صفحہ ۴۰)

اس بیان سے ظاہر ہے کہ شیخ صاحب حضرت اقدسؑ اور دوسرے محدثین امّت میں کامل اور ناقص کا فرق قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ دوسرے محدثین کے مقابلہ میں صرف آپ کو ہی کامل محدث قرار دیتے ہیں۔ لیکن وہ آپ کو کامل محدث کہہ کر صرف زمرۂ محدثین کا فرد قرار دینا چاہتے ہیں اور نہیں جانتے کہ کامل محدث تو صرف نبی ہی ہوتا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام "حمامۃ البشریٰ" میں لکھتے ہیں:۔

" اس بات کا کہنا جائز ہے کہ نبی علیٰ وجہ الکمال محدث ہے
کیونکہ وہ علیٰ وجہ الاتم کمالات کا جامع ہوتا ہے"

(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۱)

شیخ مصری صاحب حضرت اقدس کو محدثین کی جنس کا فرد قرار دے کر صرف ولی قرار دینا چاہتے تھے کیونکہ محدثیت ولایت ہی ہے۔ مگر حضرت اقدس کی مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ نبی کامل محدث ہونے کی وجہ سے زمرۂ محدثین کا فرد تو ضرور ہوتا ہے مگر وہ زمرۂ انبیاء کا بھی فرد ہوتا ہے۔ اور ہماری بحث جنس کے متعلق نہیں بلکہ جنس کی انواع کے متعلق ہے اور ولائت کی جنس کی انواع میں نبوّت کاملہ بھی داخل ہے۔ ولائت جنس الاجناس ہے۔ جنس نبوّت کی آگے تین اقسام ہیں۔ اوّل تشریعی

نبوّت مستقلّہ۔ دوّم۔ غیر تشریعی نبوّت مستقلّہ۔ سوّم۔ غیر تشریعی نبوّتِ ظلّیہ کاملہ۔ حضرت اقدسؑ تیسری قسم کی نبوّت رکھتے ہیں۔ اور شیخ مصری صاحب یہ اعتراف کر چکے ہیں کہ چونکہ حضرت اقدسؑ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مشابہت تامہ حاصل ہے اس لئے صفتِ نبوّت کو کامل طور پر پانے کی وجہ سے آپ کو نبی کا نام ظاہراً بھی دیا گیا اور آپ سے پہلے محدّثین امّت کو چونکہ صفتِ نبوّت کامل طور پر نہیں ملی بلکہ ناقص طور پر ملی اس لئے نبوّت ان میں مخفی رہی۔ پس جب حضرت اقدسؑ کو صفتِ نبوّت کامل طور پر حاصل ہوئی اور اس لئے انہیں کھُلے کھُلے طور پر خدا تعالےٰ کی طرف سے نبی کا نام دیا گیا تو پھر آپ سے پہلے محدّثینِ امّت تو ظلّی نبوّت ناقصہ رکھتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام ظلّی نبوّتِ کاملہ رکھتے ہیں۔ پس شیخ صاحب کے یہ کہنے کا مطلب کہ محدّثینِ امّت اور مسیح موعود میں صرف صراحت و اخفا کا فرق ہے ان کے پہلے دیئے گئے بیان کے مطابق یہ ہوا کہ محدّثین میں اخفائے نبوّت کامل صفت نہ پانے کی وجہ سے تھا اور مسیح موعود کے لئے اظہار نبوّت کامل صفت پانے کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا جنس دونوں کی ایک ہو تو ہمیں اس پر اعتراض نہیں اور نہ ہمارے نزدیک جنس کو زیر بحث لانے کی ضرورت ہے۔ ہماری بحث تو نبوّت کی اقسام میں ہے۔ اگر نبیّت کو جنس قرار دیا جائے تو اس کی تین انواع ہوں گی جو اوپر مذکور ہوئیں۔ اور اگر نبوّت کو محدّثیت کی محض ایک نوع قرار دیا جائے تو نبوّت کاملہ کی تینوں مذکورہ اقسام اس نوعِ نبوّت کی اصناف ہوں گی۔ اور جب بقول مصری صاحب حضرت

اقدسؑ صفت نبوت کو کامل طور پر رکھتے ہیں تو آپ کی نبوت، نبوت ظلیہ کاملہ ہی ہوئی۔ پس حضرت اقدسؑ عام محدثین امت کے بالمقابل کامل ظلی نبی قرار پائے اور محدثین امت حضرت اقدس کے مقابلہ میں ناقص ظلی نبی۔ گویا محدثین بالقوہ نبی تو ہیں مگر بالفعل نبی نہیں۔ کیونکہ بالفعل نبی تو وہی ہو سکتا ہے جس پر کھلے کھلے طور پر اور ظاہراً نبی کے لفظ کا اطلاق ہو۔ پس شیخ مصری صاحب کا پہلا بیان حضرت اقدس کو محدثین امت کے بالمقابل کامل ظلی نبی ثابت کرتا ہے لیکن چونکہ مصری صاحب حضرت اقدس کے زمرۂ انبیاء کا فرد ہونے سے انکار کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے پہلے بیان کے خلاف حضرت اقدس کی نبوت کو بھی ظلی نبوت ناقصہ قرار دے دیا ہے (روح اسلام صفحہ ۴۰) تا وہ حضرت اقدسؑ کو غیر نبی محدثین کے زمرہ کا فرد قرار دے سکیں کیونکہ ظلی نبوتِ ناقصہ تمام محدثین امت کو حاصل ہوتی ہے میں شیخ صاحب کی اس تضاد بیانی پر سخت حیران ہوں۔ کیونکہ اس سے پہلے شیخ صاحب اپنے مضمون میں یہ بھی لکھ چکے ہیں:۔

"اب ذیل میں لفظ صریح طور پر (نبی۔ تاقل) کی تشریح بھی عرض کر دی جاتی ہے۔ واضح ہو کہ یہ لفظ درحقیقت دیگر اولیاء کرام کے مقابلہ میں ہی استعمال ہوا ہے۔ انہوں نے چونکہ کامل عکس نہیں لیا تھا اس لئے نبوت محمدیہ ان کے وجود میں گو موجود تھی مگر مخفی تھی۔ کامل عکس سے حضور کی مراد یہ ہے کہ حقیقت کے لحاظ سے کامل ہو۔ ورنہ ہر ولی یا ہر مجدد و محدث اپنے

اپنے زمانہ اور اپنے دائرہ تجدید کی نسبت سے کامل عکس
ہی رکھتا تھا۔ جس طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قبل
تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لئے کامل ہی تھے۔ لیکن حضرت
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل وہ ناقص ہی تھے۔ ٹھیک
اسی طرح پہلے تمام اولیاء اپنے اپنے حلقہ کے لئے کامل عکس
رکھنے والے ہی تھے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ
میں ان کا حاصل کردہ عکس ناقص ہی تھا۔ حضور کا لیا ہوا عکس
اس انتہائی حد تک پہنچ گیا جس انتہائی حد تک کسی امتی کے
لئے اپنے نبی متبوع کی نبوت کا عکس لینا ممکن ہے۔ اس سے
زیادہ کوئی امتی لے ہی نہیں سکتا۔"

(رُوح اسلام صفحہ ۳۲)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ شیخ صاحب محدثین امت کو حضرت مسیح
موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ناقص عکس
قرار دے رہے ہیں اور مسیح موعود کو حقیقت کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا کامل عکس اور پھر آپ کے لئے ہوئے عکس کو انتہائی حد تک
پہنچا ہوا قرار دیتے ہیں۔ چونکہ عکس کا لفظ اصطلاحاً ظل کے لفظ کا مترادف
ہے لہذا ثابت ہوا کہ "رُوح اسلام" کے صفحہ ۳۲ پر شیخ صاحب حضرت اقدس
کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا انتہائی حد تک پہنچا ہوا ظل قرار دے
رہے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک حضرت اقدس علیہ السلام کو

ظلی نبوت کاملہ حاصل ہے اور محدثین امت کو ظلی نبوت ناقصہ حاصل تھی۔ پس یہ امر قابل تعجب ہے کہ یہ لکھنے کے بعد آگے چل کر شیخ صاحب حضرت اقدس کو محض زمرۂ محدثین کا فرد قرار دینے کے لئے آپ کی نبوت کو بھی ظلی نبوت ناقصہ قرار دے رہے ہیں (مروج اسلام صفحہ ۸۰)

پس یہ امر شیخ صاحب کا محض تکلف ہے جس سے وہ اپنے اس مضمون میں اپنی مقصد برآری کے لئے تضاد بیانی کا شکار ہو گئے ہیں۔ کیونکہ کامل عکس اور انتہائی حد تک پہنچا ہوا عکس سے انتہائی حد تک پہنچا ہوا ظل ہی مراد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عکس کا لفظ اصطلاحاً ظل کے لفظ کا مترادف ہے میری اس بات کی تائید خود شیخ صاحب کے ایک اور مضمون سے ہو جاتی ہے شیخ صاحب موصوف نے "پیغام صلح" مجریہ ۱۵ ستمبر ۱۹۵۰ء صفحہ ۸ کالم ۳ میں تحریر کر دیا ہے کہ

"تمام انبیاء علیہم السلام محمد اور احمد تو تھے لیکن یہ دونوں نام صرف حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی دیئے گئے کیونکہ آنحضور کے وجود میں یہ دونوں صفتیں اپنے انتہائی کمال کو پہنچ گئیں۔ پس نام ملنے کی حکمت اور ہے اور ظلی نبی ہونا امر دیگر ہے۔ نام ملنے کی پیشگوئی صرف آنے والے مسیح کے لئے ہی تھی کیونکہ ظلی نبوت کا انتہائی کمال آپ کے وجود میں ہی متحقق ہوتا تھا۔ کیونکہ فیض محمدی سے انتہائی کمال تک وحی پانا ہی اسی کے لئے مقدر تھا۔ کیونکہ اس کے زمانہ مادہ پرستی میں

اس کی ضرورت پیش آنی تھی تا اس کے ذریعہ مادہ پرستی کا زہر کچلا جائے۔ دیگر اولیاء یعنی ظلّی انبیاء کے زمانوں میں اس کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ چنانچہ واقعات اس پر شاہد ناطق ہیں فیضِ محمدی سے جس قدر وحی کا نزول حضرت مسیح موعودؑ پر ہوا اُس کا عشر عشیر بھی کسی اور ولی پر نہیں ہوا۔"

دیکھئے! پہلی عبارت میں شیخ صاحب نے حضرت اقدس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حقیقت میں کامل عکس اور انتہائی کمال کی حد تک پہنچا ہوا عکس قرار دیا ہے اور محدثینِ امت کو آپ کے مقابلہ میں ناقص عکس قرار دیا ہے اور اُن کے حقیقت میں کامل عکس ہونے کی نفی فرمائی ہے اور اس عبارت میں شیخ صاحب نے حضرت اقدس کے وجود میں ظلی نبوت کا انتہائی کمال کی حد تک پہنچ جانا تسلیم کر لیا ہے اور دیگر اولیاء اللہ میں آپ کے مقابلہ میں ظلّی نبوت کا انتہائی کمال تسلیم نہیں کیا اور وجہ حضرت اقدس کے انتہائی کمال کے ساتھ ظلّی نبی ہونے کی یہ بیان فرمائی ہے کہ حضرت اقدسؑ پر فیضِ محمدی سے وحی انتہائی کمال کی حد تک پانا مقدر تھا اور دیگر اولیاء اللہ میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں پایا گیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ شیخ صاحب کے نزدیک حضرت اقدس کامل ظلّی نبوت کے حامل ہیں اور اولیاء اللہ آپ کے مقابلہ میں ظلّی نبوت ناقصہ کے حامل تھے۔ مگر افسوس ہے کہ یہ عقیدہ رکھنے کے ساتھ ہی شیخ صاحب کے سامنے جب یہ سوال آیا کہ حضور محض زمرۂ محدثین کے فرد ہیں یا زمرۂ انبیاء کے فرد ہیں تو انہوں نے از راہ تکلف حضرت اقدسؑ

کی نبوت کو بھی ظلّی نبوّت ناقصہ قرار دے دیا تا حضرت اقدسؑ کو محض زمرۂ محدثین کا فرد قرار دے سکیں اور آپ کو زمرۂ انبیاءؑ سے خارج قرار دے سکیں۔
حالانکہ جب شیخ صاحب حضرتِ اقدس کی ظلّی نبوت کو انتہائی کمال کی حد تک پہنچی ہوئی قرار دے چکے ہیں تو پھر اُن کا حضور کو محض محدّثین کے زمرہ کا فرد قرار دینا جو ظلّی نبوت کو ناقص طور پر رکھتے ہیں ایک غیر معقول بات ہونے کی وجہ سے ناقابلِ قبول تھی۔ اسے معقول بنانے کے لئے ہی شیخ صاحب نے حضرتِ اقدس کی نبوّت کو بھی ظلّی نبوتِ ناقصہ قرار دے دیا اور یہ خیال نہ کیا کہ اس طرح وہ تضاد بیانی سے کام لے رہے ہیں۔
شیخ صاحب! سُنیئے! ظلّی نبوّتِ کاملہ ہی دراصل حضرت اقدسؑ کے نزدیک ایک قسم کی نبوّت ہے تبھی تو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے "چشمۂ معرفت" میں تحریر فرمایا ہے۔

"میں اس رسُول (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔ ناقل) پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں اور جانتا ہوں کہ تمام نبوّتیں اس پر ختم ہیں۔ اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔ مگر ایک قسم کی نبوّت ختم نہیں۔ یعنی وہ نبوّت جو اس کے چراغ سے نُور لیتی ہے وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنی اس کا ظلّ ہے۔ اسی کے ذریعہ سے اسی کا مظہر ہے" (چشمۂ معرفت صفحہ ۳۲۴)

واضح ہو کہ نبوّتِ محمدیہ کے چراغ سے نُور لینے والی نبوت ناقصہ بھی ہو سکتی ہے اور کاملہ بھی۔ جو شخص امتِ محمدیہ میں نبوتِ محمدیہ کا حقیقت میں

کامل ظلی ہو وہ تو خدا تعالےٰ کی طرف سے نبی کا نام اور مقام پاتا ہے اور نبی اور رسُول ہوتا ہے مگر جو حقیقت میں کامل ظلی نہ ہو اور ظلی نبوّت ناقصہ رکھتا ہو وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے نبی کا نام نہیں دیا جاتا بلکہ وہ محض محدث ہی ہوتا ہے۔ پس حقیقت کے لحاظ سے ظلی نبوّت کاملہ ہی ایک قسم کی نبوّت ہے۔ ناقص ظلی انبیاءؑ (محدثین) ہیں۔ چونکہ ظلی نبوت کی قسم ناقص طور پر پائی جاتی ہے۔ لہذا وہ اس قسمِ نبوّت کو ناقص طور پر رکھنے والے سمجھے جائیں گے اور ان پر نبی کا اطلاق صرف غیر حقیقی طور پر ہی ہو سکے گا کیونکہ وہ حقیقت کے لحاظ سے کامل ظلی نہیں گو اپنے دائرۂ تجدید و اصلاح کے لحاظ سے انہیں بھی کامل کہہ دیا جائے۔

مجاز اور استعارہ کے طور پر نبی

شیخ صاحب حضرت اقدس کو صرف لغوی معنوں میں نبی مانتے ہیں نہ کہ اسلامی اصطلاح میں۔ اسلامی اصطلاح کے مقابل وہ آپ کو مجاز اور استعارہ کے طور پر نبی سمجھتے ہیں۔ اس کے متعلق واضح ہو کہ معروف اسلامی اصطلاح تو استقرائی ہے یعنی وہ انبیائے سابقین کے افراد کو ملحوظ رکھ کر وضع کی گئی ہے۔ چونکہ انبیائے سابقین میں سے کوئی ظلی نبی یا امتی نبی نہ تھا بلکہ وہ سب غیر امتی نبی تھے اس لئے اس اصطلاح میں جو استقراء سے اخذ کی گئی نبی کے لئے امتی نہ ہونا ضروری سمجھا گیا۔ اس اصطلاح کے مقابلہ میں تو بے شک حضرت اقدس کی نبوّت کو مجاز اور استعارہ ہی قرار دیا جا سکتا ہے تا تشریعی نبوت اور مستقلہ نبوّت سے

حضرت اقدسؑ کی نبوت کا التباس نہ ہو کیونکہ اس اصطلاح میں نبی کے لئے کامل شریعت یا احکام جدیدہ لانا یا کسی دوسرے نبی کا امتی نہ کہلانا شرط ہے (ملاحظہ ہو مکتوب ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء مندرجہ الحکم)

مگر تبدیلی عقیدہ کے وقت حضرت اقدس کے اپنے آپ کو متواتر وحی سے صریح طور پر نبی سمجھ لینے کے اور اولیاء اللہ کے مقابلہ میں اپنی نبوت ظلیہ کو کاملہ قرار دینے کے بعد حضرت اقدس نے نبی کی اسلامی اصطلاح میں ترمیم فرما دی ہے اور ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸ پر نبی کے حقیقی معنی بیان کرنے کے بعد یہ تحریر فرما دیا ہے کہ ایک امتی کو ایسا نبی قرار دینے میں کوئی محذور لازم نہیں آتا اور نبی کے حقیقی معنی اخبار غیبیہ اور مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ قرار دیئے ہیں۔ دوسری جگہ اسی امر کو اسلامی اصطلاح میں بھی نبوت اور خدا کے حکم (مندرجہ قرآن مجید) میں بھی نبوت قرار دیا ہے اور خدا تعالیٰ کی اصطلاح میں بھی نبوت قرار دیا ہے۔ اور نبیوں کے اتفاق سے بھی نبوت قرار دیا ہے۔ اور پھر اپنے نزدیک نبوت کے حصریہ معنی بھی یہی بیان فرمائے ہیں۔ اب نبی کے لئے آپ نے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کاملہ میں امور غیبیہ کی کثرت کو شرط قرار دیا ہے اور اس کے لئے غیر امتی ہونا ضروری قرار نہیں دیا۔ پس حضرت اقدس علیہ السلام صرف لغوی معنوں میں ہی نبی نہیں بلکہ خدا کے حکم اور خدا کی اصطلاح میں بھی نبی ہیں۔ لہذا خدا کے حکم اور خدا کی اصطلاح کے لحاظ سے آپ کی نبوت مجازی نہیں بلکہ اس لحاظ سے آپ ایک قسم کے نبی ہی ہیں۔ تبھی تو آپ نے تحریر فرمایا:-

"میں نبی اور رسول نہیں ہوں باعتبار نئی شریعت اور نئے دعویٰ اور نئے نام کے اور میں نبی اور رسول ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے" (نزول المسیح صفحہ ۳)

پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حقیقت میں جو کامل ظل ہو وہ صرف نبی کا نام ہی نہیں پاتا یا صرف نبی کہلانے کا مستحق ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ نبی اور رسول ہوتا بھی ہے۔ پس جو نبی اور رسول ہو اسے شیخ مصری صاحب کا محض زمرۂ محدثین کا فرد قرار دینا اور زمرۂ انبیاء کا فرد نہ سمجھنا صریح غلطی ہے۔

حضرت اقدسؑ کے نزدیک نبوت کی تعریف

خدا کے حکم اور اصطلاح میں نبی

حضرت اقدسؑ "تتمہ حقیقۃ الوحی" صفحہ ۶۸ پر تحریر فرماتے ہیں :-

"صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیہ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے۔ سو مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی۔ یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہیں۔ میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔ وَلِكُلٍّ اَنْ يَّتَكَلَّمَ"

پھر "چشمۂ معرفت" صفحہ ۳۲۵ میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"نبوّت اور رسالت کا لفظ خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں میری نسبت صدہا مرتبہ استعمال کیا ہے مگر اس لفظ سے وہ مکالمات مخاطبات الٰہیہ مراد ہیں جو بکثرت ہیں اور غیب پر مشتمل ہیں۔ اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ ہر ایک شخص اپنی گفتگو میں ایک اصطلاح اختیار کر سکتا ہے۔ لِکُلٍّ اَنْ یَّصْطَلِحَ۔ سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوّت رکھا"

نبوت و رسالت کی جو تعریف "تتمہ حقیقۃ الوحی" اور "چشمہ معرفت" میں کی گئی ہے جو تبدیلی عقیدہ سے بعد کی کتابیں ہیں اس میں حضور نے اپنے آپ کو خدا کے حکم اور خدا کی اصطلاح میں بھی نبی قرار دیا ہے۔ نہ کہ صرف لغوی معنوں میں نبی۔ پھر "تجلیات الٰہیہ" صفحہ ۲۶ پر صریح الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"میرے نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام قطعی اور یقینی اور بکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو۔ اس لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا"

پس آپ کے نزدیک نبی کے صرف یہی معنی ہیں نہ کچھ اَور۔ اور ان معنوں کے آپ مصداق ہونے کی وجہ سے نبی ہیں۔ پھر "الوصیت" صفحہ ۱۲ پر اسی تعریفِ نبوت کو نبیوں کے اتفاق سے نبوّت قرار دیا ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں :۔

" جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت و کمیّت کے رُو سے کمال

درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو
اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں
میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر تمام نبیوں کا
اتفاق ہے"

پس باتفاق انبیاء بھی آپ نبی ہیں۔

پھر "ایک غلطی کا ازالہ" میں قرآنی آیت سے بھی نبوت کی یہی تعریف قرار دی ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں کہ

"قرآن شریف بجز نبی اور رسول ہونے کے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے۔ جیسا کہ آیت لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ سے ظاہر ہے۔ پس مصفّٰی غیب پانے کے لئے نبی ہونا ضروری ہوا۔ اور آیت اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ گواہی دیتی ہے کہ اس مصفّٰی غیب سے یہ اُمّت محروم نہیں اور مصفّٰی غیب حسب منطوق آیت نبوّت اور رسالت کو چاہتا ہے اور وہ طریق براہ راست بند ہے۔ پس اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کے لئے محض بروز ظلیّت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔"

اس تحریر سے ظاہر ہے کہ قرآنی معنوں یعنی خدا کے حکم کے لحاظ سے بھی آپ نبی ہیں۔ پھر حضرت اقدس اپنی تقریر "حجۃ اللہ" میں فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کلام پا کر جو غیب پر مشتمل ہو

زبردست پیشگوئیاں ہوں، مخلوق کو پہنچانے والا اسلامی اصطلاح کے رُو سے نبی کہلاتا ہے"

(تقریر "حجۃ اللہ" مندرجہ الحکم ۱۷ مئی ۱۹۰۸ء)

پس حضرت اقدسؑ اسلامی اصطلاح میں بھی نبی ہیں۔ پھر حضرت اقدسؑ سب سے آخر میں مکتوب مندرجہ اخبار "عام" مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء میں اپنی وفات سے تین دن پہلے تحریر فرماتے ہیں:-

"میں اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنی ہیں کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیشگوئی کرنے والا۔ اور بغیر کثرت کے یہ معنی متحقق نہیں ہوسکتے جیسا کہ ایک پیسہ سے کوئی مالدار نہیں ہوسکتا"

اور اسی مکتوب میں یہ بھی لکھتے ہیں:-

"سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا"

پس حضرت اقدس اپنی ان تحریروں کی رو سے خدا کے حکم کے موافق بھی نبی ہیں۔ خدا کی اصطلاح میں بھی نبی ہیں۔ نبیوں کے متفق علیہ معنوں کے لحاظ سے بھی نبی ہیں اور ایک اسلامی اصطلاح میں بھی نبی ہیں اور عربی اور عبرانی لغت کے لحاظ سے بھی نبی ہیں۔ لہذا اگر آپ تبدیلیٔ عقیدہ کے بعد اپنے آپ کو فی الواقع نبی نہ سمجھتے تو کبھی یہ نہ لکھتے کہ

"عذاب کا مستحق ہوجانا اتمامِ حجت کے لئے نبی کو لاتا ہے اور

اس کے قائم ہونے کی ضرورت پیدا کرتا ہے اور سخت عذاب بغیر قائم ہونے نبی کے آتا ہی نہیں۔ چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک طرف طاعون ملک کو کھا رہی ہے اور دوسری طرف ہیبت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے اے غافلو! تلاش تو کرو۔ شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہو گیا ہے جس کی تم تکذیب کر رہے ہو" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۱۰)

شیخ مصری صاحب! یہ نبی کون ہے؟ آپ جانتے ہیں کہ یہ مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ اگر آپ فی الواقع نبی نہ ہوتے بلکہ محض محدّث ہی ہوتے جیسا کہ شیخ مصری صاحب کا آجکل کا خیال ہے تو آپ ایک غلطی کے ازالہ میں کبھی یہ نہ لکھتے:۔

"اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو کہ اس کا نام محدّث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں۔ مگر نبوت کے معنے اظہار امر غیب ہے۔"

لغوی معنوں کے مطابق ہی شرعی اصطلاح میں بھی محدث وہی ہوتا ہے جو مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو مگر اخبار غیبیہ سے اطلاع اس کے لئے شرط نہیں۔ پس حضرت اقدس نہ لغوی معنوں میں محض محدث ہیں نہ شرعی

اصطلاح میں محض محدث ہیں۔ بلکہ حضرت اقدس "ایک غلطی کا ازالہ" میں محض محدث کہلانے سے انکار کر رہے ہیں اور اسی جگہ لغوی معنوں میں نبی ہونے کے علاوہ قرآنی معنوں میں بھی اپنے آپ کو نبی قرار دینے کیلئے تحریر فرما رہے ہیں:

"جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہوں گے بالضرورت اس پر مطابق آیت لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا" (ایک غلطی کا ازالہ)

شیخ مصری صاحب حضرت اقدس کے مکتوب ۱۷ راگست ۱۸۹۹ء میں مندرجہ نبوت کی اصطلاح کے رُو سے حضرت اقدسؑ کو نبی نہیں سمجھتے کیونکہ اس تعریف نبوت کے رو سے نبی کے لئے اگر وہ شریعت کاملہ یا احکام جدیدہ نہ لائے تو کم از کم اس کا دوسرے کسی نبی کا امتی نہ ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس عرفی تعریف نبوت یا اس معروف اصطلاح میں ہم لوگ بھی حضرت اقدس کو نبی قرار نہیں دیتے۔ مگر یہ تعریف نبوت حضرت اقدسؑ کی بعد کی تحقیق کے رو سے نبوّت کی جامع تعریف نہیں کیونکہ تبدیلیٔ عقیدہ سے بعد کی کتابوں میں حضرت اقدس نے نبوّت کی جو تعریف پیش کی ہے۔ اس میں نبی کے لئے کامل شریعت لانا یا احکام جدیدہ لانا یا کسی دوسرے نبی کا امتی نہ ہونا ضروری قرار نہیں دیا بلکہ صرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ مشتمل بر امور غیبیہ کثیرہ کو ہی نبوّت قرار دیا ہے اور اسی تعریفِ نبوت کے ماتحت اپنے آپ کو خدا کے حکم، خدا کی اصطلاح، اسلامی اصطلاح اور نبیوں کی متفق علیہ تعریف میں نبی قرار دیا ہے۔ اب اگر شیخ مصری صاحب حضرت اقدسؑ

مسیح موعودؑ کو خدا کے حکم اور اصطلاح (مندرجہ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸ و چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۵) اور اسلامی اصطلاح (مندرجہ تقریر حجۃ اللہ) اور نبیوں کے متفق علیہ معنوں (مندرجہ الوصیت) کے مطابق نبی قرار نہ دیں تو یہ امر ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقیدہ سے انحراف کے مترادف ہوگا۔ اگر وہ یہ کہیں کہ نبوت کی یہ تعریف جس پر صادق آئے وہ محض ولی ہوتا ہے نبی نہیں ہوتا تو یہ بات اُن کی محض تحکم ہو گی جو خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ حکم حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر خود حکم بننے کے مترادف ہوگی اگر وہ یہ کہیں، حضرت اقدس محض لغوی معنوں میں نبی ہیں تو یہ بھی ان کا تحکم ہوگا۔ کیونکہ حضرت اقدس نے اپنے آپ کو لغوی معنوں میں نبی کہنے کے ساتھ ہی اپنے آپ کو خدا کے حکم اور خدا کی اصطلاح بلکہ ایک اسلامی اصطلاح اور قرآنی معنوں میں بھی نبی کہا ہے۔

شیخ صاحب! سُنیئے!! جب آپ حضرت اقدس کو لغوی معنوں میں نبی مانتے ہیں تو لُغت عربی میں نبوت کے جو معنی ہیں وہ تو آپ میں درحقیقت پائے گئے۔ لغوی معنی کے بالمقابل تو آپ کی نبوت مجاز اور استعارہ کے طور پر نہ ہوئی۔ اب بتائیے کہ تمام انبیائے کرام بھی لغوی معنوں میں نبی ہیں یا نہیں؟ اگر آپ انکار کریں تو یہ خدا کے حکم پر حَکَم بننا ہوگا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”خدا تعالیٰ کا اس اُمت سے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے ہیں اور منجملہ ان کے وہ

نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کے رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے" (ایک غلطی کا ازالہ۔حاشیہ)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدس کے نزدیک تمام انبیاء کرام علیہم السلام انہیں نبوتوں اور پیشگوئیوں کی وجہ سے نبی کہلاتے رہے ہیں۔ جن کے اس امت میں ملنے کا وعدہ ہے۔چونکہ لغت عربی خدا کی طرف سے پیشگوئیاں پانے کو ہی نبوت قرار دیتی ہے۔ لہذا یہ امر محقق ہو گیا کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام لغوی معنوں میں بھی نبی ہیں۔جس طرح وہ اصطلاحی معنوں میں نبی ہیں۔ چونکہ شیخ مصری صاحب کے نزدیک حضرت اقدس بھی لغوی معنوں میں نبی ہیں۔ لہذا لغوی معنوں میں حضرت اقدس بھی زمرۂ انبیاء کے فرد قرار پائے اور شیخ مصری صاحب کا یہ خیال باطل ہوا کہ حضرت اقدس زمرۂ انبیاءؑ کے فرد نہیں۔ پس بعض انبیاء کا شریعت جدیدہ لانا یا کسی دوسرے نبی کا امتی نہ ہونا۔ یا مسیح موعود علیہ السلام کا نبی کے ساتھ امتی بھی ہونا یہ ان کی علیحدہ علیحدہ خصوصیات ہیں جو لغوی نبوت پر امور زائدہ ہیں۔ یہ امور لغوی نبوت کا ضروری اور ذاتی جزو نہیں۔

پس لغوی معنوں کے لحاظ سے جس طرح پہلے انبیاء زمرۂ انبیاء کے افراد ہیں اسی طرح لغوی معنوں کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی زمرۂ انبیاء کے فرد ہیں۔ گو مصری صاحب اپنی مسلمہ اصطلاح نبوت کے لحاظ سے آپ کو نبی نہ سمجھیں مگر لغوی معنوں میں تو حضور کے نبی ہونے سے شیخ مصری صاحب کو انکار نہیں ہو سکتا۔

ایک مغالطہ کا جواب

اس جگہ شیخ مصری صاحب کے ایک مغالطہ کا جواب دینا ضروری ہے۔ شیخ صاحب اپنے اس مضمون میں لکھتے ہیں :-

"یہ الفاظ " اپنی تمام شان میں بڑھ کر " دافع البلاء میں ہیں جو اپریل ۱۹۰۲ء کی کتاب ہے۔ " دافع البلاء " کے بعد حضور نے ایک مضمون ریویو کے پرچہ مئی ۱۹۰۲ء میں شائع کروایا ہے۔ یعنی " دافع البلاء " والے مضمون کے ایک ماہ بعد اس میں صریح الفاظ میں جزوی فضیلت کا ہی دعویٰ کیا ہے حضور کے الفاظ یہ ہیں :-

"جس طرح مثیل موسیٰ بہت سی باتوں میں موسیٰ سے بڑھ کر ہے ایسا ہی مثیل عیسیٰ بھی بہت سی باتوں میں عیسیٰ سے بڑھ کر ہے۔ یہ جزئی فضیلت ہے جس کو خدا چاہتا ہے دیتا ہے "

الجواب

اس مغالطہ میں شیخ صاحب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت اقدس کا اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کا عقیدہ بھی ایسی ہی جزئی فضیلت کا عقیدہ ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ مگر شیخ صاحب کا ایسا استدلال درست نہیں کیونکہ اس جگہ شیخ صاحب نے ساری عبارت درج نہیں کی۔ ورنہ اس جگہ تو حضور کی مراد یہ ہے کہ سلسلہ محمدیہ سلسلہ موسویہ پر جزئی فضیلت رکھتا ہے نہ کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جزئی فضیلت رکھتے ہیں لیکن اگر بالفرض شیخ مصری صاحب کے استدلال کو کسی حد تک درست بھی سمجھ لیا جائے تو ہمارا جواب یہ ہے کہ حقیقۃ الوحی کی زیر بحث عبارت

ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسی جزئی فضیلت کے عقیدہ پر جو ایک غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے قائم نہ رہنے اور اس کے متناقض یہ عقیدہ اختیار کرنا تسلیم فرمایا ہے کہ

"خدا نے اس امت سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے"

لہٰذا جب حضرت اقدس نے خود ان دونوں عقیدوں میں تناقض تسلیم فرما لیا ہے تو اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ پہلا عقیدہ یعنی ایسی جزئی فضیلت کا عقیدہ جو ایک غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے آپ نے بالکل ترک فرما دیا تھا لہٰذا اس عقیدہ کے ترک کر دینے کے بعد یہ محال ہے کہ حضرت اقدس اس سے اگلے جملہ میں ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر پھر اپنی ایسی ہی جزئی فضیلت قرار دے دیں جو ایک غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے۔ پس اگر اپنی تمام شان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہونے کو ریویو مئی سنہ ۱۹۰۲ء کی محولہ عبارات میں بقول شیخ مصری صاحب حضرت اقدس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی فضیلت جزئی ہی قرار دی ہے تو تبدیلی عقیدہ کے بعد اس جزئی فضیلت کا مفاد یہ ہوگا کہ یہ ایسی جزئی فضیلت نہیں جو ایک غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے بلکہ یہ ایسی جزئی فضیلت ہے جو صرف ایک نبی ہی کو نبی پر ہو سکتی ہے کیونکہ دونوں عقیدوں میں تناقض کا وجود ضروری ہے۔

پس اس صورت میں جزئی فضیلت کی دو قسمیں باہم متضاد و متباین

بلکہ متناقض ماننی پڑیں گی۔ ایک قسم جزئی فضیلت کی تو ایسی ہوگی جو صرف ایک غیر نبی کو ایک نبی پر بھی ہو سکتی ہے۔ اور دوسری قسم ایسی جزئی فضیلت کی ہوگی جو صرف ایک نبی کو دوسرے نبی پر ہو سکتی ہے۔ پس مئی ۱۹۰۲ء کے ریویو میں مذکورہ جزئی فضیلت دوسری قسم کی ہی قرار دی جائے گی کیونکہ پہلی قسم کی جزئی فضیلت کے عقیدہ پر جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے، حضرت اقدسؑ نے قائم نہ رہنے کا اعلان فرما دیا ہے اور اس کی جگہ اپنی تمام شان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہونے کا عقیدہ اختیار کیا ہے۔ اور اس عقیدہ کو پہلے عقیدہ سے متناقض قرار دیا ہے جس کے یہی معنے ہو سکتے ہیں کہ یہ ایسی فضیلت ہے جو صرف ایک نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔

پس ریویو کی عبارت بہت سی باتوں میں حضرت عیسے علیہ السلام سے بڑھ کر ہونے سے، ایک نبی کی دوسرے نبی پر بہت سی باتوں میں فضیلت مراد ہوگی۔ اور بہت سی باتوں سے بہت سی جزئیات مراد لے کر اسے صرف دوسری قسم کی ہی جزئی فضیلت کہنا جائز ہوگا جو ایک نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ اب خواہ اس فضیلت کو ایسی جزئی فضیلت قرار دیا جائے جو ایک نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے یا اسے اپنی مجموعی شان میں ایک نبی سے بڑھ کر ہونے کے معنوں میں پہلی قسم کی جزئی فضیلت کے مقابلہ میں کلی فضیلت کا نام دیا جائے۔ دونوں صورتوں میں حضرت اقدسؑ نبی قرار پاتے ہیں اور شانِ نبوت، درجۂ نبوت، نفسِ نبوت یا نبوت مطلقہ کے لحاظ سے زمرۂ انبیاء میں داخل قرار پاتے ہیں نہ کہ محض زمرۂ اولیاء میں۔

فَتَدَبَّرُوْا یَا اُوْلِی الْاَلْبَاب۔

اصل حقیقت

پس حضرتِ اقدس کی ریویو مئی ۱۹۰۲ء کی عبارت کے متعلق جناب مصری صاحب کے استدلال کو بالفرض تسلیم کرنے کی صورت میں بھی حضرت اقدس کو زمرۂ انبیاء کا فرد ماننا پڑتا ہے۔ لیکن اصل حقیقت جیسا کہ میں پہلے ذکر چکا ہوں یہ ہے کہ شیخ مصری صاحب نے ریویو مئی ۱۹۰۲ء کی عبارت پوری درج نہیں کی۔ پوری عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس جگہ حضرت اقدس علیہ السلام سلسلۂ موسویہ اور سلسلہ محمدیہ کا تقابل پیش فرما رہے ہیں اور یہ بتا رہے ہیں کہ جس طرح مثیل موسیٰ یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ السلام سے بہت سی باتوں میں بڑھ کر ہیں اسی طرح مثیلِ عیسیٰ یعنی مسیح موعود بہت سی باتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر ہیں۔ پس مثیل موسیٰ چونکہ نبی ہوتے ہوئے بہت سی باتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر ہیں۔ اسی طرح مثیل عیسیٰ بھی نبی ہو کر بہت سی باتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر قرار پاتے ہیں۔ یہ تقابل پیش کرکے حضرت اقدس کا اسے جزئی فضیلت قرار دینا دراصل سلسلہ محمدیہ کی سلسلہ موسویہ پر جزئی فضیلت قرار دینا ہے نہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موسےٰ علیہ السلام پر جزئی فضیلت یا مسیح موعودؑ کی عیسیٰ علیہ السلام سے جزئی فضیلت قرار دینا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موسیٰ علیہ السلام پر کلّی فضیلت تو شیخ صاحب کو مسلّم ہے اور جب مسیح موعود اس عبارت میں اسی طرح

مثیلِ عیسیٰ قرار دیئے گئے جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مثیلِ موسےٰ قرار دیئے گئے ہیں تو آپ کی فضیلت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کلی ہو گی اس لئے آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ

" خدا نے اس امت سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے "

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس عبارت میں پہلے دونوں سلسلوں کی مماثلت کا ذکر ہے اور آخر میں جزئی فضیلت کا ذکر ہے۔ لہذا اس سے مراد محمدی سلسلہ کی موسوی سلسلہ پر جزئی فضیلت ہے۔ چنانچہ حضور تحریر فرماتے ہیں :-

" میں مسیح محمدی ہوں اور وہ (عیسیٰ) مسیح موسوی تھا۔ خدا کی تقدیر نے یہ مقدر کیا تھا کہ اسرائیلی سلسلہ کے آخر میں جس کی شریعت کی ابتدا موسیٰ سے ہے ایک مسیح آوے اور اس کے مقابل پر یہ بھی مقدر تھا کہ اسماعیلی سلسلہ کے آخر میں بھی جس کی شریعت کی ابتدا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے ایک مسیح آوے۔ سو ایسا ہی ہوا۔ موسےٰؑ خدا کا بندہ اسرائیل کے لئے شریعت لایا۔ خدا کو معلوم تھا کہ موسیٰؑ سے قریباً چودھویں صدی پر بنی اسرائیل شریعت کے حقائق اور رموز کو چھوڑ دیں گے اور نیز اخلاقی حالت ان کی بہت ابتر ہو جائے گی۔ سو اسی غرض سے خدا نے حضرت موسیٰ سے چودھویں صدی پر مسیح ابن مریم کو پیدا کیا اور اس ملک میں جس

میں جس میں بنی اسرائیل کی سلطنت بھی باقی نہیں رہی تھی بموجب توریت کتاب استثنا کے وعدہ کے مطابق دنیا میں مثیل موسیٰ آیا یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تو خدا نے آپ کے بعد بھی جب چودھویں صدی پہنچی تو پہلے مسیح کی مانند ایک مسیح پیدا کیا اور وہ **مَیں ہوں**۔ اور جس طرح مثیل موسیٰ بہت سی باتوں میں موسیٰ سے بڑھ کر ہے ایسا ہی مثیلِ عیسیٰ بھی بہت سی باتوں میں عیسیٰ سے بڑھ کر ہے اور یہ جزئی فضیلت ہے (یعنی سلسلہ محمدیہ کی سلسلہ موسویہ پر ناقل) جس (سلسلہ ناقل) کو خدا چاہتا ہے۔ دیتا ہے"

(ریویو ۔ مئی ۱۹۰۲ء)

شیخ صاحب! یہ محال ہے کہ حضرت اقدس جزئی فضیلت کے عقیدہ کو جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ تبدیل کر لینے کے ایک ماہ بعد ہی حضرت عیسٰے علیہ السلام پر اپنی ایسی ہی جزئی فضیلت کا ذکر کرنے لگیں جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے کیونکہ حضرت اقدس نے اس جزئی فضیلت کے عقیدہ کو ترک کرکے اس کے بجائے اس کی نقیض اپنی تمام شان میں حضرت عیسٰے علیہ السلام سے بڑھ کر ہونے کا عقیدہ اختیار کر لیا ہے اور ریویو مئی ۱۹۰۲ء کی زیر بحث عبارت میں اپنا اسی طرح عیسٰی علیہ السلام سے بڑھ کر ہونا بیان کیا ہے۔ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے موسٰی علیہ السلام سے بڑھ کر ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ لہٰذا اس جگہ اس تشبیہ میں جس طرح نبی

ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم موسٰے علیہ السلام سے بہت سی باتوں میں بڑھ کر ہیں۔ اسی طرح مسیح موعود بھی نبی ہو کر عیسٰی علیہ السلام سے بہت سی باتوں میں بڑھ کر ہوئے۔ کیونکہ اس تشبیہ میں دونوں کے بہت سی باتوں میں بڑھ کر ہونے کا ذکر ہے۔ اور ایک نبی جب دوسرے نبی سے بہت سی باتوں میں بڑھ کر ہو تو اسے کلی فضیلت ہی قرار دیا جاتا ہے چنانچہ اے شیخ صاحب! خود آپ نے اپنے مضمون میں اس عبارت کو زیر بحث لاتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسٰے علیہ السلام پر بہت سی باتوں میں فضیلت کلی فضیلت ہی قرار دی ہے۔ پس یہ دونوں امر اس بات کے لئے قرینہ ہیں کہ ریویو مئی ۱۹۰۴ء کی عبارت میں

"یہ جزئی فضیلت ہے جس کو خدا چاہتا ہے دیتا ہے"

کے الفاظ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موسٰے علیہ السلام پر اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حضرت عیسٰی علیہ السلام پر جزئی فضیلت مراد نہیں بلکہ سلسلہ اسماعیلی (سلسلہ محمدیہ) کی سلسلہ اسرائیلی (سلسلہ موسویہ) پر جزئی فضیلت مراد ہے۔ کیونکہ مقصود اس عبارت کا دونوں سلسلوں میں مماثلت ثابت کرنا ہے۔ اور یہ مماثلت ثابت کرنے کے لئے آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مثیل موسٰی ہونے اور اپنے مثیل عیسٰی ہونے کا ذکر فرمایا ہے اور دونوں سلسلوں کی مماثلت میں جزئی فضیلت کا ذکر کیا ہے۔ پس یہ سلسلہ کی سلسلہ پر جزئی فضیلت ہے۔ چونکہ سلسلہ موسویہ کے تمام خلفاء کی جزئیات (افراد) نبی تھیں اور سلسلہ محمدیہ کے تمام خلفاء کی جزئیات

نبی نہیں بلکہ اس وقت تک مسیح موعود ہی نبی ہیں اس لئے یہ ایک سلسلہ کی دوسرے سلسلہ پر جزئی فضیلت ہی ہو سکتی ہے۔ مگر واضح رہے کہ سلسلہ محمدیہ کی یہ جزئی فضیلت بھی شان میں ہزار درجہ بڑھ کر ہے کوئی معمولی درجہ کی جزئی فضیلت نہیں کیونکہ حضرت اقدسؑ کشتی نوح صفحہ ۱۳ پر تحریر فرماتے ہیں:-

"اب محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کے قائمقام ہے مگر شان میں ہزارہا درجہ بڑھ کر۔ مثیل موسیٰ موسیٰ سے بڑھ کر اور مثیلِ عیسیٰ عیسیٰ سے بڑھ کر"

نبوّت محمدیہ کا ظلّ نبوّت بھی ہے نہ کہ محض ولایت

شیخ مصری صاحب نے یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ حضرت اقدس علیہ السلام کو کھلے کھلے طور پر نبی کا نام صفتِ نبوّت کامل طور پر پانے کی وجہ سے ملا ہے۔ پھر آپ کی نبوّت کو محض ولائیت قرار دینے کے لئے حضرت اقدس کی کتاب "لجۃ النور" کی ایک عبارت کا غلط ترجمہ پیش کر کے سہارا تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ شیخ صاحب "لجۃ النور" کی عبارت ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:-

"قَدِ اتَّفَقَ اَهْلُ الْقُلُوْبِ عَلٰى اَنَّ الْوِلَايَةَ ظِلُّ النُّبُوَّةِ"

مگر اصل عبارت "ظِلُّ النُّبُوَّةِ" نہیں بلکہ "ظِلٌّ لِلنُّبُوَّةِ" ہے۔ خیر! شیخ صاحب اس عبارت کا ترجمہ یہ لکھتے ہیں کہ

"تمام اہلِ دل اس بات پر متفق ہیں کہ نبوّت کا ظِلّ ولائیت

ہوتی ہے" (روحِ اسلام صفحہ ۲)

شیخ صاحب یہ ترجمہ کر کے بتانا چاہتے ہیں کہ نبوت کا ظلّ محض ولائت ہی ہوتی ہے۔ لیکن شیخ صاحب کا یہ ترجمہ بالکل غلط ہے۔ صحیح ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے :-

"تمام اہل دل اس بات پر متفق ہیں کہ ولایت نبوت کا ظلّ ہے" (نہ کہ نبوت کا ظلّ ولایت ہے)

ان دونوں ترجموں کے مفہوم میں بعد المشرقین ہے۔ شیخ صاحب کے ترجمہ سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نبوّت کا ظلّ صرف ولائت ہی ہوتی ہے۔ یعنی نبوّت کا ظلّ نبوّت نہیں ہو سکتی۔ اور ہمارے ترجمہ سے ظاہر ہے۔ ولائت نبوّت کا ظلّ ہوتی ہے جس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ ہر نبی کا ظلّ محض ولی ہی ہوتا ہے کیونکہ خاتم النبییّن صلے اللہ علیہ وسلم کا ظلّ نبی بھی ہوتا ہے۔ ترجمہ کو شیخ صاحب نے اس طرح بگاڑا ہے کہ اَلْوَلَایَۃَ کے لفظ کو جو اس عبارت میں اِنَّ کا اسم ہے اپنے ترجمہ میں خبر بنا دیا ہے اور ظِلٌّ لِلنُّبُوَّةِ کو جو اصل جملہ میں خبر ہے ترجمہ میں مبتدا بنا دیا ہے تاکہ اس غلط ترجمہ سے وہ اپنے مضمون پڑھنے والوں کے یہ ذہن نشین کرائیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک ہر نبی کا ظلّ صرف ایک ولی ہی ہوتا ہے حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام خاتم النبییّن کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"اللہ جلّشانہٗ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتم

بنایا یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز
نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی
آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ رُوحانی
نبی تراش ہے۔ یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی"

(حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۹۷)

پس حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بوجہ خاتم
النبیین ہونے کے صرف ولی تراش ہی نہیں بلکہ نبی تراش بھی ہیں اور نبی
تراش ہونے کی قوت قدسیہ* آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی انبیاء
کا ظل تو صرف ولی ہی ہوتا تھا کیونکہ ان میں سے کوئی نبی خاتم النبیین نہ
تھا لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بوجہ خاتم النبیین ہونے کے
تمام انبیاء سے یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ کی پیروی سے آپ کی ظلیت
میں نہ صرف ہزارہا اولیاء اللہ ہی پیدا ہوئے بلکہ ایک وہ بھی ہوا جو ایک
پہلو سے امتی ہے اور ایک پہلو سے نبی ہے اور وہ مسیح موعود ہے چنانچہ
حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسلمانوں کے ذکر میں مندرجہ بالا عبارت کا
خاتمہ ان الفاظ پہ فرماتے ہیں :-

"خود حدیثیں پڑھتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں اسرائیلی نبیوں کے مشابہ
لوگ پیدا ہوں گے اور ایک ایسا ہوگا جو ایک پہلو سے نبی ہے

* آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی اور نبی کو حاصل نہیں تھی۔ لہٰذا

اور ایک پہلو سے امتی۔ وہی مسیح موعود کہلائے گا"

(حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۱)

پھر حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸ پر تحریر فرماتے ہیں :۔

"بجز اس (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) کے کوئی نبی صاحبِ خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مُہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے امتی ہونا لازمی ہے"

اور اسی جگہ حاشیہ میں یہ تحریر فرماتے ہیں :۔

"اس اُمت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے ہیں اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے نبی بھی" (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۲۸)

خود جناب مصری صاحب کو اپنے اس مضمون میں مسلّم ہے کہ حضرت اقدسؑ کو نبی کا نام نبوت کی صفت کامل طور پر حاصل کرنے کی وجہ سے ملا ہے اور یہ بھی انہیں مسلّم ہے کہ حضرت اقدسؑ سے پہلے امت محمدیہ کے اولیاء اللہ کو نبی کا نام اس لئے نہیں ملا کہ انہیں صفتِ نبوت کامل طور پر حاصل نہ تھی۔ چنانچہ وہ تحریر کرتے ہیں :۔

"نبی کا نام جو اور کسی ولی کو (امتِ محمدیہ میں۔ ناقل) نہیں دیا گیا اور حضرت اقدس کو ہی دیا گیا۔ وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے۔ ناقل) مماثلتِ تام کی وجہ سے ملا دیا گیا۔ کیونکہ نام کسی صفت کے کمال پر پہنچ جا کر ملتا ہے" (زوج اسلام" صفحہ ۳۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظلِ کامل کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتم النبیین کی مُہر کے فیض سے مقامِ ولائت کے علاوہ مقامِ نبوت بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے عطا ہو سکتا ہے پس بے شک ولایت نبوت کا ظل ہے لیکن نبوتِ تامہ کاملہ محمدیہ کے فیض سے ولائت کے مرتبہ سے بڑھ کر مقامِ نبوت بھی مل سکتا ہے۔ کیونکہ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتم کو حضرت مسیح موعودؑ نے نبی تراش بھی قرار دیا ہے۔

نبی تراش سے مراد ولی تراش نہیں

جناب مصری صاحب! اس عبارت میں آپ نبی تراش سے مراد ولی تراش ہرگز نہیں لے سکتے۔ کیونکہ اس صورت میں تمام انبیاء آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصفِ خاتم النبیین میں شریک ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ولی تراش تو تمام انبیاء تھے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت مسیح موعودؑ نبی تراش قرار دیتے ہوئے ساتھ ہی یہ بھی لکھتے ہیں کہ

"یہ قوتِ قدسیہ اور کسی نبی کو نہیں ملی" (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص۹۷)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو امتِ محمدیہ کے اولیاء اللہ میں سے ایک امتیاز حاصل ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ اُمتی بھی ہیں اور نبی بھی اور امتی نبی بمعنے امتی ولی نہیں۔ کیونکہ اولیاء اللہ تو امتِ محمدیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک ہزارہا ہوئے ہیں۔ اور ایک پہلو سے

نبی اور ایک پہلو سے اُمتی صرف ایک ہی ہوا ہے جو مسیح موعودؑ ہے۔
پس خاتم النبیین کے معنی نبی تراش کا مفہوم ولی تراش ہرگز نہیں ہو سکتا۔ لہذا خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی ظلیت میں حضرت مسیح موعودؑ نبی ہیں۔ اور مصری صاحب کا یہ خیال باطل ہے کہ نبوت محمدیہ کا ظل بھی محض ولی ہی ہوتا ہے۔

وجوہِ فضیلت

شیخ مصری صاحب نے اپنے اس مضمون میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں افضل ہونے کی پانچ وجوہ لکھی ہیں۔ ہر وجہ کو انہوں نے شق کے عنوان کے تحت لکھا ہے۔ اور ہر شق کے خاتمہ پر یہ لکھا ہے کہ حضرت اقدسؑ نے اپنے نبی ہونے یا اپنی نبوت کو وجہِ فضیلت نہیں بتلایا۔ حالانکہ نبوت کی وجہِ فضیلت کو دیگر وجُوہِ فضیلت بیان کرتے ہوئے ہر فضیلت کے ذکر کے ساتھ دہرانا ضروری نہ تھا کیونکہ نبوت کا فضیلت کی وجوہ میں دخل ایک مرتبہ سائل کے جواب کے پہلے حصہ میں اور دوسری مرتبہ جواب کے آخری حصہ میں بیان فرما چکے ہیں اور درمیان میں دیگر وجُوہِ فضیلت بیان کی ہیں چنانچہ سائل کے سوال کے جواب والی عبارت کے پہلے حصہ میں ہی حضرت اقدسؑ نے بتایا ہے کہ آپ نے فضیلت کے عقیدہ میں تبدیلی بارش کی طرح وحی

الٰہی سے صریح طور پر نبی کا خطاب پانے پر کی ہے (ملاحظہ ہو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹، ۱۵۰)

اور اسی طرح سائل کے سوال کے جواب کے خاتمہ پر تحریر فرمایا ہے:-

"جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے اس کو نصوص حدیثیہ اور اور قرآنیہ سے ثابت کرنا چاہیئے کہ آنے والا مسیح کچھ چیز ہی نہیں نہ نبی کہلا سکتا ہے نہ حکم جو کچھ ہے پہلا ہے"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵)

پس دو جگہ حضرت اقدسؑ نے اپنے جواب میں اپنی تمام شان میں حضرت مسیح علیہ السلام سے افضل ہونے میں اپنی نبوت کا دخل بھی بیان فرما دیا ہے۔ لہذا شیخ مصری صاحب باقی وجوہ فضیلت بیان کرتے ہوئے ہر شق پر ایسا نوٹ دے کر کہ حضور نے اپنے نبی ہونے یا نبوت کو وجۂ فضیلت نہیں بتلایا۔ اس جگہ یہ تاثر پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ گویا حضور نے حضرت عیسٰی علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے میں اپنی نبوت کا دخل قرار نہیں دیا۔

شق اوّل کے طور پر شیخ مصری صاحب نے "حقیقۃ الوحی ص۱۵۰ کی یہ عبارت درج کی ہے:-

"اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ مسیح ابن مریمؑ آخری خلیفہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے اور میں آخری خلیفہ اس نبی کا ہوں جو خیر الرسلؐ ہے۔ اس لئے خدا نے چاہا کہ مجھے اس سے کم نہ رکھے"

یہ وجہ فضیلت پیش کرنے کے ساتھ ہی شیخ صاحب لکھتے ہیں:۔

"اس میں اپنی شان خیر الرسل حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا آخری خلیفہ ہونا بتلائی ہے لیکن نبوت نہیں بتلائی"

(رُوح اسلام صفحہ ۱۷)

حالانکہ اس عبارت سے پہلے حضرت اقدس علیہ السلام بارش کی طرح وحی الٰہی سے نبی کا خطاب پانے کو فضیلت کے عقیدہ میں تبدیلی کا باعث قرار دے چکے ہیں۔

دوسری شق میں شیخ صاحب حقیقۃ الوحی کے اسی صفحہ کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں:۔

"پس خدا دکھلاتا ہے کہ اس رسول کے ادنیٰ خادم اسرائیلی مسیح ابن مریم سے بڑھ کر ہیں" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

اس کے بعد مصری صاحب یہ نوٹ لکھتے ہیں:۔

"ان الفاظ میں بڑھ کر ہونے کی وجہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ادنےٰ خادم ہونا ہی بتلائی ہے نبی ہونا نہیں بتلائی"

(روح اسلام صفحہ ۱۷)

حالانکہ جب حضرت اقدس اس سے پہلے صریح طور پر نبی کا خطاب پانے کو فضیلت کے عقیدہ میں تبدیلی موجب قرار دے چکے ہیں تو پھر دوسری وجہ فضیلت کے بیان پر نبوت کے فضیلت میں دخل کے بیان کو دہرانے کی ضرورت نہ تھی۔

شیخ صاحب کا اس جگہ یہ کہنا بھی درست نہیں کہ اس عبارت میں محض ادنیٰ خادم ہونے کو وجہِ فضیلت بیان کیا گیا ہے بلکہ وجہ فضیلت تو دراصل اس سے پہلی متصلہ عبارت میں مذکور ہے جو یہ ہے کہ :۔

"آسمان پر خدا تعالیٰ کی غیرت عیسائیوں کے مقابل پر بڑا جوش مار رہی ہے۔ انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کے مخالف وہ توہین کے الفاظ استعمال کئے ہیں کہ قریب ہیں کہ اُن سے آسمان پھٹ جائیں۔"

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر ہونے کی وجہ اس عبارت میں عیسائیوں کے بالمقابل خدا کی وہ غیرت اور جوش قرار دیئے گئے ہیں جو عیسائیوں کی طرف سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کے نتیجہ میں ظاہر ہوئے۔ اسی غیرت اور جوش کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک ادنیٰ خادم کے درجہ کو بلند کر کے حضرت عیسٰے علیہ السلام سے افضل قرار دے دیا ہے اور خدا جب کسی کو کسی سے بہت بڑھ کر قرار دیتا ہے تو اسے درحقیقت افضل بنا بھی دیتا ہے۔

تیسری شق میں شیخ صاحب نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۱ کی یہ عبارت پیش کی ہے :۔

" اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ جبکہ مجھ کو دنیا کی اصلاح کے لئے ایک خدمت سپرد کی گئی ہے اس وجہ سے کہ ہمارا آقاؐ اور

مخدومؑ تمام دنیا کے لئے تھا تو اس عظیم الشان خدمت کے
لحاظ سے وہ قوتیں اور طاقتیں بھی دی گئی ہیں جو اس بوجھ کے
اٹھانے کے لئے ضروری تھیں اور وہ معارف اور نشان بھی
دیئے گئے ہیں کا دیا جانا اتمام حجت کے لئے مناسب وقت تھا
مگر ضروری نہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ معارف اور نشان
دیئے جاتے کیونکہ اس وقت ان کی ضرورت نہ تھی "

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۱)

اس عبارت کی رُو سے شیخ صاحب نے تین وجوہ فضیلت بتلائی ہیں۔ چنانچہ
وہ لکھتے ہیں کہ

" اس عبارت میں اپنے افضل ہونے کی تین وجوہ بتلائی ہیں۔
اوّل۔ تمام دُنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہونا۔ دوم۔ اس
خدمت کے مناسب حال قوتوں اور طاقتوں کا دیا جانا۔ سوم
تمام دنیا پر اتمام حجت کے لئے معارف و نشانوں کا ملنا "

(رُوحِ اسلام صفحہ ۱۷)

شیخ صاحب نے اس کے آخر میں پھر یہ نوٹ دیا ہے کہ
" احباب کرام غور کرلیں کہ نبوت کو افضلیت کی وجہ کہیں بھی
نہیں بتلائی " (نقل مطابق اصل۔ ناقل)

(رُوحِ اسلام صفحہ ۱۷)

"کہیں بھی نہیں بتلائی" کے الفاظ تو سراسر غلط بیانی پر مشتمل ہیں کیونکہ

حضرت اقدس علیہ السلام نبی ہونے کا اپنی فضیلت میں دخل حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹ ، ۱۵۰ پر بھی بیان کر چکے ہیں۔ اور آگے چل کر صفحہ ۱۵۵ پر بھی بیان فرماتے ہیں حتیٰ کہ خود شیخ مصری صاحب کو صفحہ ۱۵۵ کی عبارت سے مجبور ہو کر بالآخر حضور کی نبوت کا فضیلت میں دخل ماننا ہی پڑا ہے۔ اس کی تفصیل آگے "مصری صاحب کا اعترافِ حقیقت" کے عنوان کے تحت بیان ہوگی (انشاء اللہ تعالےٰ)

چوتھی شق میں شیخ صاحب نے "حقیقۃ الوحی" صفحہ ۱۵۳ کی ایک عبارت پیش کی ہے جس کا آخری فقرہ یہ درج کیا ہے:۔

"کیا جس قادر مطلق نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا وہ ایسا ہی ایک اور انسان یا اس سے بہتر پیدا نہیں کر سکتا؟"

اور اس کے بعد یہ نوٹ دیا ہے:۔

"دیکھ لیجئے! اس تحریر میں بھی نبوت کو افضلیت کی وجہ ہرگز بیان نہیں کی" (نقل مطابق اصل۔ ناقل)

(رُوحِ اسلام صفحہ ۱۷)

حالانکہ خود یہ عبارت بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نبی ہونے پر روشن دلیل ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو ایک نبی ہیں بہتر وہی ہو سکتا ہے جو خود بھی نبی ہو۔ اور آیت کریمہ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ کے مطابق نبوت کے ساتھ وہ ایسے خاص فضائل کا حامل بھی ہو جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو حاصل نہیں تھے

شیخ صاحب! حضرت اقدسؑ کی اس عبارت میں درج شدہ سوال کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ قادر ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جیسا یا اُن سے بہتر انسان پیدا کر سکے۔ پس حضرت عیسٰی علیہ السلام سے بہتر وہی ہو سکتا ہے جو نبی بھی ہو اور اس کے علاوہ بعض ایسے خصائل بھی رکھے جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کو حاصل نہ تھے۔

لہٰذا اس عبارت میں جب حضرت اقدسؑ نے استفہام استخباری کے طور پر خدا تعالےٰ کی قدرت مطلقہ کو آپ کے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہونے کی وجہ قرار دیا ہے تو پھر نبوت کے بغیر آپ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے بڑھ کر کیسے ہو سکتے ہیں۔ پس خدا تعالےٰ کی قدرت مطلقہ سے یہ بعید نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظلّ کامل کو نبی قرار دے اور وہ اپنی نبوت میں حضرت عیسٰی علیہ السلام سے کم درجہ کا نہ ہو۔ بلکہ نفس نبوت میں مساوی ہو۔ اور دیگر وجوہ فضائل میں افضل ہونے کی وجہ سے حضرت عیسٰی علیہ السلام سے اپنی مجموعی شان میں بہت بڑھ کر ہو۔

پانچویں شق کے طور پر شیخ مصری صاحب نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۴ کی یہ عبارت پیش کی ہے:۔

"تمام نبیوں کے نام میرے نام رکھے مگر مسیح ابن مریمؑ کے نام سے خاص طور پر مجھے مخصوص کر کے وہ میرے پر رحمت و عنایت کی گئی ہے جو اس پر نہیں کی گئی"

اس عبارت کو لکھنے کے بعد شیخ صاحب نے یہ نوٹ دیا ہے:۔

"اس عبارت میں بھی افضلیت کی وجہ نبوت نہیں بتلائی"

(روح اسلام صفحہ ۱۷)

حالانکہ جب حضرت اقدسؑ پر وہ عنایت اور رحمت کی گئی ہے جو حضرت مسیح پر نہیں کی گئی تو پھر نبوت پانے کی عنایت و رحمت سے آپکو محروم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ اس عبارت سے پہلے صفحہ ۱۴۹، ۱۵۰ میں اور اس عبارت کے بعد صفحہ ۱۵۵ میں دو جگہ فضیلت کے بیان میں حضور نے اپنی نبوت کا دخل قرار دیا ہے۔

شیخ صاحب نے اس شق کے بعد شق ۶ کا عنوان قائم کئے بغیر حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۴، ۱۵۵ کی ایک عبارت نامکمل صورت میں پیش کر دی ہے۔ افسوس ہے کہ شیخ صاحب کے نفس نے ان کو یہ نامکمل عبارت پیش کرنے سے نہیں روکا۔ حالانکہ آگے چل کر وہ اس کے بعد کی عبارت سے نبوت کا فضیلت میں دخل ماننے پر مجبور ہو گئے ہیں جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ (انشاء اللہ) شیخ صاحب کی پیش کردہ نامکمل عبارت یہ ہے:-

"یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ دو مسیح ظاہر ہوں گے اور آخری مسیح (جس سے اس زمانہ کا مسیح مراد ہے) پہلے مسیحؑ سے افضل ہوگا اور عیسائی ایک ہی مسیحؑ کے قائل ہیں مگر کہتے ہیں کہ وہی مسیح ابن مریم جو پہلے ظاہر ہوا آمد ثانی میں بڑی قوت اور جلال کے ساتھ ظاہر ہوگا اور دنیا کے فرقوں کا فیصلہ کرے گا اور کہتے ہیں کہ اس قدر جلال کے ساتھ ظاہر ہوگا کہ آمد

اوّل کو اس سے کچھ نسبت نہیں۔ بہرحال یہ دونوں فرقے قائل ہیں
کہ آنے والا جو آخری زمانہ میں آئے گا اپنے جلال اور قوی نشانوں
کے لحاظ سے پہلے مسیح یا پہلی آمد سے افضل ہے۔ ۔ ۔ ۔ غرض
نہ اہل کتاب اور نہ اہل اسلام اس بات کے قائل ہیں کہ پہلا مسیح
آنے والے مسیح سے افضل ہے۔ یہود تو دو مسیح قرار دے کر آخری
مسیح کو نہایت افضل سمجھتے ہیں۔ اور جو لوگ اپنی غلط فہمی سے صرف
ایک مسیح مانتے ہیں وہ بھی دوسری آمد کو نہایت جلال کی آمد قرار
دیتے ہیں اور پہلی آمد کو اس کے مقابل پر کچھ چیز نہیں سمجھتے۔ پھر
جبکہ خدا نے اور اس کے رسُول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ
کے مسیح کو اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے۔ تو
پھر یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ کیوں تم مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں
افضل قرار دیتے ہو؟"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۴، ۱۵۵)

یہ نامکمل عبارت پیش کرنے کے بعد جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام
نے اپنے کارناموں کو وجۂ فضیلت قرار دیا ہے۔ شیخ صاحب وجوہ فضائل
میں پیش کردہ سب عبارتوں کے متعلق یہ جامع نوٹ دیتے ہیں :-

"یہ سب عبارتیں اس لئے نقل کی گئی ہیں تا آپ پر یہ روشن ہو
جائے کہ ساری بحث حضرت مسیح سے افضل ہونے کی ہے۔"

(روحِ اسلام صفحہ ۱۸)

گویا شیخ مصری صاحب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ چونکہ ساری بحث صرف افضل ہونے کے متعلق ہے اس لئے حضرت اقدسؑ کی نبوت اس جگہ زیرِ بحث نہیں۔ اس لئے نبوتِ مسیح موعودؑ کا ان عبارتوں میں ذکر نہیں کیا گیا۔ مگر اس عبارت کے بعد کی عبارات شیخ صاحب نے اپنے مقصد کے خلاف پاکر اس جگہ سے حذف کر دی ہے۔ حالانکہ حضرت اقدس نے اس میں صاف طور پر اپنے حَکَم اور نبی کہلانے کا حضرت مسیح ناصری علیہ السلام سے افضل ہونے میں دخل قرار دیا ہے۔ چنانچہ شیخ صاحب کی پیش کردہ سے عبارت سے متصلہ عبارت میں حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں :-

"عزیزو! جبکہ میں نے ثابت کر دیا ہے کہ مسیح ابن مریمؑ فوت ہو گیا ہے اور آنے والا مسیح میں ہوں۔ تو اس صورت میں جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے اس کو نصوص حدیثیہ اور قرآنیہ سے ثابت کرنا چاہیئے کہ آنے والا مسیح کچھ چیز ہی نہیں۔ نہ نبی کہلا سکتا ہے نہ حَکَم۔ جو کچھ ہے پہلا ہے۔ خدا نے اپنے وعدہ کے موافق مجھے بھیج دیا۔ اب خدا سے لڑو۔ ہاں میں صرف نبی نہیں بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی ہوں تا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ اور کمالِ فیضان ثابت ہو"

(حقیقۃ الوحی ص۱۵۵)

دیکھ لیجئے! اس عبارت میں جو شیخ مصری صاحب کی پیش کردہ عبارت سے بعد کی متصلہ عبارت ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے نبی

اور حکم کہلانے کا بھی حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے افضل ہونے میں دخل قرار دیا ہے کیونکہ اس جگہ صاف لکھا گیا ہے کہ

"جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے اس کو نصوص حدیثیہ اور قرآنیہ سے ثابت کرنا چاہیئے کہ آنے والا مسیح کچھ چیز ہی نہیں۔ نہ نبی کہلا سکتا ہے نہ حکم۔ جو کچھ ہے پہلا ہے"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵)

پس پچھلی عبارت کے ساتھ جو شیخ مصری صاحب پیش کر چکے ہیں اس عبارت کو ملا کر پڑھا جائے تو ساری عبارت کا مفاد یہ بنتا ہے کہ جو لوگ حضرت اقدس کو حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے افضل نہ سمجھیں ان کی یہ بات تب درست اور معقول ہو سکتی ہے جبکہ وہ قرآن اور حدیث سے دکھاویں کہ آنے والے مسیح کا نہ حکم ہونا ثابت ہوتا ہے نہ نبی ہونا۔ گویا قرآن و حدیث اگر مسیح موعود کے حکم اور نبی قرار دیا جانے سے خاموش ہوں تو پھر ان لوگوں کو یہ کہنے کا حق ہے کہ حضرت اقدس کا حضرت مسیح ناصری علیہ السلام سے افضلیت کا دعویٰ درست نہیں۔ لیکن اگر نصوص حدیثیہ و قرآنیہ سے مسیح موعود حکم اور نبی قرار پاتے ہوں تو پھر آپ کا حکم اور نبی ہونا آپ کے کارناموں کے ساتھ مل کر آپ کو حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے افضل ثابت کرے گا۔ پس حکمیت اور نبوت مع کارنامے وغیرہ افضلیت کی وجہ ہوئے۔ شانِ حکمیت اور شانِ نبوت کے بغیر محض آپ کے کارنامے وغیرہ اپنی تمام شان میں افضلیت قرار نہیں پاتے۔ پس افضلیت میں آپ کی شانِ حکمیت و

شانِ نبوت کا دخل بھی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کیونکہ یہ عبارت بتاتی ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن وحدیث کی نصوص کے رُو سے حکم اور نبی نہ سمجھے جائیں تو پھر باقی وجوہِ فضیلت رکھتے ہوئے بالضرور آپ کا حضرت عیسٰی علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کی بجائے کمتر درجہ پر ہونا لازم آئے گا اور اس صورت میں حضرت عیسٰی علیہ السلام آپ سے افضل قرار پائیں گے۔ حضرت مسیح موعود ہرگز حضرت عیسٰی علیہ السلام سے افضل قرار نہیں پائیں گے۔

مگر اس نتیجہ کے خلاف شیخ مصری صاحب وجوہِ فضیلت سے متعلق اپنے پیش کردہ بیان میں ہمیں یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نبی ہوئے بغیر حضرت عیسٰی علیہ السلام سے افضل ہیں کیونکہ شیخ مصری صاحب نے حضرت اقدس کی پیش کردہ شقّوں کی عبارتوں کے بعد بار بار لکھا ہے کہ حضرت اقدسؑ نے اپنے نبی ہونے یا نبوّت کو وجہِ افضلیت بیان نہیں کیا۔ حالانکہ اصل حقیقت یہ ثابت ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنے مضمون کے پڑھنے والوں کے سامنے حقیقۃ الوحی کی پیش کردہ عبارت اپنے مقصد کے خلاف پاکر ادھوری پیش کردی ہے اور اس کے اگلے حصّہ کو اپنا مضمون پڑھنے والوں سے اس جگہ چھپایا ہے کیونکہ اس میں حضرت اقدس نے اپنی حکمیّت اور نبوّت کا اپنی افضلیّت میں ضروری دخل قرار دے دیا تھا۔ اور شیخ مصری صاحب اس جگہ یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ حضرت اقدس کی نبوّت کا افضلیّت میں کوئی دخل بیان نہیں ہوا۔

بہرحال ان عبارتوں کو سیاق اور سباق سے الگ پیش کرتے ہوئے شیخ مصری صاحب نے بار بار یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ حضرت اقدس نے نبی ہونے

یا اپنی نبوت کو وجۂ فضیلت بیان نہیں کیا۔ گویا اس طرح آپ کی نبوت کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضلیت میں دخل تسلیم کرنے سے شیخ صاحب نے بار بار انکار کیا ہے۔

مصری صاحب کا اعترافِ حقیقت

لیکن اللہ تعالیٰ کا تصرف ملاحظہ ہو کہ ان عبارتوں کے پیش کرنے اور ان پر بار بار یہ نوٹ دینے کے بعد کہ حضرت اقدس نے نبی ہونے یا نبوت کو وجۂ افضلیت قرار نہیں دیا خدا تعالیٰ نے شیخ صاحب کے قلم سے ان عبارتوں کے پیش کرنے کے ۲۴ صفحات بعد ان سے یہ اعتراف لکھا دیا ہے کہ حضرت اقدس نے اپنے حَکَم اور نبی کہلانے کو بھی ضمناً وجۂ افضلیت قرار دے دیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

> " اس خلاصۂ جواب میں حضور نے اگرچہ اپنے افضل ہونے کی وجہ اپنے کارنامے ہی بتائے ہیں۔ لیکن ضمناً نبی اور حکم کہلانے کا بھی چونکہ ذکر فرمایا ہے اس لئے ان دونوں کا افضلیت بر مسیح ناصری میں کیا دخل ہے اس کو واضح کیا جاتا ہے "
>
> (روحِ اسلام صفحہ ۲۴۳، ۲۴۴)

ان کا یہ اعتراف محض تصرفِ الٰہی کا ایک کرشمہ ہے ورنہ وہ تو نبوت کو وجہ افضلیت نہ قرار دینے پر تُلے بیٹھے تھے مگر ان کا دل چونکہ اب ایک غلط خیال پر جم چکا ہے اس لئے وہ حضرت اقدس کی نبوت کو وجہ افضلیت تسلیم کرنے کے باوجود اب محض رکیک تاویل سے کام لے کر آپ کی نبوت کو محض محدثیت

قرار دینے کی ناجائز کوشش کرتے ہوئے اسے ظلی نبوت ناقصہ ٹھہرا کر ضمناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے کی وجہ قرار دے رہے ہیں۔ مگر جب محدث ظلی نبوت ناقصہ رکھنے کی وجہ سے ایک نبی کی نبوت کے بالمقابل کمتر درجہ ہی رکھتا ہے تو کمتر یا ناقص درجۂ نبوت ایک کامل درجۂ نبوت رکھنے والے نبی کے مقابلہ میں اپنی تمام شان میں افضلیت کی وجہ تو ہرگز نہیں بن سکتا البتہ کمتر اور ادنیٰ اور افضل نہ ہونے کی وجہ ضرور ہوتا ہے مگر حضرت اقدس اپنے نبی ہونے کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے میں دخل بیان فرما رہے ہیں چنانچہ حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے کہ

"جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے اس کو نصوصِ حدیثیہ اور قرآنیہ سے ثابت کرنا چاہیئے کہ آنے والا مسیح کچھ چیز ہی نہیں۔ نہ نبی کہلا سکتا ہے نہ حکم۔ جو کچھ ہے پہلا ہے"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵)

گویا اگر مسیح موعود حکم اور نبی نہ ہوں تو ثابت یہ ہوگا کہ آپ عیسےٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں افضل تو کجا کچھ چیز ہی نہیں چہ جائیکہ آپ نبی ہوئے بغیر حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے جو ایک کامل نبی ہیں، افضل ہوں۔

چنانچہ خود شیخ مصری صاحب بھی اپنے اسی مضمون میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی مستقلہ نبوت کے مقابلہ میں حضرت اقدس کی ظلی نبوت کمتر درجہ کی ہی قرار دے چکے ہیں۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:۔

"مسیح ناصری خود مستقل رسول ہونے کی وجہ سے مستقل

حیثیت رکھتے ہیں اس لئے اس ایک امر میں حضرت مسیح ناصریؑ
حضرت مسیح موعودؑ سے بڑھ کر ہیں"

(رُوحِ اسلام صفحہ ۲۰)

لہٰذا اگر حضرت اقدس کی ظلّی نبوّت حضرت عیسٰے علیہ السلام کی نبوت سے کم درجہ کی قرار دی جائے تو یہ امر حضرت اقدس کے حضرت عیسٰے علیہ السلام سے کم درجہ ہونے کی وجہ ہو گی نہ کہ ضمناً افضل ہونے کی وجہ۔ کیونکہ شیخ مصری صاحب خود لکھ چکے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام مستقل رسول ہونے کی وجہ سے مستقل حیثیت رکھتے ہیں اس لئے حضرت اقدس سے اس امر میں بڑھ کر ہیں۔ مگر اس کے برعکس حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں کہ

"جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے اس کو نصوصِ حدیثیہ اور قرآنیہ سے ثابت کرنا چاہیئے کہ آنے والا مسیح کچھ چیز ہی نہیں نہ نبی کہلا سکتا ہے نہ حکم۔ جو کچھ ہے پہلا ہے"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵)

پس شیخ مصری صاحب کا حضرت اقدس کی ظلّی نبوّت کو حضرت عیسٰے علیہ السّلام کی مستقلہ نبوت سے شانِ نبوت یا درجۂ نبوت میں کمتر درجہ کی قرار دینا اور پھر اسے حضرت اقدس کے حضرت عیسٰے علیہ السّلام سے افضل ہونے کی وجہ بھی قرار دے دینا اجتماعِ النقیضین کو مستلزم ہے جو ایک امر محال ہے۔ اجتماع النقیضین اس لئے لازم آتا ہے کہ جس امر کو وہ خود کمتر ہونے کی وجہ قرار دے چکے ہیں اسی امر کو پھر افضل ہونے کی وجہ بھی قرار دے رہے ہیں۔

شیخ صاحب چونکہ صحیح مسلک کو چھوڑ چکے ہیں اس لئے وہ اب پریشان خیالی میں مبتلا ہو کر " نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن " کے مصداق بن چکے ہیں کیونکہ وہ حضرت اقدس کی مندرجہ بالا تحریر مندرجہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵ کے رو سے حضرت اقدس کے نبی کہلانے کو ضمناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے کی وجہ قرار دینے کے لئے بھی مجبور ہیں لیکن وہ اپنے اس خیال کے ڈر سے کہ حضرت اقدس زمرۂ انبیاء کا فرد قرار نہ پا جائیں آپ کی ظلی نبوت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مستقلہ نبوت سے کمتر درجہ کی بھی قرار دینا چاہتے ہیں اور یہ غیر معقول بات ہم سے منوانا چاہتے ہیں کہ حضرت اقدس کی ظلی نبوت ہے تو ظلی نبوت ناقصہ مگر یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مستقلہ نبوت رکھنے کے باوجود ان سے آپ کے افضل ہونے کی ضمنی وجہ ضرور ہے۔ ہماری عقل میں تو یہ بات نہیں آتی کہ کمتر درجہ کی نبوت ایک نبوت کاملہ رکھنے والے نبی کے مقابلہ میں اس کامل نبی سے افضل ہونے کی وجہ ہو سکتی ہے۔

ہمارا تاثر تو یہ ہے کہ شیخ مصری صاحب اس امر میں صریح تضاد بیانی کا شکار ہیں۔ اگر وہ حضرت اقدس کی ظلی نبوت کو نفس نبوت میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے درجہ کی مان لیں تو پھر اس صورت میں حضرت اقدس کی نبوت البتہ باقی وجوہ فضائل کے ساتھ مل کر ضمناً حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے افضل ہونے میں دخل رکھ سکتی ہے لیکن اگر حضرت اقدس کی ظلی نبوت کو ناقصہ قرار دیا جائے اور نفس نبوت اور درجہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے مساوی نہیں بلکہ کمتر درجہ کی سمجھی جائے تو پھر حضرت اقدس کی ظلی نبوت ہرگز حضرت

عیسٰے علیہ السلام سے افضل ہونے کی وجہ ہو ہی نہیں سکتی۔

حکم کہلانے کا دخل شیخ صاحب نبوت کا دخل بیان کرنے سے پہلے حضرت اقدس کے حکم کہلانے کا حضرت عیسٰی علیہ السلام سے افضل ہونے میں دخل یوں بیان کرتے ہیں :۔

"حکم کہلانے کو داخل کرنے کی حکمت سمجھنے سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہر نبی اور ہر مامور خدا تعالےٰ کی طرف سے حکم بن کر ہی آتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل تمام انبیاء اور تمام مامورین خدا تعالےٰ کی طرف سے حکم ہی تھے۔ لیکن وہ جس طرح حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل کامل نبی نہ تھے (گویا حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل تمام کے تمام انبیاء ناقص ہی تھے ناقل) اسی طرح وہ کامل حکم بھی نہ تھے۔ کیونکہ وہ صرف اپنی اپنی قوم کے اختلافات کا فیصلہ کرنے والے تھے۔ تمام دُنیا کے اختلافات کا فیصلہ کرنے والے نہ تھے۔ تمام دُنیا کے اختلافات کا فیصلہ کرنے والے صرف ہمارے نبی محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی تھے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بے شمار مجدّدین اور محدّثین امت میں پیدا ہوئے اور وہ سب کے سب حکم ہی تھے۔ لیکن ان کا دائرہ بھی محدود ہی تھا۔ وہ اپنے اپنے علاقہ میں پیدا شدہ اختلافات کا فیصلہ کرنے والے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی ساری دنیا کے لئے مجدّد نہیں تھا کہ وہ ساری دنیا کے اختلافات کا فیصلہ کرتا اور نہ ہی اُنکی

ایسا زمانہ آیا تھا کہ تمام امور دینیہ میں اختلافات نمودار ہوں۔
پیشگوئیوں کے مطابق آنے والے مسیح اور مہدی کا زمانہ ہی ایسا
تھا جس میں اندرونی اور بیرونی اختلافات کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا
سمندر امڈ آتا اور حضرت اقدس کے زمانہ میں ایسا ہی ہوا۔ حضرت
عیسےٰ علیہ السلام بھی بے شک اپنے زمانہ میں حکم تھے لیکن صرف
بنی اسرائیل کے لئے نہ کہ ساری دنیا کے لئے۔ ان کے مقابلہ میں
حضرت اقدس اپنے آقا و مطاع حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم
کی طرح ساری دُنیا کے لئے مجدد بھی تھے (مگر نبوت ظلیہ کاملہ کے
ساتھ۔ ناقل) اور ساری دنیا کے لئے حکم بھی تھے۔ اس لئے ان کو
تمام دُنیا کے اندرونی اور بیرونی اختلافات مٹانے کے لئے وہ معارف
اور نشان دیئے گئے جو حضرت مسیح کو بوجہ عدم ضرورت نہیں
دیئے گئے جیسا کہ حضور خود حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۱ پر افضلیت کی
بحث کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

" اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ جبکہ مجھ کو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے
ایک خدمت سپرد کی گئی ہے اس وجہ سے کہ ہمارا آقا اور مخدوم تمام
دنیا کے لئے آیا تھا تو اس عظیم الشان خدمت کے لحاظ سے مجھے وہ
قوتیں اور طاقتیں بھی دی گئی ہیں جو اس بوجھ کو اُٹھانے کے لئے
ضروری تھیں اور وہ معارف اور نشان بھی دیئے گئے جن کا دیا
جانا اتمام حجت کے لئے مناسب وقت تھا مگر ضروری نہ تھا کہ حضرت

عیسیٰؑ کو وہ معارف اور نشان دیئے جاتے کیونکہ اس وقت ان
کی ضرورت نہ تھی"

حضرت اقدس کی یہ عبارت پیش کرنے کے بعد شیخ مصری صاحب لکھتے ہیں:۔

"پس حضور کی اس تحریر سے افضلیت بر مسیح میں حکم ہونے کو جو دخل
ہے وہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ گویا افضلیت کی جو وجہ حضور نے
پہلے تفصیل سے بیان کی آخر میں جواب کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے
اسی تفصیلی وجہ کو ایک لفظ حکم میں بیان کر دیا (شیخ مصری صاحب
یہ کیوں نہیں کہتے، دو لفظوں حکم اور نبی میں بیان کر دیا۔ کیونکہ نشانات
دکھانے کا تعلق تو نبوت سے ہی ہوتا ہے نہ حکمیت سے۔ ناقل)
گویا بالفاظ دیگر یہ بتلایا کہ اگر حضرت مسیح حکم کہلاتا تھا۔ تو میں بھی
حکم کہلاتا ہوں اور میرے حکم کہلانے کی شان حضرت مسیح کے حکم
کہلانے کی شان سے بہت بڑھ کر ہے۔ اس لئے اس لحاظ سے
میرا افضل ہونا ثابت ہوتا ہے"

(روح اسلام صفحہ ۴۳)

شیخ صاحب! آپ نے جس خوبی سے حضرت اقدس کی شانِ حکمیت بیان
کی ہے اور اس کا حضرت اقدس کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر افضلیت میں دخل بیان
کیا ہے کاش اسی خوبی سے آپ حضرت اقدس کی شانِ نبوت بھی بیان فرماتے اور اسی
طرح اس کا افضلیت بر مسیح میں دخل قرار دیتے اور یوں لکھتے کہ

"حضرت اقدس نے یہ بتلایا ہے کہ اگر حضرت مسیح نبی کہلاتا تھا تو

میں بھی نبی کہلاتا ہوں اور میرے نبی کہلانے کی شان حضرت مسیح کے نبی کہلانے کی شان سے بہت بڑھ کر ہے"

مگر شیخ صاحب چونکہ آپ حضرت اقدس کو زمرۂ انبیاء سے خارج قرار دینا چاہتے تھے اس لئے آپ کو حضور کی شانِ نبوت کے اس طرح بیان کرنے کی توفیق نہیں ملی حالانکہ حضرت اقدس کی تحریر زیر بحث میں حضرت اقدس کے حَکم اور نبی کہلانے کے دخل میں کوئی فرق بیان نہیں کیا گیا۔ پھر حضرت اقدس کی جو عبارت شیخ صاحب! آپ نے شانِ حکمیت کی تشریح میں پیش کی ہے وہ عبارت تو شانِ نبوت پر بھی مشتمل ہے کیونکہ حضور فرماتے ہیں :-

"جبکہ مجھ کو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے ایک خدمت سپرد کی گئی ہے اس وجہ سے کہ ہمارا آقا اور مخدوم تمام دنیا کی اصلاح کے لئے آیا تھا تو اس عظیم الشان خدمت کے لحاظ سے مجھے وہ قوتیں اور طاقتیں بھی دی گئیں جو اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے ضروری تھیں اور وہ معارف اور نشان بھی دیئے گئے جن کا دیا جانا اتمامِ حجت کے لئے مناسب وقت تھا مگر ضروری نہ تھا کہ حضرت عیسیٰ کو وہ معارف اور نشان دیئے جاتے کیونکہ اس وقت ان کی ضرورت نہ تھی"

حضرت اقدس کو تمام دُنیا کی اصلاح کے لئے جو خدمت سپرد کی گئی۔ وہ صرف شانِ حکمیت پر ہی مشتمل نہیں بلکہ شانِ مسیحیت اور شانِ نبوت پر بھی مشتمل ہے اور اتمامِ حجت کے لئے آپ کو نشانات کا دیا جانا آپ کی

نبوّت ہی ہے اور شانِ حکمیّت تو شانِ نبوّت کے بالتبع آپ کو حاصل ہے۔ پھر یہ شانِ حکمیّت بھی آپ کو ظلّی طور پر ہی حاصل ہے۔ پس جب آپ ظلّی حکم ہو کر شانِ حکمیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے افضل ہیں تو آپ کی شان نبوّت ظلّیہ کاملہ بھی ایسی بلند شان حکمیّت کے ساتھ مل کر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کا موجب ہو گی۔

شیخ صاحب! آپ نے افضلیت بر مسیح میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی حکمیّت کے ساتھ حضور کی نبوت کا بھی ضمنی دخل مان لیا ہے اور حضرت اقدس کی حکمیّت اور نبوت دونوں ظلّی ہیں۔ تو جس طرح حضرت اقدس حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بالمقابل ظلّی طور پر شانِ حکمیت رکھنے پر ان سے افضل ہیں اسی طرح حضرت اقدس اپنی شانِ حکمیت کے ساتھ کامل ظلّی نبوت کی شان رکھنے کی وجہ سے ہی حضرت عیسےٰ علیہ السّلام سے اپنی تمام شان میں افضل ہیں۔ مگر شیخ صاحب! آپ ہمیں یہ غیر معقول بات منوانا چاہتے ہیں کہ حضرت اقدس رکھتے تو ظلّی نبوّتِ ناقصہ ہی ہیں جو حضرت مسیح علیہ السّلام کی نبوت کے مقابلہ میں ایک ناقص درجہ کی نبوت ہے جس کا رکھنے والا آپ کے نزدیک نبی نہیں ہوتا مگر اس ناقص درجہ کی نبوت کا آپ کامل درجہ کی نبوت کے مقابلہ پر ضمنی طور پر کامل نبی سے افضلیّت میں دخل بھی قرار دیتے ہیں۔ آپ کی اس بات کو کون عقلمند مان سکتا ہے کہ نبوّتِ ناقصہ نبوّتِ کاملہ کے مقابلہ میں ضمنی وجہ افضلیت ہو سکتی ہے۔ نبوتِ ناقصہ، نبوتِ کاملہ کے مقابلہ میں کمتر درجہ پر ہونے کی وجہ سے ناقص اور ادنےٰ ہونے کی وجہ تو ہو سکتی ہے، افضل ہونے کی وجہ

ہرگز نہیں ہو سکتی۔

بہرحال شیخ مصری صاحب کے نزدیک جو حال ضمنی وجہ افضلیت ہونے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شانِ حکمیت ظلیہ کا ہے وہی حال ہم افضلیت کی وجہ ہونے میں حضرت اقدس کی نبوت ظلیہ کا سمجھتے ہیں۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حکمیت ظلیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکمیت مستقلہ کے مقابلہ میں شیخ مصری صاحب کے نزدیک بہت بلند درجہ کی ہے۔ اسی طرح حضرت اقدس کی نبوت ظلیہ اس شانِ حکمیت کے ساتھ مل کر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نبوت مستقلہ سے افضل ہے۔ شیخ صاحب یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضرت اقدس ظلی حکم نہیں لہذا ظلی نبوت کا اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام صاف تحریر فرما چکے ہوئے ہیں:۔

"کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت و قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۸)

پس حضرتِ اقدس کا حکم ہونا بھی جب ایک مرتبۂ شرف و کمال ہے تو یہ مرتبہ بھی حضرت اقدس کو ظلی اور طفیلی طور پر ہی ملا ہے۔ براہ راست بغیر پیروی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نہیں ملا۔ لہذا جب ظلی حکم ہونے میں شیخ مصری صاحب کے نزدیک حضرت اقدس کا مقام حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے بلند تر ہے اور ظلی حکمیت کی شان میں شیخ صاحب کے نزدیک حضرت اقدس، حضرت عیسیٰ

علیہ السلام سے افضل ہیں تو حضرت اقدسؑ کی ظلّی نبوت کاملہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مستقلہ نبوت سے شیخ صاحب کا کم درجہ کی قرار دے کر پھر اس کا حضرت اقدسؑ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں افضل ہونے میں دخل قرار دینا محض تحکّم ہے۔ چونکہ حضرت اقدس اپنے نبی ہونے کا اپنی تمام شان میں افضل ہونے میں دخل قرار دیتے ہیں اس لئے حضرت اقدس کی شانِ نبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شانِ نبوت سے ناقص درجہ کی نہیں ہوسکتی کیونکہ ناقص درجہ کی شانِ نبوت ایک کامل نبی کے مقابلہ میں اپنی تمام شان میں افضل ہونے کی ضمنی وجہ ہرگز نہیں ہوسکتی! ہرگز نہیں ہوسکتی!! ہرگز نہیں ہوسکتی!!! لیکن شیخ صاحب ہمیں یہی یاد کرانا چاہتے ہیں کہ حضرت اقدس ہیں تو محدّث اور ناقص نبی مگر آپ کی یہ ناقص درجہ کی نبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بالمقابل جو کامل نبی ہیں افضل ہونے کی ضمنی وجہ ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس کی نبوت کا افضلیت میں دخل بیان کرنے کیلئے

نبوّت کا دخل

شیخ صاحب "نبوّت کا دخل" عنوان قائم کرکے یہ سوال اُٹھاتے ہیں کہ

"حضرت اقدس نے نبی کہلانے کو ضمناً افضلیت کی وجہ کیوں قرار دیا ہے اور اسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ اور کمالِ فیضان ثابت کرنے کا ذریعہ کیوں ٹھہرایا ہے"

یہ سوال اُٹھا کر شیخ صاحب جواب میں لکھتے ہیں :-

"اس کی حکمت حضور کی اپنی کتاب "چشمہ مسیحی" کے مندرجہ ذیل حوالوں سے واضح ہو جاتی ہے۔ صفحہ ۱۴ پر حضور لکھتے ہیں :-

پہلا حوالہ:۔ "مجھے کہتے ہیں کہ مسیح موعود ہونے کا کیوں دعوے کیا۔ مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس نبی کامل کی پیروی سے ایک شخص عیسے سے بڑھ کر بھی ہو سکتا ہے۔ اندھے کہتے ہیں۔ یہ کفر ہے۔ میں کہتا ہوں تم خود ایمان سے بے نصیب ہو۔ کیا جانتے ہو کہ کفر کیا چیز ہے؟ کفر تمہارے اندر ہے۔ اگر تم جانتے ہو کہ اس آیت کے کیا معنے ہیں کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ تو ایسا کلمہ منہ پر نہ لاتے خدا تو تمہیں ترغیب دیتا ہے کہ تم اس رسول کی کامل پیروی کی برکت سے تمام رسولوں کے متفرق کمالات اپنے اندر جمع کر سکتے ہو اور تم صرف ایک نبی کے کمالات حاصل کرنا کفر جانتے ہو"

شیخ مصری صاحب نے اس عبارت سے یہ استنباط کیا ہے کہ

"حضرت مسیح موعودؑ حدیث ورثة الانبياء کے ماتحت حضرت نبی کریمؐ کے واسطہ سے اور آنحضور کا کامل بروز اور کامل ظلّ ہونے کی وجہ سے ظلّی طور پر تمام انبیاء کے کمالات کے وارث تھے جن میں حضرت عیسے علیہ السلام کے کمالات بھی آجاتے ہیں کیونکہ نبی کریمؐ جامع الکمالات تھے اور حضرت عیسےؑ صرف اپنے ہی کمالات اپنے اندر رکھتے تھے" (روح اسلام صفحہ ۴۴)

بہت خوب! جب بقول شیخ صاحب "چشمہ مسیحی" کی اس عبارت میں حضرت اقدس نے اپنے نبی کہلانے کی افضلیت پر مسیح ناصری علیہ السلام میں دخل

رکھنے کی وجہ اور حکمت بیان کی ہے تو وہ وجہ اور حکمت تو بقول ان کے حضرت اقدس کا ظلی طور پر تمام انبیاء کے کمالات کا جامع اور وارث ہونا ہی ہوئی جن میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ذاتی کمالات بھی آجاتے ہیں۔ لہذا جب ظلی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جامع کمالاتِ انبیاء ہو کر نبی کہلانا آپ کے اپنی تمام شان میں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام سے افضل ہونے کی وجہ اور حکمت ہے۔ تو حضرت اقدس کی ظلی نبوت تو پھر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی مستقلہ نبوت سے کم درجہ کی نہ ہوئی کیونکہ اگر حضرت اقدس کی ظلی نبوت آپ کے ظلی طور پر جامعِ کمالات ہونے کے باوجود بوجہ ظلیت کم درجہ کی ہو تو پھر یہ نبوت حضرت اقدس کے حضرت عیسٰی علیہ السلام سے کمتر اور ادنٰے اور افضل نہ ہونے کی وجہ تو ہو سکتی ہے اپنی تمام شان میں افضلیت کی وجہ ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ نقص اور کمی تو بہر حال کمتر ہونے کی وجہ ہی ہو سکتی ہے افضل ہونے کی وجہ نہیں ہو سکتی۔ شیخ صاحب! آپ خدارا کچھ تو غور کریں کہ آپ کدھر جا رہے ہیں اور ہمیں کیا غیر معقول بات منوانا چاہتے ہیں۔ جب آپ کے نزدیک حضرت اقدس ظلی طور پر جامعِ کمالات انبیاء ہیں اور ان کمالات میں آپ کی نبوت بھی داخل ہے تو اگر آپ کی نبوت کو ظلی نبوت ناقصہ قرار دیا جائے تو پھر آپؑ کو یہ دعوٰی کرنے کا حق کیسے رہتا ہے کہ

"خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے
اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے"

دیکھئے! "اپنی تمام شان میں" آپ کی شان نبوت بھی داخل ہے۔ اگر یہ شانِ نبوت حضرت مسیح علیہ السلام کے بالمقابل ناقص درجہ کی ہوتی تو آپ ہرگز یہ دعوٰی نہ کرتے

کہ آپ اپنی تمام شان میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔

ظلّی نبوّتِ ناقصہ وجہِ افضلیّت نہیں ہو سکتی

جب حضرت اقدس ظلّی طور پر جامع کمالات انبیاء ہیں اور ان کمالات ظلّیہ میں ناقص درجہ کے نہیں تو آپ کی ظلّی نبوت کا کمال حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے کمالِ نبوّت سے کم درجہ کا کیسے ہوا؟ اور اگر آپ کا یہ کمال کم درجہ کا ہے تو یہ کم درجہ کا کمال آپ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ضمناً افضلیت کی وجہ کیسے ہوا؟ اس طرح تو حضرت اقدس کا ظلّی نبوت ناقصہ کے ساتھ افضلیت بر مسیح کا دعویٰ بالکل غیر معقول قرار پاتا ہے مگر شیخ صاحب! آپ اپنے اس مضمون کے صفحہ ۲۸ پر حضرت اقدس کی نبوت کو ظلّی نبوت ناقصہ بھی قرار دیتے ہیں تا آپ کو زمرۂ اولیاء کا ہی فرد قرار دے سکیں اور اس کا حضرت اقدس کے اپنی تمام شان میں افضلیت بر مسیح میں دخل بھی قرار دیتے ہیں۔
یا للعجب! دیکھئے آپ لکھتے ہیں:۔

> ”آنے والا مسیح بھی محدثین کی جماعت کا ہی ایک فرد تھا لیکن وہ کامل محدّث تھا۔ اس کی مشابہت انبیاء سے تام تھی۔ دوسرے وقت آگیا تھا کہ عظمتِ اسلام کے اظہار کی مصلحت کو بروئے کار لایا جائے اس لئے اس کے حق میں ظاہراً بھی لفظ نبی کا استعمال جائز کر دیا۔ لیکن اسی ظلّی نبوّتِ ناقصہ اور جزئی نبوت محض لغوی معنی والی نبوت مجاز اور استعارہ والی نبوت کے مفہوم میں نہ کہ اسلامی اصطلاح والی نبوت کے مفہوم میں۔“ (روح اسلام صفحہ ۴۰)

میں حیران تھا کہ اسی مضمون میں شیخ مصری صاحب حضرت اقدس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کامل بروز اور کامل ظل بھی قرار دے رہے ہیں اور پہلے اولیاً کے متعلق آپ کے مقابلہ میں لکھ رہے ہیں کہ

"حضرت مسیح موعودؑ کے مقابلہ میں ان کا حاصل کردہ عکس ناقص ہی تھا اور حضور کا لیا ہوا عکس اس انتہائی حد تک پہنچ گیا تھا جس انتہائی حد تک کسی امتی کے لئے اپنے متبوع کا عکس لینا ممکن تھا"

(روح اسلام صفحہ ۳۲)

تو پھر وہ آپ کی نبوت کو ظلی نبوتِ ناقصہ کس طرح لکھ رہے ہیں۔ یہ تو تضاد بیانی ہے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ شیخ مصری صاحب نے اپنے ایک بعد کے مضمون

صبح کا بھولا شام کو گھر آگیا

میں حضرت اقدس کی ظلی نبوت کو انتہائی کمال پر پہنچا ہوا تسلیم کر لیا ہے لہٰذا "اگر صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا ہوا نہیں سمجھنا چاہیئے" کی ضرب المثل پر عمل کرتے ہوئے ہم ان کے خود ہی یہ اصلاح کر لینے پر خوش ہیں۔ دیکھئے شیخ صاحب "پیغام صلح" مجریہ ۱۵ ستمبر ۵۶ کالم ۳ میں تحریر کرتے ہیں:-

"تمام انبیاء علیہم السلام محمد اور احمد تو تھے لیکن یہ دونوں نام صرف حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی دیئے گئے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں یہ دونوں صفتیں اپنے انتہائی کمال کو پہنچ گئیں پس نام ملنے کی حکمت اور ہے اور ظلی نبی ہونا امر دیگر ہے۔ نام ملنے کی پیشگوئی صرف آنے والے مسیح کے لئے ہی تھی۔ کیونکہ ظلی نبوت

کا انتہائی کمال آپ کے وجود میں ہی متحقق ہونا تھا کیونکہ فیضِ محمدی
سے انتہائی کمال تک وحی پانا اسی کے لئے مقدر تھا کیونکہ اسی کے
زمانۂ مادۂ پرستی میں اس کی ضرورت پیش آنی تھی تا اس کے ذریعہ مادہ
پرستی کا سر کچلا جائے۔ دیگر اولیاء یعنی ظلّی انبیاء کے زمانوں میں اس کی
ضرورت پیش نہیں آنی تھی چنانچہ واقعات اس پر شاہد ناطق ہیں کہ فیضِ محمدی
سے جس قدر وحی کا نزول حضرت مسیح موعودؑ پر ہوا تھا اس کا عشرِ عشیر
بھی کسی اَور ولی پر نہیں ہوا" (پیغام صلح ۱۵ ستمبر ۶۵ء صفحہ ۸)

الحمد للہ کہ شیخ صاحب نے اپنے بیان میں صاف اعتراف کر لیا ہے کہ حضرت
مسیح موعود علیہ السلام کے وجود میں ظلّی نبوّت اپنے انتہائی کمال کے ساتھ متحقق
ہوئی ہے کیونکہ فیضِ محمدی سے انتہائی کمال تک وحی پانے سے امتِ محمدیہ میں
صرف آپ ہی مشرف ہوئے ہیں۔ آپ سے پہلے کے تمام اولیاء اللہ میں سے
جنہیں شیخ مصری صاحب ظلّی انبیاء لکھتے ہیں ان کے نزدیک کوئی ایک ولی
بھی ایسا نہیں گذرا جس پر اس وحی کا عشرِ عشیر بھی نازل ہوا ہو جو حضرت
مسیح موعود علیہ السلام پر انتہائی کمال کی حد تک نازل ہوئی. کیونکہ انتہائی کمال
تک وحی پانا شیخ صاحب کے نزدیک صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے
ہی مقدر تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ شیخ صاحب کے نزدیک حضرت اقدسؑ
سے پہلے اُمتِ محمدیہ کے اولیاء اللہ ظلّی نبوّت ناقصہ رکھتے تھے اور حضرت
اقدس کے وجود میں ظلّی نبوّت انتہائی کمال کے ساتھ متحقق ہوئی۔ پس حضرت اقدس
علیہ السلام کامل ظلّی نبی ہوئے اور آپ سے پہلے اولیاء اللہ صرف ناقص ظلّی

نبی تھے۔ لہذا یہ بات طے ہو گئی کہ حضرت اقدس کا ظلّی نبی انتہائی کمال کے ساتھ ہونا ہی ضمناً آپ کے حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے افضل ہونے میں دخل رکھتا ہے نہ کہ ناقص ظلّی نبی ہونا جو شیخ صاحب کے نزدیک اولیاء اللہ بھی ہیں۔

پس ظلّی نبوّت کاملہ رکھنے کی وجہ سے ہی حضرت اقدس کو خدا کی طرف سے نبی کا نام دیا گیا ہے اور دوسرے تمام اولیاء اللہ کو ظلّی نبوّت ناقصہ رکھنے کی وجہ سے ہی خدا کی طرف سے نبی کا نام نہیں دیا گیا کیونکہ یہ امر شیخ صاحب تسلیم کر چکے ہیں:۔

"نبی کا نام جو اَور کسی ولی کو نہیں دیا گیا اور صرف حضرت اقدس کو دیا گیا وہ (حضرت عیسٰی علیہ السلام سے۔ ناقل) مماثلتِ تام کی وجہ سے ہی دیا گیا۔ کیونکہ نام کسی صفت کے کمال پر جا کر ہی ملتا ہے"

(رُوحِ اسلام صفحہ ۴۳)

پس جب حضرت اقدس میں صفتِ نبوّتِ ظلّیہ کامل طور پر پائی گئی تو آپ کا کامل صفتِ نبوتِ ظلّیہ رکھنا دوسرے فضائل کے ساتھ مل کر حضرت اقدس کی حضرت عیسٰی علیہ السلام پر افضلیت میں ضمناً دخل رکھتا ہے نہ کہ ظلّی نبوتِ ناقصہ کیونکہ ناقص درجہ تو کامل درجہ رکھنے والے کے مقابلہ میں اس سے افضلیت کی وجہ ہو ہی نہیں سکتا۔ فتدبروا یا اولی الالباب!

شیخ صاحب! خدارا تخلیہ میں بیٹھ کر سوچئے اور غور کیجئے۔ جب آپ کے نزدیک حضرت اقدس کی شانِ نبوت ضمناً حضرت عیسٰی علیہ السلام سے افضلیت کی وجہ ہے تو یہ شانِ نبوّت نفسِ نبوت میں حضرت عیسٰی علیہ السلام سے کم درجہ کی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ ورنہ اپنی تمام شان میں "اپنی" کا لفظ بے معنی ہو جائیگا

"اپنی تمام شان میں" حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے میں جب حضرت اقدس کی شانِ نبوت کا دخل آپ کو مسلم ہو چکا ہے تو اس میں اگر آپ حضرت مسیحؑ سے بڑھ کر نہ ہوں تو کم از کم آپ کو مساوی تو ضرور ہونا چاہیئے تا آپ کی نبوت دیگر وجوہ فضائل کے ساتھ مل کر ضمناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضلیت کی وجہ بن سکے ورنہ ناقص درجہ کی شانِ نبوت کامل درجہ کی شانِ نبوت رکھنے والے نبی کے مقابلہ میں افضلیت کی وجہ تو نہیں ہو سکتی۔ صرف ناقص اور ادنیٰ ہونے کی وجہ ہی ہو سکتی ہے۔

دوسرا حوالہ:۔ شیخ مصری صاحب نے دوسرا حوالہ "چشمہ مسیحی" صفحہ ۳۳ سے نبوتِ مسیح موعودؑ کے افضلیت میں دخل کی وجہ اور حکمت ظاہر کرنے کے لئے یہ پیش کیا ہے:۔

"فبھدٰھم اقتدہ ۔ یعنی تمام نبیوں کو جو ہدایتیں ملی تھیں اُن سب کا اقتدا کر۔ پس ظاہر ہے جو شخص ان تمام متفرق ہدایتوں کو اپنے اندر جمع کرلے گا اس کا وجود ایک جامع وجود بن جائے گا اور تمام نبیوں سے وہ افضل ہوگا (گویا نبی ہوتے ہوئے جامع الکمالات ہونے کی وجہ سے افضل ہوگا کیونکہ اس عبارت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء کرام پر فضیلت بیان ہو رہی ہے۔ ناقل)۔ پھر جو شخص اس نبی جامع الکمالات کی پیروی کرے گا، ضرور ہے ظلّی طور پر وہ بھی جامع الکمالات ہو۔ پس اس دعا کے سکھلانے میں جو سورۂ فاتحہ میں ہے یہی راز ہے کہ تا کاملینِ امت جو نبیِ جامع الکمالات کے پیرو ہیں وہ بھی جامع الکمالات ہو جائیں"

اس عبارت سے متعلق شیخ مصری صاحب نے یہ وضاحتی نوٹ دیا ہے:۔

"اور حضرت مسیح (عیسٰی علیہ السلام ۔ ناقل) ظاہر ہے کہ جامع الکمال نہیں مانتے۔ پس فرق ظاہر ہے" (روح اسلام صـ۴۵)

جب شیخ مصری صاحب یہ مانتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جامع الکمال نہیں تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بالمقابل جامع الکمالات ہیں تو پھر تو حضرت اقدس اپنی تمام شان میں حضرت مسیح بن مریم سے بہت بڑھ کر جامع الکمالات ہونے کی وجہ سے ہوئے۔ اس لئے آپ کی نبوت بھی اپنی تمام شان و کمال میں حضرت عیسٰے علیہ السلام کی نبوت سے ناقص درجہ کی نہ ہوئی بلکہ کامل درجہ کی ہوگی تا یہ کامل درجہ نبوت دیگر مخصوص وجوہِ فضائل کے ساتھ مل کر حضرت اقدس کی حضرت عیسٰے علیہ السلام سے وجہ افضلیت ہو سکے اور آپ کا پورے طور پر جامع الکمالات ہونا ثابت ہو جائے۔ ناقص درجہ نبوت تو ضمناً ناقص اور کمتر ہونے کی وجہ ہی ہو سکتا ہے۔

پس حضرت اقدسؑ کی ظلّی نبوّتِ کاملہ ایک عظیم الشان حقیقت ثابت ہوئی اور یہ اپنی تمام شان میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی مستقلہ نبوت سے کم درجہ کی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اسے افضلیت بر مسیح کی ضمنی وجہ خود شیخ صاحب تسلیم کر چکے ہیں۔

پس چونکہ حضور کے وجود میں دیگر کمالاتِ محمدی کے ساتھ نبوّتِ محمدیہ بھی بطور ظلیت شیخ صاحب کے نزدیک انتہائی کمال کے ساتھ موجود ہے اور آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بروزِ کامل اور ظلِّ کامل ہیں۔ اور آئمت

وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ کے بھی مصداق ہیں تو آپ کا نبی ہونا ثابت ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تتمہ حقیقۃ الوحی میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

"اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آنے والی قوم میں ایک نبی ہوگا اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوگا۔ اس لئے اس کے اصحاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کہلائیں گے اور جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے رنگ میں خدا تعالےٰ کی راہ میں دینی خدمتیں ادا کی تھیں وہ اپنے رنگ میں ادا کریں گے۔ بہرحال یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے لوگوں کا نام اصحاب رسول اللہ رکھا جائے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والے تھے۔ جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا"

(تتمہ حقیقۃ الوحی صـ۶۷)

شیخ مصری صاحب! حضورؑ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ آیت آخری زمانہ ایک محدّث یا ولی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ

"بہرحال یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت پیشگوئی ہے"

یہ نبی مسیح موعودؑ ہی ہیں جنہیں شیخ مصری صاحب غیر نبی قرار دینا چاہتے ہیں۔

"ایک نبی ہوگا اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوگا" کے فقرہ میں "بروز" کا لفظ نبوت کی نفی کے لئے استعمال نہیں ہوا بلکہ اس نبی کی خصوصیت بیان کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اسی لئے آگے فرمایا :-

"بہر حال یہ آئت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت پیشگوئی ہے"

ظلی کمالات کی حیثیت اور شیخ مصری صاحب کا نبوت مسیح موعود کے افضلیت بر مسیح میں دخل کے متعلق تیسرا حوالہ

شیخ مصری صاحب نے حضرت اقدس کے نبی کہلانے کو حضرت اقدس کے اپنی تمام شان میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے افضل ہونے میں دخل رکھنے کی تشریح میں تیسری عبارت حضرت اقدس کی کتاب "حمامۃ البشریٰ" صفحہ ۷۷ سے اپنے اس ترجمہ کے ساتھ پیش کی ہے کہ

"کتنے ہی کمالات جو انبیاء میں اصالتاً پائے جاتے ہیں ہم کو ان سے افضل اور اعلےٰ حاصل ہوتے ہیں مگر ظلی طور پر"

(روح اسلام صفحہ ۲۵)

شیخ صاحب! جب اس عبارت کے رو سے حضرت اقدس کو ملنے والے ظلی کمالات انبیاء کو اصالتاً ملنے والے کمالات سے افضل اور اعلیٰ ہیں تو پھر آپ کی ظلی نبوتِ کاملہ بھی جو حضرت اقدس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کامل بروز

اور کامل ظلّی ہو کر ملی ہے، وہ بھی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو اصالتاً ملنے والی نبوت سے کم درجہ کی نہیں ہو سکتی کیونکہ اس نبوت کا اے شیخ صاحب! آپ نے حضرت اقدس کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے میں دخل تسلیم فرما لیا ہے اگر یہ نبوت ظلیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصالتاً نبوت کے مقابلہ میں کم درجہ کی ہو تو پھر تو یہ حضرت اقدس کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے کی ضمنی وجہ ہونے کی بجائے ناقص درجہ کی نبوت ہونے کی وجہ سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے حضرت اقدس کے ادنی ہونے کی دلیل ہو گی۔ ناقص درجہ کی نبوت کو کامل درجہ کی نبوت رکھنے والے مقابلہ میں وجہ افضلیت قرار دینا تو بالکل ایک غیر معقول بات ہے حضرت اقدس کی نبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بالمقابل افضلیت کی ضمنی وجہ ایسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ حضرت اقدس کو بھی نفس نبوت یا درجہ نبوت کے لحاظ سے نبی سمجھا جائے تا یہ نبوت دوسری وجوہِ فضیلت کے ساتھ مل کر حضرت اقدس کے اپنی شان میں حضرت مسیحؑ سے افضل ہونے کی وجہ ہو سکے۔ پس آپ نبی ہیں نہ کہ محض ولی۔

مصری صاحب کے نزدیک صریح طور پر نبی کہلانے کا مفہوم

شیخ مصری صاحب نے حضرت اقدس کے صریح طور پر نبی کہلانے کی تشریح میں دو باتیں لکھی ہیں:۔

پہلی بات۔ پہلی بات وہ یہ لکھتے ہیں :۔

" اب نبیوں کی مانند کہلانے اور صریح طور پر نبی کہلانے میں جو فرق ہے اسے ایک مثال سے واضح کیا جاتا ہے "

ان کی پیش کردہ مثال یہ ہے :۔

"فرض کیجئے ایک شہر میں بیس بہادر شہرۂ آفاق ہیں۔ انیس ان میں سے ایسے ہیں جن کو بہادری میں شیر کی مانند کہا جاتا ہے اور ایک بہادر ایسا ہے جس کو شیر کہا جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کو شیر کہا جاتا ہے وہ بہادروں کی جنس سے نکل کر شیروں کی جنس میں تو داخل نہیں ہو جاتا۔ محض اس واسطے کہ اس کا نام شیر رکھ دیا گیا۔ فرق صرف انیس اور اُس ایک میں یہ ہوگا کہ اُس ایک کی مشابہت شیر سے اتم اور اکمل ہوگی۔ اس کو تشبیہ بلیغ یا استعارہ سے نامزد کریں گے اور باقی انیس کو خالی تشبیہ کے نام سے پکاریں گے۔ ٹھیک اسی طرح پہلے مجددین اور محدثین کو بوجہ ان کے انبیاء کے ساتھ مشابہت تامہ نہ ہونے کے ان انبیاء کے ساتھ مماثلت کو خالی تشبیہ کے نام سے پکارا جائے گا۔ اور حضرت مسیح موعود کی مماثلت کو بوجہ اتم مشابہت کے تشبیہ بلیغ یا استعارہ کے نام سے نامزد کیا جائے گا۔ اسی فرق کی وجہ سے جس طرح سب سے بہادر آدمی کو شیر کہا جاتا ہے اسی طرح تمام محدثین میں سے حضور کو صریح طور پر نبی کہا جاتا ہے۔ باقی محدثین کو نبیوں کی مانند کہا جاتا ہے۔ اس فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے حضور کو انبیاء کے زمرہ میں داخل کر دیا گیا ہے"

(روحِ اسلام صفحہ ۳۹)

مغالطہ کا جواب

اس عبارت میں شیخ مصری صاحب نے بہادر کو استعارہ اور تشبیہ بلیغ کے طور پر شیر قرار دینے کی مثال دے کر ایک مغالطہ دیا ہے۔ لہٰذا اس مغالطہ کے جواب میں چند باتیں

عرض ہیں :۔

امرِ اوّل بے شک بہادر کو شیر کہنا تشبیہ بلیغ اور استعارہ ہے جو مجاز کی ہی ایک قسم ہے۔ مگر یہ مثال حضرت اقدسؑ کی نبوّت کے معاملہ میں منطبق نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ بہادر کو شیر کہنا تو مجاز لغوی کی مثال ہے اور حضرت اقدس شیخ مصری صاحب کے نزدیک لغوی معنوں کے لحاظ سے درحقیقت نبی ہیں کیونکہ لغت میں نبی کے جو معنی بیان کئے گئے ہیں شیخ مصری صاحب حضرت اقدس کو ان معنوں کا پورا مصداق سمجھتے ہیں۔ لغت میں نبی کے معنی ہیں :۔

"اَلْمُخْبِرُ عَنِ الْمُسْتَقْبِلِ بِاِلْهَامٍ مِّنَ اللّٰهِ"

(المنجد)

یعنی مستقبل کے متعلق الہامِ الٰہی سے امورِ غیبیہ پر اطلاع دیا جانے والا۔ ان لغوی معنوں کو مصری صاحب حضرت اقدس کے وجود میں متحقق جانتے ہیں۔ پس حضرت اقدس لغوی معنوں میں تو اُن کے نزدیک حقیقۃً نبی ہوئے نہ کہ مجاز اور استعارہ کے طور پر۔ پس بہادر اور شیر کی مثال حضرت اقدس کی نبوت پر ہرگز منطبق ہی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ لغوی معنوں میں حضرت اقدس کا فی الواقع نبی ہونا فریقین کو مسلّم ہے۔

شیخ صاحب اسلام کی معروف ، استقرائی تعریف اور اصطلاح کے بالمقابل جس میں نبی کے لئے کسی دوسرے نبی کا امتی نہ ہونا شرط ہے حضرت اقدس کی نبوت کو مجازی قرار دیتے ہیں اور ہم بھی اس اصطلاح میں حضرت اقدس کو نبی قرار نہیں دیتے۔ تبدیلیٔ عقیدہ کے بعد حضرت اقدس نے ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم

میں نبی کے لئے امتی نہ ہونے کی شرط کو ضروری قرار نہیں دیا اور اس طرح عرفی اصطلاح میں جو محض استقرائی تھی یعنی انبیاء سابقین کے حالات کے پیش نظر اختیار کی گئی تھی آپ نے ترمیم فرما دی ہے۔

شیخ صاحب! آپ پر واضح ہو کہ شیر (درندہ) اور بہادر انسان جسے شیر کہا جائے نوع کے لحاظ سے بالکل ایک دوسرے کا غیر ہیں اور انبیاء اور مسیح موعود علیہ السلام دونوں نوع انسانی کے فرد ہیں اور انسان نبی بنتے رہے ہیں مگر بہادر جسے شیر سے تشبیہہ دی جائے وہ تو نوع انسانی کا فرد ہوتا ہے لیکن شیر (جنگل کا درندہ) نوعِ انسانی کا فرد نہیں ہوتا۔ انسان تو نبی ہوتے رہے ہیں مگر کبھی کوئی جنگل کا درندہ انسان نہیں ہوا۔ اس لئے بہادر اور شیر کی مثال نوع کے اس تفاوت کی وجہ سے بھی حضرت اقدس کی نبوت کے بارہ میں منطبق نہیں ہو سکتی۔

پس اے شیخ صاحب! اگر آپ اپنے عقیدہ کو ہی ملحوظ رکھتے تو اس بارہ میں صلوٰۃ اور نماز کی مثال دے سکتے تھے۔ صلوٰۃ کے معنی لغت میں دُعا کے ہیں۔ اور اصطلاحِ اسلام میں نماز کے جو عبادت کا ایک خاص طریق ہے اور قیام، رکوع، سجدہ اور قعدہ پر مشتمل ہوتا ہے اور وضو اس کے لئے شرط ہے۔ اگرچہ صلوٰۃ کو دُعا کے معنوں میں اصطلاحی صلوٰۃ (نماز) نہیں کہہ سکتے۔ لیکن صلوٰۃ بصورتِ دُعا اور صلوٰۃ بصورت نماز دونوں ہی عبادت کی قسمیں ہیں اس لئے یہ دونوں صلوٰۃ مطلقہ کا فرد ہیں۔

اسی طرح شیخ صاحب کو اپنے اس عقیدہ کے لحاظ سے بھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لغوی معنوں میں نبی ہیں اور اصطلاحی معنوں میں نبی نہیں حضرت اقدس

کو نبوتِ مطلقہ کے لحاظ سے زمرۂ انبیاء کا فرد یقین کرنا چاہیئے۔ جس طرح ہماری صلوات (دعائیں) عبادتِ مطلقہ کی افراد ہیں گو اصطلاحی صلوٰۃ وہی کہلاتی ہے جو قیام، رکوع، سجدہ اور قعدہ پر مشتمل ہو اور باوضو ہو کر ادا کی جائے گی۔ پس شیخ صاحب اپنے مسلک کے مطابق صلوٰۃ اور نماز کی مثال تو دے سکتے تھے۔ اُن کی پیش کردہ بہادر اور شیر کی مثال حضرت اقدس کی نبوت پر شیخ صاحب کے اپنے مسلک کے لحاظ سے بھی منطبق نہیں ہو سکتی۔

امرِ دوم حضرت اقدس نے اپنے آپ کو لغوی معنوں میں نبی قرار دینے کے ساتھ، خدا کے حکم میں بھی نبی کہا ہے (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۸، آخری خط بنام اخبار عام) نیز حضور نے اپنے آپ کو خدا کی اصطلاح میں بھی نبی کہا ہے (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸ و چشمۂ معرفت صفحہ ۳۲۵) اور نبیوں کی متفق علیہ تعریف کے لحاظ سے بھی اپنے آپ کو نبی کہا ہے (الوصیّت) اور قرآنی معنوں میں بھی یعنی آیت لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ کے مطابق بھی نبی اور رسول کہا ہے (ملاحظہ ہو اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" و "حقیقۃ الوحی" صفحہ ۳۹۱) پھر اپنی اسلامی اصطلاح میں بھی اپنے آپ کو نبی کہا ہے (تقریر حجۃ اللہ) اور ان سب مقامات میں مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا کیفیت اور کمیّت میں کمال درجہ تک پہنچنا یا خالص غیب پر بکثرت اطلاع دیا جانا مراد ہے۔ اور ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸ میں بھی نبی کے حقیقی معنیٰ دراصل یہی مراد ہیں۔ لہٰذا لغوی معنوں میں بھی آپ نبی ہیں اور خدا کے حکم اور قرآنی معنوں میں بھی آپ نبی ہیں اور خدا کی اصطلاح میں بھی نبی ہیں اور نبیوں کی متفق علیہ تعریفِ نبوت

اور اپنی اسلامی اصطلاح میں بھی آپ نبی ہیں۔ لہذا آپ صرف معروف اسلامی اصطلاح کے بالمقابل مجازی نبی قرار پاتے ہیں تاکہ تشریعی اور مستقلہ نبوت سے آپ کی نبوت کا التباس نہ ہو۔ اور یہ معروف اصطلاح جامع تعریفِ نبوت نہیں۔

امرِ سوم حضرت اقدسؑ حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام سے اتم اور اکمل مشابہت رکھنے کی وجہ سے ہی مسیح موعود کی پیشگوئی کے مصداق ہیں۔ پس اگر شیخ مصری صاحب کی مثال حضرت اقدس کے معاملہ پر منطبق سمجھی جائے تو حضرت اقدس فی الواقع مسیح موعود بھی نہیں رہتے کیونکہ اس صورت میں آپ مسیح موعود بھی تشبیہہ بلیغ اور استعارہ کے طور پر قرار پاتے ہیں۔ اب شیخ مصری صاحب بتائیں کہ وہ حضرت اقدس کو فی الواقع مسیح موعود مانتے ہیں یا استعارہ اور تشبیہہ بلیغ کے طور پر۔ حضرت اقدس تو تحریر فرماتے ہیں :-

"جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود اور مہدی معہود نہیں مانتا وہ میری جماعت میں سے نہیں" (کشتیٔ نوح صفحہ ۲۷)

اگر شیخ مصری صاحب کے نزدیک حضرت اقدس حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مسیح ہونے میں اتم اور اکمل مشابہت رکھتے ہوئے امت محمدیہ کے لئے فی الواقع مسیح موعود ہیں تو آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نبوت میں اتم اور اکمل مشابہت رکھتے ہوئے کیوں فی الواقع نبی نہیں۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۔

امرِ چہارم حضرت اقدسؑ "ازالہ اوہام" صفحہ ۲۶۱ پر تحریر فرماتے ہیں :-

"یہ عاجز مجازی اور رُوحانی طور پر وہی مسیح موعود ہے

جس کی قرآن وحدیث میں خبر دی گئی ہے"

مگر حضور "مسیح ہندوستان میں" صفحہ ۱۱ پر اپنے آپ کو حقیقی مسیح موعود قرار دیتے ہیں اور "کشتی نوح" صفحہ ۲۷ میں فی الواقع مسیح موعود۔ پس حضور کے اپنے آپ کو مجازی مسیح موعود اور حقیقی اور فی الواقع مسیح موعود قرار دینے میں بظاہر جو تناقض دکھائی دیتا ہے شیخ مصری صاحب اس میں کس طرح تطبیق دے سکتے ہیں؟ جو جواب وہ مسیحیت کے دعویٰ کے متعلق دے سکتے ہیں وہی ہماری طرف سے دعویٰ نبوت کے متعلق سمجھ لیا جائے۔

میرے نزدیک تو ان دونوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ مجازی اور رُوحانی طور پر مسیح موعود سے مراد تو مجازی مسیح ابن مریم ہے نہ نبی اسرائیل کا مسیح ابن مریم۔ لہذا پیشگوئی نبوی میں مذکور مسیح ابن مریم تو آپ مجازی طور پر ہیں مگر اُمت محمدیہ کے لئے آپ مسیح موعود حقیقی اور واقعی طور پر ہیں۔ یہی حال حضرت اقدس کی نبوت کا ہے کہ مسیح ابن مریم یا عیسیٰ علیہ السلام تو آپ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے تکمیل مشابہت کی بناء پر تشبیہہ بلیغ اور استعارہ کے طور پر ہیں مگر ظلّی نبی اور امتی نبی ہو کر اُمتِ محمدیہ کے لئے آپ فی الواقع نبی ہیں کیونکہ آپ نے ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸ میں نبی کے حقیقی معنی بیان کرکے اپنے آپ کو ان معنوں کا مصداق قرار دیا ہے۔

پس جس طرح مجازی مسیح موعود آپ اَور جہت سے ہیں اور حقیقی اور فی الواقع مسیح موعود ایک دوسری جہت سے۔ اسی طرح مسیح ابن مریم کا اطلاق آپ پر اَور جہت سے ہے یعنی تکمیل مشابہت کی جہت سے اور نبی کا اطلاق

آپ پر خدا کے حکم اور اصطلاح میں نبی اللہ ہونے کی جہت سے ہے۔ پس خدا کے حکم اور اصطلاح اور نبی کے حقیقی معنوں میں آپ امت محمدیہ میں سے ظلی طور پر فی الواقع نبی ہیں اور نبوتِ مطلقہ کی جہت سے زمرۂ انبیاء کا فرد ہیں کیونکہ حضرت اقدس علیہ السلام کا ظلی نبوت کی صفت کو کامل طور پر حاصل کرنا شیخ مصری صاحب کو بھی مسلّم ہے اور ہمیں بھی۔ اور جس میں صفتِ نبوت کامل طور پر پائی جائے وہ نبی ہی ہوگا نہ کہ غیر نبی۔ لَوْلَا الْاِعْتِبَارَاتُ لَبَطَلَتِ الْحِکْمَةُ۔

امر پنجم | قرآن مجید کی آیت شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مثیلِ موسیٰ قرار دیا ہے اور مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صاحبِ شریعت نبی اور جلالی نبی ہونے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مشابہت تامہ رکھتے ہیں اور اُن کے مثیل ہیں۔ حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت موسوی شریعت سے مشابہت کے باوجود افضل ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی جلالی نبوت میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ پس اس مشابہت اور مماثلت تامہ کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت تشبیہ بلیغ اور استعارہ کے طور پر شریعت نہیں قرار دی جاسکتی اور نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت جلالی کو موسےٰ علیہ السلام کی نبوت جلالی کے بالمقابل تشبیہ بلیغ اور استعارہ کے طور پر نبوت قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب ایک حقیقت کو دوسری حقیقت سے تشبیہ دی جائے تو وہ حقیقت

کو مشبّہ ہو مشبّہ بہ حقیقت سے مشابہت رکھنے کے باوجود ہمیشہ استعارہ اور مجاز نہیں بن جاتی۔ بلکہ اس تشبیہہ کا مقصد کبھی یہ ہوتا ہے کہ مشبّہ حقیقت کو ایک پہلی معروف حقیقت سے تشبیہہ دے کر بذریعہ تشبیہہ قریب الفہم بنا دیا جائے۔ جیسے کہ ایک عالم کو دوسرے معروف عالم سے تشبیہہ دی جانے کی یہی غرض ہو سکتی ہے کہ مشبّہ کی علمی شان کو مشبّہ بہ عالم سے تشبیہہ دے کر اچھی طرح سے قریب الفہم کر دیا جائے نہ یہ کہ اس تشبیہہ سے مشبّہ عالم صرف مجازی عالم بن جاتا ہے فی الحقیقت عالم نہیں رہتا۔

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ صریح طور پر نبی کا خطاب پا کر حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے بموجب الہام "مسیح محمدی، مسیح موسوی سے افضل ہے" افضل ہیں۔ لہٰذا آپ کو حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے اُن کا مثیل ہو کر تشبیہہ دیا جانا آپ کو تشبیہہ بلیغ اور استعارہ کے طور پر نبی نہیں بنا دیتا۔ ہاں تشبیہہ بلیغ اور استعارہ کے طور پر آپ صرف عیسٰی ابن مریم یا ابنِ مریم قرار دیئے جا سکتے ہیں جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم موسےٰ علیہ السلام سے مماثلت تامہ کی وجہ سے تشبیہہ بلیغ اور استعارہ کے طور پر تو موسےٰ ہیں۔ اور رسول اللہ آپ فی الواقع ہیں۔ نیز قرآن مجید میں وارد ہے۔ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ (سورۂ نساء ع ۲۲ آیت ۱۶۴) کہ ہم نے اے نبی تیری طرف وحی کی جس طرح ہم نے نوحؑ اور اس کے بعد نبیوں پر وحی کی۔ اس آیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وحی کو نوحؑ اور اس کے بعد کی وحی سے تشبیہہ دی

گئی ہے مگر اس کے معنے یہ نہیں ہو سکتے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وحی واقعی وحی نہیں بلکہ محض تشبیہہ کے طور پر مجازی وحی ہے۔

امر ششم شیخ صاحب نے صریح طور پر نبی کہلانے کا مفہوم تشبیہہ بلیغ اور استعارہ کے طور پر نبی کہلانا قرار دیا ہے گویا حضرت اقدسؑ کو مجازی نبی قرار دیا ہے۔ مگر مجازی نبی تو حضرت اقدسؑ اپنے آپ کو صریح طور پر نبی کا خطاب یافتہ سمجھ لینے سے پہلے ہی قرار دیتے رہے ہیں۔ پس اگر صریح طور پر نبی کا خطاب پانے کا مفہوم یہ ہوتا کہ آپ مجازی طور پر نبی ہیں تو پھر تو حضرت اقدس کو شروع دعوئی مسیحیت میں ہی اپنے آپ کو صریح طور پر نبی کا خطاب یافتہ قرار دے دینا چاہیئے تھا مگر حضرت اقدس نے تو حقیقۃ الوحی کی زیر بحث عبارت میں افضلیت بر مسیح کے عقیدہ میں تبدیلی کے زمانہ میں اپنے آپ کو صریح طور پر نبی کا خطاب یافتہ سمجھنا قرار دیا ہے اور اس سے پہلے جزئی فضیلت بر مسیح کے عقیدہ کے وقت اس پہلے عقیدہ کو اختیار کرنے کی یہ وجہ قرار دی ہے کہ

"مجھے مسیح بن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے"

اور اس طرح اس زمانہ میں اپنے آپ کو مجازی نبی سمجھتے ہوئے غیر نبی قرار دیا ہے اور اس کے بعد جزئی فضیلت کے عقیدہ میں تبدیلی کو صریح طور پر نبی کا خطاب یافتہ سمجھ لینے سے وابستہ قرار دیا ہے۔ خود شیخ صاحب نے بھی مان لیا ہے کہ حضرت اقدس کے نبی کہلانے کا فضیلت کے عقیدہ میں تبدیلی

دخل ہے۔ پس صریح طور پر نبی کہلانے سے مراد اگر مجازاً اور استعارہ کے طور پر نبی کہلانا ہی ہوتا تو پھر تو مجازی نبی کہنے کے زمانہ میں ہی حضور اپنے آپ کو صریح طور پر نبی کہہ دیتے۔ کیونکہ حضرت اقدس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اشد مناسبت رکھنے کا الہام تو آپ کو تبدیلیٔ عقیدہ سے بہت پہلے اپنی کتاب براہین احمدیہ کے زمانہ میں ہی ان الفاظ میں ہو چکا ہوا تھا۔ "اَنْتَ اَشَدُّ مُنَاسِبَةً بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَشْبَهُ النَّاسِ بِهٖ خُلُقًا وَ خَلْقًا وَ زَمَانًا" کہ تو عیسیٰ بن مریم سے شدید ترین مناسبت رکھتا ہے اور اس سے تمام لوگوں سے بڑھ کر خُلق، خِلقت اور زمانہ کے لحاظ سے مشابہت رکھتا ہے۔ پس صریح طور پر نبی کہلانے کا انکشاف چونکہ تبدیلیٔ عقیدہ کے وقت کی بات ہے اس لئے اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہو سکتا کہ حضرت اقدس تشبیہہ بلیغ اور استعارہ کے طور پر نبی ہیں صریح طور پر نبی کا خطاب یافتہ ہونے کے اعلان کے زمانہ میں تو حضرت اقدس ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸ میں اپنے آپ کو حقیقی معنوں میں نبی قرار دے رہے ہیں۔ بلکہ اس سے پہلے ۱۹۰۱ء میں ہی اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں بھی حضور نبی کے انہی حقیقی معنی کو نبوت اور رسالت قرار دے چکے ہیں چنانچہ حضور اشتہار ہذا کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے۔ پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کے رُو سے

انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے۔ لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ آیت لَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ سے ظاہر ہے۔ پس مصفّٰی غیب پانے کے لئے نبی ہونا ضروری ہوا۔ اور آیت أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ گواہی دیتی ہے کہ اس مصفّٰی غیب سے یہ امت محروم نہیں۔ اور مصفّٰی غیب حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے اور وہ طریق براہ راست بند ہے۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کے لئے محض بروز ظلیت اور فنافی الرسول کا دروازہ کھلا ہے" (ایک غلطی کا ازالہ۔ حاشیہ)

اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور ظاہر ہیں:۔

(۱) خدا تعالےٰ کا اس امت سے وعدہ تھا کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائیگی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے تھے۔

(۲) ان انعامات میں جو اُمت کو ملنے والے تھے نبوتیں اور پیشگوئیوں کا ملنا تھا۔

(۳) یہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہی ایسا امر ہے جس کے رو سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام نبی کہلاتے رہے (گویا وہ شریعت کے لانے یا براہ راست مقام نبوت پانے کی وجہ سے نبی نہیں کہلائے بلکہ ان نبوتوں اور پیشگوئیوں کی وجہ سے نبی کہلائے جن کے اُمت محمدیہ میں بھی ملنے کا وعدہ ہے)

(۴) ان نبوتوں اور پیشگوئیوں سے مراد حسب آیت لَا يُظْهِرُ عَلَىٰ

غَيْبِہٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ مصفٰی غیب کا پانا ہے
اور وہ مصفّٰی غیب جو آیت لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِہٖ کے مطابق ہو (یعنی
کیفیت و کمیت میں کمال درجہ پر ہو) نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے۔

(۵) اس مصفّٰی غیب پانے والے کے لئے نبی ہونا ضروری ہے

(۶) امت کو اس مصفّٰی غیب پانے کا وعدہ دیا گیا ہے جس کے لئے نبی ہونا
ضروری ہے۔

(۷) نبی ہونا براہ راست طریق سے بند ہے۔

(۸) چونکہ اُمت میں نبی ہونا ضروری ہے اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت
نبوت کو پانے کے لئے جو پہلے انبیاء کو براہ راست ملتی رہی اب صرف
ظلیت، بروز اور فنافی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔

(۹) ظلیت، بروز اور فنا فی الرسول امتی کی ترقی کی انتہائی منزل نہیں
بلکہ انتہائی منزل خود نبوت ہے۔

(۱۰) ظلیت، بروز اور فنا فی الرسول اس انتہائی منزل تک پہنچنے کا دروازہ
یعنی ذریعہ ہے۔

نتیجہ ظاہر ہے کہ وہی موہبتِ نبوت جو پہلے انبیاء کو براہِ راست ملتی رہی
اب وہی نبوت ظلیت، بروز اور فنا فی الرسول کے دروازہ سے مل سکتی ہے
پس براہِ راست ملنے والی نبوت یعنی مستقلہ نبوت اور اس ظلی نبوت میں
نفسِ نبوت کے لحاظ سے کوئی فرق نہ ہوا بلکہ ظلی نبوت کاملہ نفسِ نبوت میں
وہی موہبتِ نبوت ہونے کی وجہ سے جو پہلے انبیاء کو ملتی رہی سو فیصدی نبوت ہے

ہاں اس موہبتِ نبوت کے حاصل کرنے کا ذریعہ اب بدل گیا ہے۔ پہلے یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر براہِ راست ملتی رہی ہے اور اب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور پر اسی موہبت نبوت کے حاصل ہونے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور ظلیت شرط ہے۔

پس ظلی نبوت کاملہ اپنی ذات میں نبوت ہی ہے نہ کہ محض ولایت۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کامل ظلی نبی ہیں لہذا آپ فی الواقع نبی ہیں اور نفسِ نبوت کے لحاظ سے زمرۂ انبیاء کے فرد ہیں گو آپ تشریعی نبی یا مستقل نبی نہیں ہیں۔ ہاں نبوت کے حصول کا طریق بدل جانے کی وجہ سے مستقلہ نبوت کے مقابلہ میں اگر آپ کی نبوت، جو نفس نبوت کے لحاظ سے وہی موہبت ہے جو پہلے انبیاء کو براہ راست ملتی رہی، طریق حصول کے لحاظ سے نہ کہ نفسِ نبوت کے لحاظ سے علیٰ طریق المجاز قرار دی جائے تو آپ کی نبوت تو فی الواقع نبوت ہوگی مگر اس کے حصول کا طریق پہلے طریق حصول کے مقابلہ میں مجازی قرار پائے گا اور اس سے حضرت اقدس کا تشبیہہ بلیغ اور استعارہ کے طور پر نبی ہونا لازم نہیں آتا۔ فافھم و تدبّر۔

"نبی کہلاتے رہے" کا مفہوم

شیخ صاحب اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" کی عبارت "منجملہ ان کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کی رُو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے" کا مفہوم یہ بیان کیا کرتے ہیں کہ لوگ انہیں اس وجہ سے نبی کہہ دیا کرتے تھے۔ مگر ان کی یہ تاویل سراسر باطل ہے کیونکہ اس عبارت کے بعد حضرت

اقدسؑ نے آیت لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ پیش کر کے اس آیت کے منطوق کے مطابق انہیں نبی قرار دیا ہے اور آیت کا مفہوم یہ بتایا ہے کہ "مصفّی غیب پانے کے لئے نبی ہونا ضروری ہوا" پس نبی کہلانا اور نبی ہونا ایک ہی بات ہے۔ چونکہ کسی کے نبی ہونے کا اعلان خدا ہی کر سکتا ہے لہٰذا "نبی کہلاتے رہے" کا مفہوم متعین ہو گیا کہ وہ عند اللہ بھی مصفّٰی غیب یعنی نبوتوں اور پیشگوئیوں کی وجہ سے نبی کہلاتے رہے اور یہی امر نبوّت کا ذاتی وصف ہے اور شریعت لانا یا غیر امتی ہونا یا کسی نبی کا امتی ہونا صفات عرضیہ ہیں جو نبیوں کی الگ الگ خصوصیات ہیں۔

پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ صریح طور پر نبی کہلانے کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت اقدس کُھلے کُھلے طور پر نبی ہیں یعنی محدّث کی تاویل کے بغیر نبی ہیں۔ اسی لئے تو آپ نے "ایک غلطی کا ازالہ" میں لکھا ہے:۔

"اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو اس کا نام محدَّث ہے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار امر غیب نہیں"

اور اس سے کچھ پہلے لکھتے ہیں:۔

"جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہوں بالضرورت اس پر مطابق آیت لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا"

پس حضرت اقدس ان قرآنی معنوں میں نبی ہیں محض محدث نہیں۔ محض محدث کہلانے کا حضورؑ نے ردّ فرما دیا ہے۔ آپ کو نبی بمعنی محدّث قرار دینا "ایک غلطی کا ازالہ" کی اس تحریر کے بعد ہرگز جائز نہیں۔ شیخ صاحب یہ نہیں کہہ سکتے کہ لغوی معنی میں محدّث ہونے سے انکار فرمایا ہے نہ کہ اصطلاحی معنی میں۔ کیونکہ اگر محدّث کے لغوی معنی میں اظہار امر غیب نہ ہو تو اصطلاحی محدّث کے لئے بھی امر غیب پر اطلاع ضروری نہیں رہتی کیونکہ اصطلاح میں لغوی معنی ملحوظ ہوتے ہیں۔ ہاں نبی کے لئے امور غیبیہ پر بکثرت اطلاع پانا ضروری امر ہے۔

صریح طور پر نبی کہلانے کے مفہوم کے متعلق شیخ صاحب کی دوسری بات

شیخ صاحب نے صریح طور پر نبی کہلانے کا مفہوم ظاہر کرنے کے لئے دوسری بات یہ بیان کی ہے کہ

"حضور نے حاشیہ میں ان الفاظ کی تشریح کر دی ہے کہ میری نبوت اصالتاً نہیں بلکہ ظلّی طور پر ہے اور یہی امر دونوں جماعتوں کے درمیان متنازعہ فیہ امر ہے کہ ظلّی نبی جماعت انبیاء کا فرد ہوتا ہے یا جماعت اولیاء کا۔ لیکن اس متنازعہ فیہ امر کو ہی آپ دوست اپنے دعویٰ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے بطور دلیل پیش فرما رہے ہیں"

(روح اسلام صفحہ ۴)

الجواب: اس عبارت میں شیخ صاحب نے ہم پر متنازعہ فیہ امر کو بطور دلیل پیش کرنے کا جو الزام دیا ہے وہ درست نہیں۔ بے شک یہ حاشیہ بتاتا ہے

کہ حضرت اقدس کو نبوت اصالتاً یعنی براہ راست نہیں ملی بلکہ ظلّی طور پر یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل ملی ہے۔ ظلّی نبوت کے معنی شیخ صاحب کو (فیض محمدی سے وحی پانا حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸) مسلّم ہیں اور شیخ صاحب کو پیغام صلح مجریہ ۱۵ ستمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۵ کالم ۳ پر حضرت اقدس کا ظلّی طور پر وحی الٰہی کو انتہائی کمال کے ساتھ پانا بھی مسلّم ہے۔ لہٰذا ظلیت ان معنوں میں تو ہمارے اور آپ کے درمیان متنازعہ فیہ امر نہیں۔ اصل متنازعہ فیہ امر تو ہمارے اور شیخ صاحب کے درمیان یہ ہے کہ ظلّی طور پر وحی الٰہی کو انتہائی کمال تک پانا شیخ صاحب کے نزدیک نبوت نہیں بلکہ ولائت ہے۔ حالانکہ حضرت اقدس "چشمہ معرفت" میں اسے نبوت کی ایک قسم قرار دیتے ہیں گویا نفس نبوت کے لحاظ سے اسے نبوت ہی بیان فرماتے ہیں۔ پس ہماری دلیل ظلّی نبی کا لفظ نہیں ہوتی بلکہ ظلّی نبی کی وہ حیثیت ہوتی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے جس کا ذکر قبل ازیں کیا جا چکا ہے۔ "ایک غلطی کا ازالہ" میں حضرت اقدس نے نبوت براہِ راست طریق سے ملنا بند قرار دے کر پھر اسی موہبت کے پانے کے لئے بروز، ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا قرار دیا ہے اور نبوت کی حقیقت آیت لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ پیش کر کے مصفّٰی غیب پانا قرار دی ہے اور مصفّٰی غیب پانے کے لئے نبی ہونا ضروری ٹھہرایا ہے۔ اس طرح مصفّٰی غیب کو ہی موہبت نبوت قرار دیا ہے اور اسی کی وجہ سے پہلے انبیاء کا نبی کہلانا بیان فرمایا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ کامل ظلّی نبی جو انتہائی کمال پر وحی الٰہی پاتا ہے، نفس نبوت کے لحاظ سے وہی موہبت نبوت رکھتا ہے جو

پہلے انبیاء کو براہِ راست ملتی رہی جس کی رو سے وہ نبی کہلاتے رہے۔

پس ہم حضرت اقدس کو نبی ثابت کرنے کے لئے صرف ظلّی نبی کا لفظ ہی پیش نہیں کرتے کہ متنازعہ فیہ امر کو ہی بطور دلیل پیش کرنا لازم آئے بلکہ ہم ظلّی نبی کے معنی اور حقیقت کو حضرت اقدسؑ کی تحریروں کے رو سے پیش کر کے ثابت کرتے ہیں کہ ظلّی نبی کو وہی موہبتِ نبوت حاصل ہوتی ہے جس کے حاصل کرنے پر انبیاء سابقین نبی کہلاتے رہے۔

مجاز مرسل کے طور پر نبی کی حقیقت،

شیخ صاحب حضرت اقدس کے زمرۂ انبیاء کا فرد ہونے سے انکار کے لئے اب نئی نئی باتیں سوچ رہے ہیں۔ چنانچہ "پیغام صلح" مجریہ یکم ستمبر ۶۵ء میں وہ "توضیح مرام" کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں :۔

"یہ عاجز خدا تعالےٰ کی طرف سے اس امت کے لئے محدّث ہو کر آیا ہے اور محدّث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے گو اس کے لئے نبوّتِ تامہ نہیں تاہم وہ جزوی طور پر ایک نبی ہی ہے"

یہ تحریر تبدیلیٔ عقیدہ سے پہلے کی ہے مگر شیخ صاحب اس عبارت کو بطور حجّت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"دیکھ لیجئے۔ کل اور جزو کے اصل کو ہی مد نظر رکھا گیا ہے جیسا کہ مجاز مرسل میں ہوتا ہے۔"

اور مجاز مرسل کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ

"جب حقیقی اور مجازی معنی کے درمیان علاقہ مشابہت کا ہو تو اس

مجاز کو استعارہ کہتے ہیں۔ گویا استعارہ در حقیقت مجاز کی ہی ایک قسم ہے۔ اگر مشابہت کے علاوہ علاقہ کسی اَور قسم کا ہو تو اسے مجاز مرسل کہتے ہیں۔"

یہ لکھنے کے بعد آگے یہ لکھتے ہیں :-

"لفظ نبی جو تین اجزاء سے مرکب ہوتا ہے ایک جزو اس کی مبشرات ہوتی ہے اور دوسری شریعتِ کامل یا ناقص جس کو بعض اوقات کتابِ ہدایت کے لفظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور تیسرے بغیر کسی نبی کی اتباع کے براہِ راست نبی بننا.......... اس طرح لفظ نبی بول کر بعض اوقات صرف اس کی جزو مبشرات ہی مراد ہوتی ہے جو محدّث میں پائی جاتی ہے اس لئے محدّث پہ مندرجہ بالا قاعدہ کے رُو سے نبی کا اطلاق جو کُل کا درجہ رکھتا ہے جائز ہے"

ہماری تحقیق ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت اقدس علیہ السلام محض محدّث کہلانے کو "ایک غلطی کا ازالہ" میں ردّ کر چکے ہیں اور اس کی بجائے اپنے لئے نبی کا اطلاق ہی ضروری قرار دیتے ہیں۔ پس حضرت اقدس محدّث کے معنوں میں نبی نہیں۔ اس لئے آپ کی نبوت کے مجازِ مرسل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

شیخ صاحب نے مندرجہ بالا عبارت میں نبوت کے جو تین اجزاء بیان کئے ہیں۔ ان میں سے نبوت کے لئے امرِ ذاتی صرف مبشرات کا علیٰ وجہ الکمال پانا ہی ہے۔ شریعت ناقصہ یا کاملہ لانا نبوت کے لئے امرِ ذاتی نہیں اور نہ

ہی اس کے لوازم ذاتیہ میں سے ہے بلکہ یہ ایک امر عارض ہے اسی لئے تو شریعت جدیدہ کسی نبی کو ملتی رہی ہے اور کسی نبی کو نہیں ملتی رہی۔ بلکہ غیر تشریعی قسم کے انبیاء پہلی شریعت کی تجدید و ترویج اور نفاذ ہی کے لئے آتے رہے ہیں۔ حضرت شیخ محی الدین ابن العربی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:۔

"عَلِمْنَا اَنَّ التَّشْرِيْعَ اَمْرٌ عَارِضٌ بِكَوْنِ عِيْسٰى يَنْزِلُ فِيْنَا مِنْ غَيْرِ تَشْرِيْعٍ وَ هُوَ نَبِیٌّ بِلَاشَكٍّ" (فتوحات مکیہ جلد ۱ صفحہ ۵۷)

کہ "ہم نے جان لیا ہے کہ شریعت کا لانا ایک امر عارض ہے (یعنی یہ نبوت کے لئے امر ذاتی نہیں۔ ناقل) کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام ہم میں بغیر شریعت کے نازل ہوں گے اور وہ بلا شک نبی ہیں"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی تبدیلی عقیدہ کے بعد ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸ پر نبی کے حقیقی معنی بیان کرتے ہوئے شریعت کا لانا نبی کے لئے ضروری قرار نہیں دیا بلکہ آپ نے ان حقیقی معنوں میں ہی امتی کا نبی ہو جانا بھی اپنی نبوت کے پیش نظر قابلِ اعتراض قرار نہیں دیا۔ "ایک غلطی کا ازالہ" میں حضرت اقدس نے نبوتوں اور پیشگوئیوں یعنی مبشرات کی رُو سے ہی تمام انبیاء علیہم السلام کا نبی کہلانا بیان فرمایا ہے۔ پس مبشرات، یعنی نبوتوں اور پیشگوئیوں کی بجائے اگر کوئی اصطلاح میں مبشرات مع شریعت جدیدہ اور غیر امتی ہونے کو نبوت تامہ قرار دے تو پھر وہ تمام انبیاء کرام

علیہم السلام جو شریعت جدیدہ نہیں لائے مجاز مرسل کے طور پر نبی قرار پا جائیں گے۔ دیکھئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"بنی اسرائیل میں کئی نبی ایسے ہوئے ہیں جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے جن سے موسوی دین کی شوکت و صداقت کا اظہار ہو پس وہ نبی کہلائے"

("بدر" ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

نیز "شہادۃ القرآن" صفحہ ۳۴ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"صدہا ایسے نبی بنی اسرائیل میں آئے کہ کوئی نئی کتاب ان کے ساتھ نہیں تھی۔ بلکہ ان انبیاء کے ظہور کے یہ مطالب ہوتے تھے تاکہ ان کے موجودہ زمانہ میں جو لوگ تعلیم توریت سے دور ہو گئے ہوں پھر ان کو توریت کے اصلی منشا کی طرف کھینچیں اور جن کے دلوں میں کچھ شکوک اور دہریت اور بے ایمانی پیدا ہو گئی ہو ان کو پھر زندہ ایمان بخشیں"

حضرت اقدس کا یہ بیان قرآن مجید کی آیت اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا (مائدہ آیت ۴۵) کے عین مطابق ہے۔ اور آیت وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ (جاثیہ آیت ۱۷) سے ظاہر ہے کہ الکتاب (شریعت کی کتاب) اور الحُکم (حکومت یا قوت فیصلہ) اور النبوۃ تین الگ الگ امر ہیں

کیونکہ ان تینوں کا ایک دوسرے پر عطف کیا گیا جو اُن کے آپس میں ایک دوسرے کا غیر ہونے کو چاہتا ہے۔ پس النّبوّۃ کا تصور الکتاب اور الحکم سے الگ ہوا۔ اور ہر نبی کے لئے کتاب شریعت جدیدہ کاملہ یا ناقصہ کا لانا ضروری امر نہ ہوا۔ اور شریعت جدیدہ نبوت کی جزو ذاتی قرار نہ پائی بلکہ جزوِ عارض قرار پائی۔ اسی لئے نئی شریعت کسی نبی کو ملتی رہی ہے اور کئی انبیاء بغیر شریعت جدیدہ کے پہلی شریعت کی تجدید کے لئے ہی آتے رہے ہیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوّت تامّہ کاملہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت تامہ کے مقابلہ میں تو شیخ صاحب کے نزدیک تمام انبیاء کرام ناقص نبی ہی تھے۔ کوئی اُن میں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل کامل نہ تھا۔ چنانچہ شیخ صاحب لکھتے ہیں:-

(۱) "نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لئے کامل ہی تھے۔ لیکن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل وہ ناقص ہی تھے" (روح اسلام صـ۳۲)

(۲) "تمام مامورین خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ہی تھے۔ لیکن وہ جس طرح حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل کامل نبی نہ تھے اسی طرح وہ کامل حکم بھی نہ تھے" (روح اسلام صـ۳۴)

پس نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر جب تمام انبیاء میں کوئی بھی کامل نبی نہیں تو پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیثیت ان کے مقابلہ

کُل کی ہوئی اور ان انبیاء میں سے ہر نبی کی حیثیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل جزو کی ہوئی۔ اب کیا شیخ صاحب ان سب انبیاء کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل مجاز مرسل کے طور پر نبی قرار دینے کے لئے تیار ہیں؟ کیونکہ ان میں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں کُل اور جزو کی نسبت انہیں مسلّم ہے۔ اگر نہیں تو کیوں؟

محدثین پر جزوی نبی کا اطلاق

محدثین کی نبوت چونکہ ظلّی نبوت کاملہ کے مقابلہ میں ظلّی نبوت ناقصہ ہی ہوتی ہے اس لئے محدّث کامل ظلی نبی کے مقابلہ میں بھی جزوی حیثیت رکھتا ہے اسی لئے کسی محدّث کو امتِ محمدیہ میں خدا نے نبی کے نام سے نہیں پکارا۔ اور مسیح موعود علیہ السلام کو جو کامل ظلّی نبی ہیں، نبی کے نام سے پکارا ہے۔ پس ظلّی نبی کا لفظ اگر محدّث کے لئے استعمال کیا جائے تو مسیح موعود کی ظلّی نبوت کاملہ کے مقابلہ میں محدّث پر نبی کا اطلاق بطور مجاز مرسل کے ہوگا اور محدّث کے مقابلہ میں مسیح موعود کے لئے نبی کا اطلاق کامل ظلّی نبی ہونے کی وجہ سے بطور حقیقت کے ہوگا۔ میرا یہ استدلال شیخ صاحب کے اگلے بیان کے عین مطابق ہے۔

مصری صاحب کے نزدیک لفظ "صریح طور پر" کی تشریح

چنانچہ شیخ صاحب لکھتے ہیں:-

"اب ذیل میں لفظ "صریح طور پر" کی تشریح بھی عرض کر دی جاتی

ہے۔ واضح ہو کہ یہ لفظ ("صریح طور پر نبی" ناقص) در اصل اولیاء کرام کے مقابلہ میں ہی استعمال ہوا ہے۔ انہوں نے چونکہ (نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ ناقص) کامل عکس نہیں لیا تھا اس لئے نبوت محمدیہ ان کے وجود میں گو موجود تھی، مخفی تھی۔ کامل عکس سے حضور کی مراد (یعنی حضرت مسیح موعودؑ کے اپنے آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کامل عکس قرار دینے سے مراد۔ ناقل) یہ ہے کہ حقیقت کے لحاظ سے کامل ہو۔ ورنہ ہر ولی اور مجدد و محدّث اپنے اپنے زمانہ اور اپنے اپنے دائرۂ تجدید کی نسبت سے کامل عکس ہی رکھتا تھا جس طرح کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لئے کامل ہی تھے۔ لیکن حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل وہ ناقص ہی تھے۔ ٹھیک اسی طرح پہلے تمام اولیاء اپنے اپنے حلقہ کے لئے کامل عکس رکھنے والے ہی تھے لیکن حضرت مسیح موعودؑ کے مقابلہ میں ان کا حاصل کردہ عکس ناقص ہی تھا۔ حضور کا لیا ہوا عکس اس انتہائی حد تک پہنچ گیا جس انتہائی حد تک کسی امتی کے لئے اپنے نبی متبوع کی نبوت کا عکس لینا ممکن ہے اس سے زیادہ کوئی امتی لے ہی نہیں سکتا۔ امتیوں کے لئے اتنا ہی لینا مقدر ہے اس سے وہ تجاوز کر ہی نہیں سکتے۔ جس طرح چاند کے لئے اتنا ہی نور سورج سے لینا مقدر ہے جتنا وہ چودھویں رات کو لیتا ہے"

(روح اسلام صـ۳۲)

شیخ مصری صاحب کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ حضرت مسیح موعودؑ کے مقابلہ میں ناقص عکس رکھتے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سب اولیاء اللہ کے مقابلہ میں انتہائی حد تک عکس رکھتے تھے۔ گویا مسیح موعودؑ کامل عکس کی حیثیت رکھنے تھے اور دوسرے اولیاء آپ کے مقابلہ میں ناقص عکس ہونے کی وجہ سے جزو کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہذا حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب حقیقت کے لحاظ سے کامل عکس ہوئے تو اولیاء اللہ آپ کے مقابلہ میں مجاز مرسل کے طور پر عکس ہوئے لہذا حضرت اقدس حقیقی ظلی نبی ہوئے اور اولیاء اللہ مجازی ظلی نبی اور مسیح موعود علیہ السلام اور اولیاء میں نسبت حقیقت اور مجاز مرسل کی ہوئی۔ لہذا آپ کو محض محدثین کے زمرہ کا فرد قرار دینا مجازی عکسوں اور حقیقی عکس کو ایک ہی نوع قرار دینے کے مترادف ہے جنس ولایت میں تو سب انبیاء داخل ہیں فافہم

شیخ صاحب کی ایک غلط فہمی

چونکہ شیخ صاحب اب ادھار کھائے بیٹھے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو زمرۂ انبیاء کا فرد ہرگز قرار نہ دیا جائے۔ اس لئے وہ اولیاء اللہ اور حضرت مسیح موعودؑ میں ناقص ظل اور کامل ظل کا فرق تسلیم کرنے کے باوجود آگے یہ لکھتے ہیں :-

"اس جگہ اس امر کو واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ اصلی نور تو خدا تعالےٰ کا ہی ہے جس پر آیت اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کھلی کھلی دلیل ہے۔ جب یہ نور کسی بشر میں داخل ہوتا ہے تو وہ خدا نہیں کہلا سکتا بلکہ اس کا نام نبی ہو جاتا ہے حالانکہ نور تو اللہ کا ہی ہوتا ہے اور جب یہی نور نبی کے واسطہ سے کسی بشر پر منعکس

ہوتا ہے تو وہ بشر نبی نہیں بلکہ ولی کہلاتا ہے۔ باوجود نور کے ایک ہی ہونے کے نام بدلتے جاتے ہیں" (روح اسلام صہ ۳۲)

غلط فہمی کا ازالہ

شیخ صاحب کی جس عبارت پر ہم نے خط کھینچ دیا ہے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے علاوہ باقی تمام انبیاء کی شانِ افاضہ کے لحاظ سے تو درست ہے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو خاتم النبیین ہیں ان کی شانِ افاضہ کے مناسب نہیں کیونکہ حضرت اقدس نے خاتم النبیین کی تفسیر میں لکھا ہے:۔

"آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی" (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۹۷)

پس خاتم النبیین کے افاضۂ روحانیہ سے جب یہ نور کسی بشر میں اس طرح داخل ہو کہ وہ بشر حقیقت کے لحاظ سے خاتم النبیین کا کامل عکس ہو جائے تو وہ نبی بن جاتا ہے اور اگر وہ بشر حقیقت کے لحاظ سے کامل عکس نہ ہو تو پھر وہ البتہ ولی بنتا ہے۔ جب شیخ مصری صاحب خود حضرت مسیح موعود اور اولیاء اللہ میں حقیقی کامل عکس اور ناقص عکس کا فرق تسلیم کرتے ہیں تو پھر ان کے پاس حضرت اقدس کو محض زمرۂ اولیاء کا فرد قرار دینے کے لئے ضد کے سوا کیا باقی رہ جاتا ہے؟

شیخ صاحب کے نزدیک خَاتَمُ الْاَنْبِیَاء اور خَاتَمُ الْاَوْلِیَاء کا مفہوم

شیخ صاحب اپنی ضد پوری کرنے کے لئے خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کا افاضۂ روحانیہ بھی صرف ولایت کے مرتبہ تک پہنچانے کی حد تک قرار دیتے ہیں

چنانچہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاتم الاولیاء ہونے کا مفہوم بیان کرنے کے ضمن میں لکھتے ہیں :-

"خاتم الاولیاء کا مفہوم یہ ہے کہ ولائت کے تمام کمالات آپ (حضرت مسیح موعودؑ۔ ناقل) نے حاصل کر لئے ہیں اور ولی کا جو کام ہوتا ہے یعنی اپنے متبوع نبی سے تعلق پیدا کرنا اور اپنے متبوع نبی کی رسالت پر یقینی ایمان پیدا کرنا وہ صرف اس ولی کے ذریعہ قیامت تک ہوتا رہے گا یعنی جس طرح حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بوجہ خاتم الانبیاء ہونے کے قیامت تک ولی بناتے رہیں گے ٹھیک اسی طرح مسیح موعود بوجہ خاتم الاولیاء ہونے کے قیامت تک حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور امت کے درمیان واسطہ رہیں گے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حقیقی تعلق امت کا آپ کے ذریعہ ہی ہوگا" (روح اسلام صفحہ ۳۱)

خاتم الاولیاء اور خاتم الانبیاء کا حقیقی مفہوم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خطبہ الہامیہ میں اپنے آپ کو خاتم الاولیاء لکھ کر اس کا مفہوم یہ بیان فرمایا ہے کہ

"اَنَا خَاتَمُ الْاَوْلِیَاءِ وَلَا وَلِیَّ بَعْدِیْ اِلَّا الَّذِیْ ھُوَ مِنِّیْ وَعَلٰی عَھْدِیْ" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۳۵)

یعنی "بے شک میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں بجز اس شخص کے جو مجھ سے ہو اور میرے عہد پر ہو"

گویا جو شخص آئندہ آپ سے تعلق نہ رکھے وہ ولائت کا مرتبہ نہیں پا سکتا۔ اور

خاتم الانبیاء کے معنی آپ نے یہ بیان فرمائے ہیں :-

"اللہ جلشانہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا۔
یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اَور نبی کو ہرگز نہیں دی
گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی
کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ یہ
قوتِ قدسیہ کسی اَور نبی کو نہیں ملی " (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۹۷)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک خاتم الانبیاء کے یہ معنی نہیں
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صرف ولی بناتے ہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ولی بنانے کے علاوہ نبی تراش بھی ہیں ۔
اور یہ جامعہ قوتِ قدسیہ آپ کے سوا کسی اور نبی کو نہیں ملی۔ گو تمام انبیاء ولی
تراش تو تھے اور اس وجہ سے وہ سب خاتم الاولیاء تھے مگر ان میں سے کوئی
بھی "نبی تراش" نہ تھا۔ اگر اس عبارت میں نبی تراش سے مراد ولی تراش لیں
تو پھر تمام انبیاء کرام علیہم السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس
وصفِ خاتم النبیین میں شریک ہو جاتے ہیں۔ وَھٰذَا کَذِبٌ
بَحْتٌ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْہُ۔

اس سے ظاہر ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کا خاتم الاولیاء ہونا
آپ کے نبی ہونے کے منافی نہیں۔ کیونکہ ہر نبی خاتم الاولیاء اور رأس
الاولیاء ہوتا ہے۔ یعنی اولیاء کا سرفہرست بھی ہوتا رہا ہے اور اس کی
پیروی سے اولیاء بھی پیدا ہوتے رہے ہیں۔

شیخ صاحب کے نزدیک اولیاء اور مسیح موعود میں فرق

مگر شیخ صاحب کے نزدیک اولیاء اللہ اور مسیح موعود میں جو فرق ہے اسے ظاہر کرنے کے لئے وہ لکھتے ہیں:۔

"جس طرح نبیوں کے مدارج ہوتے ہیں اسی طرح اولیاء کے بھی مدارج ہیں کسی ولی نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا خفیف سا سایہ لیا اور کسی نے اس سے زیادہ۔ اولیاء کے سایہ لینے کی کیفیت کو چاند کی مختلف حالتوں سے تشبیہہ دی جاسکتی ہے۔ بعض حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا عکس لینے میں ہلال کے مشابہ اور بعض قمر کے۔ لیکن حضرت مسیح موعود کی تشبیہہ چودھویں رات کے چاند یعنی بدر سے ہے۔ حضور نے دوسرے اولیاء امت کے مقابلہ میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا مکمل عکس لیا ہے جس طرح بدر سورج کے نور سے مکمل حصّہ لیتا ہے۔ پس جس طرح بدر باوجود مکمل نور لینے کے چاند ہی رہتا ہے سورج نہیں بن جاتا اسی طرح حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا مکمل نور لینے والا رہیگا جماعت اولیاء ہی کا فرد، جماعت انبیاء کا فرد نہیں بن جائے گا۔ بالفاظ دیگر جنس نہیں بدلے گی، مرتبہ میں فرق ضرور آجائے گا۔ یعنی جماعت اولیا میں سرفہرست ہوگا جس طرح حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نبیوں میں سرفہرست ہیں۔ یہ نہیں کہ خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نبیوں کی جنس سے نکل کر کسی اور جنس میں داخل ہو گئے ہیں اسی طرح حضور (حضرت مسیح موعود علیہ السلام ناقل) باوجود خاتم الاولیاء

ہونے کے اولیاء کی جماعت کے فرد ہی کہلائیں گے نہ کہ نبیوں کی جماعت کے" (روحِ اسلام صفحہ ۳۱)

شیخ صاحب کی عبارت کے خط کشیدہ الفاظ سے ہمیں پورا اتفاق نہیں۔ ہاں ان کی خط کشیدہ عبارت سے پہلی عبارت سے ہمیں پورا اتفاق ہے۔ خاتم الاولیاءؑ تو ہر نبی ہوتا رہا ہے ان معنوں میں بھی کہ ہر نبی کے ذریعہ ولی بنتے رہے ہیں اور ان معنوں میں بھی کہ ہر نبی سرِفہرست اولیاء ہوتا رہا ہے مگر ان کا خاتم الاولیاء ہونا منافی نبوت نہیں تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی نبی اللہ کہا ہے اور آپ کے الہامات میں بھی آپ کو نبی و رسُول کہا گیا ہے بلکہ یَاأَیُّهَا النَّبِیُّ! کہہ کر بھی مخاطب کیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ "یَقُوْلُ الْعَدُوُّ لَسْتَ مُرْسَلًا" کہ آپ کا دشمن کہے گا کہ آپ مرسل نہیں۔ اور حضرت اقدس کا کوئی الہام ایسا نہیں جس میں یہ کہا گیا ہو کہ تو نبی اور رسُول نہیں پس بے شک حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا مکمل عکس لینے کے لحاظ سے بطور تشبیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں بدر کی ہی حیثیت رکھتے تھے اور تمام انبیاء آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اظلال[ع] ہونے کی وجہ سے آپ کے مقابلہ میں چاند ہی ہیں مگر لوگوں کو فیض پہنچانے کے لحاظ سے اپنے حلقہ میں وہ شمس کی حیثیت ہی رکھتے رہے ہیں۔ اسی طرح مسیح موعود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کامل ظلّ ہونے کے لحاظ سے تو بدر ہی ہیں

ع حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "پہلے تمام انبیاء ظلّ تھے نبی کریمؐ کی خاص خاص صفات میں اور اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریمؐ کے ظلّ ہیں" (الحکم ۲۲ اپریل ۱۹۱۴ء)

لیکن جو انوار نبوت آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانیہ سے حاصل کئے ہیں ان کو آگے امت محمدیہ تک پہنچانے کے لحاظ سے آپ شمس کی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کی حیثیت میں ایک بے عدیل اور بے مثل شمس ہیں اور باقی تمام انبیاء شمس تو ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح بے عدیل اور بے مثل شمس نہیں ہیں کیونکہ کوئی ان میں سے خاتم النبیین نہیں تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جہاں آپ کے الہامات میں نبی اور رسول کہا گیا ہے وہاں الہام الٰہی میں ہی آپ کو قمر قرار دینے کے ساتھ ہی شمس بھی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ کو اللہ تعالےٰ مخاطب کر کے الہاماً فرماتا ہے:-

"یَا قَمَرُ یَا شَمْسُ اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْكَ"

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام اگر ایک جہت سے قمر ہیں تو دوسری جہت سے آپ شمس بھی ہیں۔ لہٰذا آپ ایسے خاتم الاولیاء ہیں جو درجۂ نبوت اور نبوتِ مطلقہ کے لحاظ سے زمرۂ انبیاء کا فرد ہیں نہ کہ محض زمرۂ اولیاء کا فرد۔ ہاں مامورین اولیاء اللہ کے زمرہ کا فرد تو ہر نبی اور رسول ہوتا ہے کیونکہ وہ رأس الاولیاء یعنی اولیاء کا سر فہرست ہوتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سب انبیاء اور اولیاء کے سر فہرست ہیں کیونکہ آپ ولی تراش بھی ہیں اور نبی تراش بھی

اللّٰھم صل علے محمدٍ وعلے آلِ محمدٍ۔

شیخ صاحب کے ایک وہم کا ازالہ

شیخ صاحب حضرت اقدس کی ایک عبارت سے ہمیں یہ بتانا چاہتے

ہیں کہ حضرت اقدس کے نزدیک ہر نبی صاحب شریعت ہی تھا۔ چنانچہ اس غرض کو ثابت کرنے کے لئے شیخ صاحب "ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۹۳" سے ایک عبارت پیش کر کے اس کا غلط مفہوم لیا کرتے ہیں۔ وہ عبارت یہ ہے :-

"پس میں اپنے مخالفوں کو یقیناً کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ امتی ہرگز نہیں گو وہ بلکہ تمام انبیاء آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر ایمان رکھتے تھے مگر وہ خدا کی ان ہدایتوں کے پیرو تھے جو اُن پر نازل ہوئی تھیں اور براہِ راست خدا نے ان پر تجلّی فرمائی تھی۔ یہ ہرگز نہیں تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی رُوحانی تعلیم سے وہ نبی بنے تھے تا وہ امتی کہلاتے۔ ان کو خدا تعالیٰ نے الگ کتابیں دی تھیں اور ان کو ہدایت دی تھی کہ ان کتابوں پر عمل کریں اور کراویں جیسا کہ قرآن شریف اس پر گواہ ہے"

شیخ صاحب اس سے نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت اقدس کے نزدیک ہر ایک نبی الگ الگ کتابِ شریعت رکھتا تھا۔ مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ اس عبارت میں یہ نہیں کہا گیا کہ ہر نبی کو الگ الگ کتاب شریعت دی گئی تھی بلکہ اس عبارت میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ پہلے انبیاء کو خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کی رُوحانی تعلیم سے الگ کتابیں دی تھیں۔ اس عبارت کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ ہر نبی کو الگ الگ کتابِ شریعت دی گئی تھی۔ چنانچہ بنی اسرائیل میں کئی نبی گذرے ہیں جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کی کتابِ شریعت یعنی تورات کے ہی تابع تھے۔ ان کو تورات کے علاوہ کوئی الگ کتاب شریعت نہیں دی گئی تھی چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فرماتے ہیں :-

"بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے ہیں جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے جن سے موسوی دین کی شوکت اور صداقت کا اظہار ہو"

(بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

یہی مضمون حضور نے "شہادۃ القرآن" صفحہ ۴۳ پر بھی بیان فرمایا ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام جو اولوالعزم انبیاء میں سے ہیں ان کے متعلق بھی حضرت مسیح موعود کا یہی عقیدہ ہے کہ وہ کوئی جدید شریعت نہیں لائے تھے۔ چنانچہ حضور عیسائیوں کے تورات کی مثیل موسٰی سے متعلقہ پیشگوئی کو یسوع مسیح پر چسپاں کرنے کی تردید میں فرماتے ہیں :-

"حضرت عیسٰی علیہ السلام کو حضرت موسٰی علیہ السلام سے ایک ذرہ مناسبت نہیں۔ نہ وہ پیدا ہو کر یہودیوں کے دشمنوں کو ہلاک کر سکے۔ نہ وہ ان کے لئے کوئی نئی شریعت لائے۔ انجیل کیا تھی وہ صرف تورات کے چند احکام کا خلاصہ ہے جس سے پہلے یہود بے خبر نہیں تھے گو اس پر کاربند نہ تھے"

("ضمیمہ تحفہ گولڑویہ" صفحہ ۱۹۹)

پھر ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸ پر حضرت اقدس نے نبی کے حقیقی معنی بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ نبی کے لئے شریعت کا لانا ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ صاحبِ شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں کہ ہر نبی کے لئے الگ الگ شریعتِ جدیدہ کا لانا ضروری ہے بلکہ حضور کے نزدیک بعض انبیاء شریعت لائے ہیں

تو بعض انبیاء ایسے بھی ہوئے ہیں جو پہلے نبی کی شریعت کے ہی تابع تھے اور وہ کوئی جدید شریعت نہیں لائے تھے۔

پس شیخ صاحب کا یہ عقیدہ کہ ہر نبی الگ الگ شریعت لاتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے خلاف ہے۔ پس اگر اس وجہ سے وہ حضرت اقدسؑ کو زمرۂ انبیاء میں شمار نہیں کرتے کہ ان کے نزدیک ہر نبی کے لئے الگ الگ شریعت لانا ضروری ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن مجید کے علاوہ کوئی اور شریعت نہیں رکھتے تو یہ اُن کی صریح غلطی ہے۔ قرآن و حدیث اور مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک ہر نبی کے لئے الگ الگ شریعت کا لانا ضروری امر نہیں۔ شیخ صاحب کو چاہیئے کہ وہ اپنے اس عقیدہ پر نظر ثانی فرمائیں۔

شیخ مصری صاحب کا ایک مغالطہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تبدیلیٔ عقیدہ کا ذکر کرتے ہوئے حقیقۃ الوحی میں "صریح طور پر نبی کا خطاب پایا" کے ذکر کے بعد تحریر فرمایا ہے :-

"مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی"

حضور کے اس فقرہ سے شیخ مصری صاحب یہ مغالطہ دینا چاہتے ہیں کہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس جگہ اپنے آپ کو ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی قرار دے رہے ہیں لہذا آپ ہر پہلو سے نبی نہ ہوئے اور نبی تو وہ ہوتا ہے کہ اسے جس پہلو سے بھی دیکھا جائے وہ نبی ہو۔

الجواب :- حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵ پر حضرت اقدس نے ایک پہلو سے نبی

اور ایک پہلو سے امتی کہنے کے بعد اس کی خود یہ تشریح فرمادی ہے :۔

"تا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ اور کمالِ فیضان ثابت ہو"

اس فقرہ سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدس نے نبی کے پہلو کے ساتھ امتی کا پہلو اپنی نبوت کی نفی یا اس میں کسی کمی کے پائے جانے کے اظہار کے لئے استعمال نہیں فرمایا بلکہ صرف یہ ظاہر کرنے کے لئے استعمال فرمایا ہے کہ آپ نے مقامِ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بعد آپ کی قوتِ قدسیہ سے حاصل کیا ہے اور یہ امر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالِ فیضان کا ثبوت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس درجہ کے نبی ہیں کہ آپ کا ایک امتی آپ کے فیض سے نبی ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں نبی کے ساتھ امتی کا لفظ اس غلط فہمی کو بھی دُور کرنے کے لئے استعمال فرمایا ہے کہ گویا آپ حضرت عیسٰی علیہ السلام وغیرہ انبیاء سابقین کی طرح براہ راست یعنی مستقل نبی ہیں۔ پس حقیقۃ الوحی میں نبی کے ساتھ امتی کا لفظ آپ نے اپنی نبوت کو انبیاء کے بالمقابل ناقص درجہ کی نبوت جو محدثیت ہوتی ہے قرار دینے کے لئے استعمال نہیں فرمایا بلکہ صرف اپنی نبوت کے حصول کا ذریعہ ظاہر کرنے کے لئے یہ لفظ استعمال فرمایا ہے۔ پس آپ کی نبوت بواسطہ فیضانِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ملنے سے ناقص درجہ کی نہیں۔ اسی لئے حضور نے "چشمۂ معرفت" صفحہ ۳۲۴ پر ایسے ایک قسم کی نبوت ہی قرار دیا ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ظلیت میں مل سکتی ہے۔ تبدیلی عقیدہ سے پہلے کی کتابوں "ازالہ اوہام" وغیرہ کی تصنیف کے وقت حضور اپنے الہامات میں وارد شدہ نبی اور رسُول کے الفاظ کی تاویل محدّث یا ناقص نبی یا جزئی نبی کیا کرتے تھے۔ مگر جب آپ پر وحی الٰہی کے ذریعہ یہ منکشف

ہوگیا کہ آپ کو خدا تعالےٰ کی طرف سے صریح طور پر نبی کا خطاب دیا گیا ہے تو آپ نے اپنے الہامات میں وارد نبی اور رسول کے الفاظ کی یہ تاویلات بالکل ترک فرمادیں چنانچہ سا۱۹۰ئہ کے بعد حضور نے اپنی کسی کتاب اور رسالہ اور اشتہار میں اپنے آپ کو محض محدث یا جزئی نبی یا ناقص نبی نہیں لکھا۔ مگر شیخ مصری صاحب تبدیلی عقیدہ کی اس حقیقت کو نظر انداز کر کے اب 'ازالۂ اوہام' کی ایک عبارت جو تبدیلی عقیدہ سے پہلے کی ہے پیش کر کے حضرت اقدس کو ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی محدث کے معنوں میں قرار دینا چاہتے ہیں اور 'ازالہ اوہام' کی یہ عبارت پیش کرنے سے پہلے شیخ مصری صاحب بطور تمہید لکھتے ہیں کہ

"نبی حقیقی تو حضور کے نزدیک وہی ہوتا ہے جو ہر پہلو سے نبی ہو۔ اس میں تو کوئی دوسرا پہلو ہوتا ہی نہیں۔ حضور نے صرف نبی کہنے سے ہمیشہ انکار کیا ہے یہاں تک کہ اس انکار کا اظہار اپنی کتاب "الوصیتہ"ؐ میں بھی کیا ہے جس کو منسوخ کہا ہی نہیں جا سکتا۔ اس سے صاف

ؐ حضور نے صرف "نبی" کہنے سے انکار اس وجہ سے کیا ہے تا آپ کو مستقلہ نبوت کا مدعی سمجھ لیا جائے جو انبیاء کو خدا تعالےٰ کی طرف سے براہِ راست ملتی رہی کیونکہ آپ نے مقام نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور آپ کی قوت قدسیہ کے فیضان کے واسطہ سے پایا تھا اس واسطہ کو ظاہر کرنے کے لئے آپ اپنے آپ کو صرف نبی نہیں بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی قرار دیتے ہیں۔ امتی کا لفظ "الوصیت" میں نبوت کی نفی یا اس میں کمی کے لئے استعمال نہیں فرمایا بلکہ مقام نبوت کے پانے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا واسطہ ظاہر کرنے کے لئے استعمال فرمایا ہے۔ منہ۔

ظاہر ہے کہ حضور نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں تھے اور بدیں وجہ آپ حقیقی طور پر نبیوں کے زمرہ میں بھی داخل نہیں ہو سکتے۔ زمرۂ انبیاء میں وہی داخل ہو گا جو صرف نبوت کی شان ہی اپنے اندر رکھتا ہو گا۔ امتی کی شان سے وہ بکلی مبرا ہو گا جیسا کہ حضور اپنی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۳۲ و ۵۳۳ پر آنے والے مسیح کے متعلق امتی ہونے کی علامات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"اب ان تمام اشیاء سے صاف ظاہر ہے کہ وہ (یعنی آنے والا مسیح ناقل) واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہو گا ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائے گی جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے۔ . . . . . . سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے۔ غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔"

(روح اسلام صفحہ ۲۸-۲۹)

ے محدث کے بالمقابل صاحب نبوت تامہ سے مراد اس جگہ مستقل نبی اور تشریعی نبی ہے۔

"ازالہ اوہام" سے یہ عبارت درج کرکے شیخ مصری صاحب لکھتے ہیں:۔

"اب خدارا غور فرمائیں کہ ازالہ اوہام اور حقیقۃ الوحی کی عبارتوں میں کیا سرِ مُو بھی فرق ہے؟" (روح اسلام صفحہ ۲۹)

اور آگے چل کر اس بحث کا یہ نتیجہ پیش کرتے ہیں:۔

"پس ثابت ہوا کہ حضور نے ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی کے لفظ سے نبی کی تشریح فرما کر اسی حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ نبوت جس کا اظہار اس جگہ کیا گیا ہے وہ نبوتِ ناقصہ ہی ہے جس کا حامل اسلامی اصطلاح میں محدث ہی کہلاتا ہے نہ کہ صرف نبی"

(روح اسلام صفحہ ۲۹-۳۰)

"ازالہ اوہام" کی عبارت کی حیثیت

شیخ صاحب! "ازالہ اوہام" کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ نے اس جگہ محدّث کو امتی قرار دینے کے ساتھ نبی بہ نبوتِ ناقصہ قرار دیا ہے۔ اور یہ آپ خوب جانتے ہیں کہ یہ عبارت تبدیلیٔ عقیدہ سے پہلے زمانہ کی ہے۔ پس یہ جانتے ہوئے اس کو پیش کرنے سے آپ کا مقصد حضرت اقدسؑ کے لٹریچر سے ناواقف لوگوں کو مغالطہ دینے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ شیخ صاحب!! اگر آپ یہ کہنے میں سچے ہیں کہ حضرت اقدس نے فضیلت کے عقیدہ میں تبدیلی کے ساتھ اپنی نبوت کے عقیدہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی تو پھر آپ ہمارے سامنے حضرت اقدس کی سنہ ۱۹۰۱ء سے بعد کی کوئی تحریر پیش کریں جس میں حضور نے اپنی نبوت کو ناقصہ نبوت قرار دیا ہو۔ یا یہ لکھا ہو کہ میری نبوت سے

مراد محض محدثیت ہے ورنہ آپ کا یہ کہنا کہ ازالہ اوہام اور حقیقۃ الوحی کی عبارتوں میں سرِ مُو فرق نہیں محض ایک مغالطہ ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ سرِ مُو فرق نہیں تو کجا، ازالہ اوہام اور حقیقۃ الوحی کی عبارتوں میں تو بعد المشرقین ہے کیونکہ ازالہ اوہام میں تو حضرت اقدس نے صاف لفظوں میں اپنے آپ کو کامل امتی اور ناقص نبی بلفظ دیگر محدث قرار دیا ہے اور محدثیت کو نبوت ناقصہ قرار دیا ہے۔ گویا تمام محدثین امت میں دونو شانیں امتیت اور نبوت ناقصہ کی پائی جانا تسلیم کی ہیں اور محدثین امتِ محمدیہ میں بکثرت گذر چکے ہیں۔ جیسا کہ حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے :-

"امتِ محمدیہ میں محدثیت کا منصب اس قدر بکثرت ثابت ہوتا ہے جس سے انکار کرنا بڑے غافل اور بے خبر کا کام ہے"

(براہین احمدیہ حاشیہ ۴ صفحہ ۴۴۵)

مگر تبدیلیٔ عقیدہ کے بعد حقیقۃ الوحی میں حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں :-

(۱) "اس امت میں ہزارہا اولیاء ہوئے اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸)

پھر مسلمانوں کو مخاطب فرما کر لکھتے ہیں :-

"خود حدیثیں پڑھتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسرائیلی نبیوں کے مشابہ لوگ پیدا ہوں گے اور ایک ایسا ہوگا کہ ایک پہلو سے نبی ہے اور ایک پہلو سے امتی۔ وہی مسیح موعود کہلائے گا"

(حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۱۰۱)

حقیقۃ الوحی کی ان دونوں عبارتوں سے ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ یعنی محدثین تو اس امت میں ہزارہا ہوئے مگر امتی نبی صرف ایک ہی ہوا ہے جو مسیح موعود ہے۔ اور ازالہ اوہام کی عبارت کے رو سے ان ہزارہا محدثین میں امتی ہونے کے ساتھ نبوت ناقصہ کا پایا جانا مسلّم ہے مگر حضرت اقدس کا حقیقۃ الوحی میں تیرہ سو سال میں اب تک ایک ہی امتی نبی کا آنا قرار دینا جو مسیح موعود ہے اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ مسیح موعود کا مقام حصول نبوت میں محدثین امت سے بالا ہے۔ محدثین امت تو نبوت ناقصہ رکھتے ہیں مگر مسیح موعود ان کے مقابلہ میں کامل امتی نبی ہے چنانچہ اسی وجہ سے حضرت اقدس اپنے سے پہلے اولیاء اللہ یعنی محدثین کو حقیقۃ الوحی میں نبی کہلانے کا مستحق نہیں سمجھتے اپنے آپ کو نبی کا نام پانے کے لئے تیرہ سو سال میں ایک فرد مخصوص قرار دیتے ہیں۔ دیکھئے حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ پر حضور تحریر فرماتے ہیں:-

"غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں گئی"

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدس کے نزدیک آپ سے پہلے اولیاء اللہ میں سے کسی نے بھی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ مشتمل بر امور غیبیہ کو کامل طور پر حاصل نہیں

کیا جو نبی کہلانے کے لئے ایک ضروری شرط ہے چونکہ تیرہ سو سال میں اس شرط کو اس وقت تک صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہی پورا کیا ہے اس لئے تیرہ سو سال میں نبی کا نام پانے کے لئے آپ ہی ایک مخصوص فرد ہیں دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔

پس ازالہ اوہام کی تحریر کے مطابق تو ہر محدث امتی اور ناقص نبی ہے اور حقیقۃ الوحی میں تیرہ سو سال میں امتی اور نبی حضور نے صرف اپنے آپ کو ہی قرار دیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور حقیقۃ الوحی کے وقت اپنا مقامِ نبوت محدثینِ امت کی طرح امتی اور ناقص نبی نہیں سمجھتے بلکہ کامل امتی اور کامل نبی سمجھتے ہیں۔

اب شیخ مصری صاحب دیکھ لیں کہ ازالہ اوہام اور حقیقۃ الوحی کی عبارتوں میں سرِ مو فرق نہیں یا دونوں عبارتوں میں بعد المشرقین ہے۔

ازالہ اوہام میں تو حضور نے صاف طور پر اپنے آپ کو امتی اور ناقص نبی، یا محدث قرار دیا ہے مگر حقیقۃ الوحی میں کسی جگہ بھی اپنے آپ کو ناقص نبی یا محض محدث قرار نہیں دیا۔ اگر شیخ مصری صاحب کا یہ قول درست ہے کہ ازالہ اوہام اور حقیقۃ الوحی کی تحریروں میں سرِ مو فرق نہیں تو وہ ایک ہی عبارت حقیقۃ الوحی سے ایسی پیش کر دکھائیں جس میں حضور نے اپنے آپ کو نبی بمعنی محدث یا ناقص نبی کہا ہو۔ ناممکن ہے کہ شیخ صاحب ایسی عبارت پیش کر سکیں۔ پس ان کا یہ کہنا کہ ازالہ اوہام اور حقیقۃ الوحی کی عبارتوں میں سرِ مو فرق نہیں، محض ایک مغالطہ ہے۔

تبدیلیٔ عقیدہ سے پہلے ازالہ اوہام کے زمانہ میں حضرت اقدس واقعی نبی صرف

تعریفِ نبوت میں تبدیلی

تشریعی یا مستقل انبیاء کو سمجھتے تھے۔ چنانچہ تبدیلیٔ عقیدہ سے پہلے حضرت اقدس اپنے مکتوب مندرجہ "الحکم" ۷؍اگست ۱۸۹۹ء میں نبی کے لئے کامل شریعت یا احکام جدیدہ لانا یا بلا استفادہ کسی نبی کے خدا سے تعلق رکھنا اور کسی دوسرے نبی کا امتی نہ کہلانا ضروری سمجھتے تھے۔ اس لئے اس زمانہ میں اس تعریف کو جامع سمجھنے کی وجہ سے حضرت اقدس اپنے آپ کو نبی بمعنی محدث قرار دیتے تھے۔ مگر نبوت کی یہ تعریف محض عرفی یا استقرائی تھی۔ لہذا جب حضرت اقدس پر یہ واضح ہو گیا کہ یہ تعریف جامع نہیں تو آپ نے اس تعریف میں یہ ترمیم فرما دی کہ کسی دوسرے نبی کا امتی نہ ہونا نبی کے لئے کوئی ضروری شرط نہیں بلکہ امتی بھی نبی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حضور نے ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸ پر ایک سوال درج کر کے اس کے جواب میں بتا دیا ہے کہ نبی کے لئے امتی نہ ہونا کوئی ضروری شرط نہیں بلکہ ایک امتی بھی نبی ہو سکتا ہے۔ ذیل میں وہ سوال و جواب درج کیا جاتا ہے:۔

سوال کی عبارت

"بعض یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ صحیح بخاری اور مسلم میں لکھا ہے کہ آنے والا عیسیٰ اسی امت میں سے ہو گا لیکن صحیح مسلم میں صریح لفظوں میں اس کا نام نبی اللہ رکھا ہے پھر کیونکر ہم مان لیں کہ وہ اسی امت میں سے ہو گا؟"

اس سوال سے ظاہر ہے کہ سائل امتی کا نبی ہو سکنا محال سمجھتا ہے گویا اس کے نزدیک امتی اور نبی میں تبائن کلی کی نسبت پائی جاتی ہے یعنی اس کے نزدیک

امتی نبی نہیں ہو سکتا اور نبی امتی نہیں ہو سکتا۔ پس نبی سے مراد اس کی اس سوال میں فی الحقیقت نبی ہے نہ کہ محض محدث۔ کیونکہ محض محدث تو ایک امتی ہی ہوتا ہے امتی اور محدث میں تو تباین کلی کی نسبت نہیں پائی جاتی۔ پس سائل اس خلجان میں ہے کہ جب صریح لفظوں میں صحیح مسلم میں مسیح موعود کو نبی اللہ قرار دیا گیا ہے تو پھر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی یہ بات کیسے درست ہے کہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا؟ حضرت اقدس اس سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ

جواب کی عبارت

"اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام بدقسمتی دھوکہ سے پیدا ہوئی ہے کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر (امور غیبیہ۔ ناقل) پانے والا اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو پس ایک امتی کو ایسا نبی قرار دینے میں کوئی محذور لازم نہیں آتا۔ بالخصوص اس حالت میں کہ وہ امتی اپنے اسی نبی متبوع سے فیض پانے والا ہو۔"

دیکھئے حضرت اقدس مکتوب ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء کے وقت تو نبی کے لئے اگر وہ شریعت یا احکام جدیدہ نہ لائے، کم از کم یہ ضروری سمجھتے تھے کہ وہ کسی نبی کا امتی نہیں کہلاتا بلکہ سابق نبی سے استفادہ کے بغیر نبی کہلاتا ہے۔ گویا سائل کی طرح آپ بھی یہی سمجھتے تھے کہ نبی امتی نہیں ہوتا۔ اور حضور کی یہ تحریر تبدیلیٔ

عقیدہ کے زمانہ سے پہلے کی ہے لیکن تبدیلی عقیدہ کے بعد ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم کی محولہ بالا عبارت میں حضور نے نبی کے حقیقی معنی صرف یہ بتا کر کہ وہ "بذریعہ وحی خبر (امور غیبیہ۔ناقل) پانے والا اور شرفِ مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو" نہ تو شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری قرار دیا، نہ اس کا دوسرے نبی کا امتی نہ ہونا ضروری قرار دیا ہے بلکہ امتی کے لئے ان حقیقی معنوں میں نبی ہو جانے کو قابلِ اعتراض نہیں سمجھا اور فرما دیا ہے کہ

"پس ایک امتی کو ایسا نبی قرار دینے میں کوئی محذور لازم نہیں آتا۔ بالخصوص اس حالت میں کہ وہ امتی اپنے اسی نبی متبوع سے فیض پانے والا ہو"

۱۷ اگست ۱۸۹۹ء والی تعریف نبوت میں حضرت اقدس نے حقیقی نبی کے لئے شریعت جدیدہ یا احکام جدیدہ لانا یا کم از کم کسی دوسرے نبی کا امتی نہ کہلانا ضروری قرار دیا تھا خواہ وہ نبی شریعت یا احکام جدیدہ نہ لائے۔ لیکن تبدیلی عقیدہ کے بعد ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸ میں حضرت اقدس نے نبی کے جو حقیقی معنے بیان کئے ہیں ان کے رو سے پہلی تعریفِ نبوت کی طرح ہی نبی کے لئے شریعت یا احکام جدیدہ لانا تو ضروری قرار نہیں دیا مگر اس زمانہ میں اب آپ نبی کے لئے دوسرے نبی کا امتی نہ ہونا ضروری شرط نہیں سمجھتے اور یہ امر تعریف نبوت میں تبدیلی اور ترمیم کا ایک روشن ثبوت ہے

اس طرح حضور نے سائل کو سمجھایا ہے کہ نبی اور امتی میں آپ کے نزدیک اس طرح تباین کلی نہیں پایا جاتا کہ نبی کے لئے امتی نہ ہونا ضروری ہو۔ بلکہ اب

آپ کے نزدیک ایک امتی ان حقیقی معنوں میں کہ وہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ مشتمل بر امورِ غیبیہ سے مشرف ہو نبی ہو سکتا ہے۔ اسی لئے مسیح موعود کو احادیث نبویہ میں امتی بھی کہا گیا ہے اور نبی بھی۔ پس وہ مسیح موعود ان حقیقی معنوں میں نبی بھی ہے اور امتی بھی۔

ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸ میں بیان کردہ تعریف نبوت سے یہ ظاہر ہے کہ یہ تعریف نبی بمعنی محدّث کی ہرگز نہیں بلکہ یہ فی الواقع نبی کی ایک جامع تعریف ہے کیونکہ سائل کو خلجان نبی بمعنی محدث کے متعلق نہیں تھا بلکہ اسے حقیقت میں نبی کے امتی ہونے کے متعلق خلجان اور اعتراض تھا۔ کیونکہ اس کے نزدیک نبی اور امتی میں تباین کلّی پایا جاتا تھا یعنی اس کے نزدیک نبی کا امتی ہونا ایک محال امر تھا۔ حضرت اقدس نے ایسے سائل کو سمجھایا ہے کہ نبی کے حقیقی معنوں کے لحاظ سے نہ تو اس کا شریعت لانا ضروری ہے نہ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ کسی دوسرے نبی کا متبع نہ ہو۔ لہٰذا ایک امتی کا نبی ہو جانا قابلِ اعتراض امر نہیں حضور کا یہ فقرہ کہ " شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں " اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اس جگہ حقیقی معنوں میں نبی کی تعریف بیان ہو رہی ہے نہ کہ محدّث کی تعریف جو ناقص نبی ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ فقرہ بتاتا ہے کہ نبی شریعت والا بھی ہو سکتا ہے اور بغیر شریعت کے بھی نبی ہو سکتا ہے مگر محدّث تو ضروری طور پر شریعت جدیدہ لا ہی نہیں سکتا۔ پس یہ فقرہ محض محدث کے لئے کہا ہی نہیں جا سکتا کہ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ یہ فقرہ تو حقیقی معنوں میں نبی کے لئے ہی کہا جا سکتا ہے کیونکہ نبی ہی نئی شریعت لانے والا ہو سکتا ہے

اسی طرح اس فقرہ سے اگلا فقرہ بھی " اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو" محض محدث کے لئے نہیں کہا جا سکتا کیونکہ محض محدث تو ضروری طور پر ایک نبی کے تابع ہی ہوتا ہے وہ نبی کا غیر تابع ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر یہ فقرہ بتا رہا ہے کہ نبی جس کے حقیقی معنی بیان کئے جا رہے ہیں وہ ایک نبی کے تابع بھی ہو سکتا ہے اور غیر تابع بھی۔ لہذا یہ حقیقی نبی کی تعریف ہوئی نہ کہ محض محدّث کی جو کہ بالضرور نبی کے تابع ہی ہوتا ہے۔ حقیقی نبی کی ہی یہ شان بھی ہو سکتی ہے کہ وہ کسی دوسرے نبی کا تابع نہ ہو۔ ہاں اس جگہ تابع کا حقیقی معنوں میں نبی ہونا بھی جائز قرار دے رہے ہیں۔ اور ان حقیقی معنوں میں ایک امتی کا نبی ہو جانا اب قابلِ اعتراض قرار نہیں دیتے۔

پس حضرت اقدس کے نبی کے حقیقی معنی بیان کرتے ہوئے یہ دو فقرے اس بات کا روشن ثبوت ہیں کہ حضور نے اس جگہ نبی کے ہی حقیقی معنیٰ بیان فرمائے ہیں نہ کہ محض محدث کے حقیقی معنیٰ۔ نبی کے حقیقی معنیٰ بیان کرنے کے بعد حضور نے صاف لکھ دیا ہے کہ

"ایک امتی کو ایسا نبی قرار دینے میں کوئی محذور لازم نہیں آتا"

جس کے یہ معنیٰ ہیں کہ ایک امتی بھی نبی کے ان حقیقی معنوں میں نبی کہلا سکتا ہے اس لئے سائل کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ مسیح موعود کو حقیقی معنیٰ میں ہی نبی کہا گیا ہے کیونکہ امتی کے حقیقی معنے میں نبی ہو جانے میں کوئی محذور لازم نہیں آتا یعنی امتی کا نبی ہو جانا کوئی محال اور قابلِ اعتراض امر نہیں کیونکہ امتی اور نبی میں تباین کلی کی نسبت نہیں پائی جاتی بلکہ تباین جزئی بصورت عموم خصوص من وجہ کی نسبت پائی جاتی ہے۔ پس ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸ میں بیان کردہ

تعریف کے رو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام احادیث کے موعود مسیح کو یعنی اپنے آپ کو حقیقی معنوں میں نبی قرار دیتے ہیں اور اس طرح حضور زمرۂ انبیاء کا فرد ہیں نہ کہ محض زمرۂ اولیاء کا فرد۔ چنانچہ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم میں نبی کے حقیقی معنی بیان کرنے کے بعد حضرت اقدسؑ یہ تحریر فرماتے ہیں :۔

"مجھے خدا تعالیٰ نے میری وحی میں بار بار امتی کرکے بھی پکارا ہے اور نبی کرکے بھی پکارا ہے۔ ان دونوں ناموں کے سننے سے میرے دل میں نہایت لذّت پیدا ہوتی ہے اور مَیں شکر کرتا ہوں کہ اس مرکّب نام سے مجھے عزّت دی گئی اور اس مرکّب نام رکھنے میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ تا عیسائیوں پر ایک سرزنش کا تازیانہ لگے کہ تم تو عیسیٰ بن مریم کو خدا بناتے ہو۔ مگر ہمارا نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہے کہ اس کی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے اور عیسیٰ کہلا سکتا ہے حالانکہ وہ امتی ہے"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۴)

دیکھئے اس جگہ خط کشیدہ الفاظ میں " **امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے** " سے مراد نبی ہی ہے نہ کہ محض محدّث کیونکہ محدثین جو نبوتِ ناقصہ رکھتے ہیں وہ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء کے فیض سے بھی بنتے رہے ہیں۔ اور اس جگہ صرف نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی امتیازی شان بیان ہو رہی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم ہی اس درجہ کے نبی ہیں کہ آپ کی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے اور کسی نبی میں یہ قوتِ قدسیہ موجود نہیں تھی کہ اس کے

فیض سے کوئی امتی نبی بن سکتا کیونکہ یہ شرف بقول حضرت مسیح موعودؑ صرف خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"آپ کی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ ناقل) پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہِ روحانی نبی تراش ہے۔ یہ قوت قدسیہ کسی اَور نبی کو نہیں ملی" (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۹۷)

نیز تحریر فرماتے ہیں:۔

"بجز اس (خاتم النبیینؐ۔ ناقل) کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے اُمتی ہونا لازمی ہے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸)

پس ولی یا محدث تراش تو سب پہلے انبیاء بھی تھے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان سب انبیاء سے یہ امتیازی شان رکھتے ہیں کہ آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بھی بخشتی ہے یعنی آپ کی قوتِ قدسیہ محدث تراش بھی ہے اور ساتھ ہی آپ کی توجہ روحانی نبی تراش بھی ہے اور یہ جامع قوت قدسیہ کسی اَور نبی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے حاصل نہیں تھی اس لئے آپ کو ہی خاتم النبیین قرار دیا گیا۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم میں بیان کردہ نبی کے حقیقی معنوں میں نبی ہیں اور آپ کا امتی ہونا ان حقیقی معنوں میں نبی ہونے میں قابلِ اعتراض امر نہیں۔ پس جب آپ حقیقی معنوں میں نبی ہوئے تو آپ کی امتی نبوت، درجۂ نبوت یا نبوتِ مطلقہ کی ہی ایک قسم قرار پائی جو خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتم کا ایک

فیض ہے اور خاتم النّبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد اب غیر امتی نبی کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے کے لئے کوئی گنجائش موجود نہیں کیونکہ غیر امتی نبی کے آنے میں آیت خاتم النّبیین روک ہے لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم النّبیین ہونا آپ کے امتی کے نبی ہو جانے میں روک نہیں۔ پس یہ قسم نبوت پہلی اقسام نبوت سے ایک الگ قسم کی نبوت ہے جس کا ظہور صرف سلسلہ محمدیہ میں ہی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :-

"میں اس کے (خدا تعالیٰ کے۔ ناقل) رسول پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔ مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں ہوئی کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنی اس کا ظل ہے اور اسی کا مظہر اور اسی سے فیض یاب ہے"

(چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۴)

اور یہ خود شیخ صاحب تسلیم کر چکے ہیں :-

"نبی کا نام جو اور کسی ولی کو نہیں دیا گیا اور صرف حضرت اقدس کو ہی دیا گیا وہ مماثلت تام کی وجہ سے ہی دیا گیا کیونکہ نام کسی صفت کے کمال پر ہی جا کر ملتا ہے"

(روح اسلام صفحہ ۳۳)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کامل ظلّی نبی ہیں اور کامل ظلّی نبی محض محدّث نہیں ہوتا بلکہ وہ کامل امتی اور کامل نبی ہوتا ہے اور ظلّی نبوتِ کاملہ حقیقی معنیٰ میں نبوت کی ایک قسم ہوئی کیونکہ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸ کی تعریف نبوت کے لحاظ سے جس میں نبی کے حقیقی معنی بیان کئے گئے ہیں نبوت کی تین قسمیں قرار پاتی ہیں

اوّل :۔ شریعت لانے والا نبی۔

دوم :۔ غیر تشریعی نبی جو دوسرے نبی کا امتی نہ ہو۔

سوم :۔ غیر تشریعی امتی نبی یا بالفاظ دیگر ظلّی نبی۔

پس غیر تشریعی امتی نبوت، نبوتِ مطلقہ کی ایک قسم ہونے کی وجہ سے اس کا حامل حقیقی معنی میں نبی ہوا۔ اور درجہ نبوت کے لحاظ سے زمرۂ انبیاء کا فرد قرار پایا۔ نبی کی یہ تینوں قسمیں آپس میں تباین رکھتی ہیں۔ لہذا دوسری قسم کا نبی پہلی قسم کے نبیوں کے زمرہ میں داخل نہیں ہوتا۔ حالانکہ وہ بھی حقیقی معنیٰ میں نبی ہوتا ہے۔ تیسری قسم کا نبی پہلی دو قسموں کے نبیوں کے زمرہ میں داخل نہیں ہوتا۔ ہاں نبوتِ مطلقہ یا درجۂ نبوت کے لحاظ سے یہ تینوں اقسام کے انبیاء زمرۂ انبیاء کے افراد ہیں۔ فاحفظوا ھٰذا النکتۃ یا اولی الالباب فانھا تصونکم عن الاوھام

تمام مستقل انبیاء بھی ایک پہلو سے اُمتی ہیں

پس حقیقۃ الوحی کے زمانہ میں حضرت اقدس حقیقی معنوں میں نبی کے لئے غیر امتی ہونا ضروری نہیں سمجھتے۔ لہذا ازالہ اوہام کی تحریر سے شیخ صاحب کا یہ استدلال اس موقعہ پہ درست نہیں

کہ نبی وہی ہوتا ہے جو ہر پہلو سے نبی ہو نہ وہ جو ایک پہلو سے امتی بھی ہو کیونکہ اب حضرت اقدس نے نبی کے حقیقی معنی بیان کر کے فرما دیا ہے کہ ایک امتی کو نبی قرار دینے میں کوئی محذور لازم نہیں آتا۔ شیخ صاحب پر واضح ہو کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی کے مقابلہ میں بے شک مستقل انبیاء میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کامل امتی ہونے کا وصف تو نہیں پایا جاتا مگر ایک پہلو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے امتی تو تمام انبیائے کرام علیہم السلام بھی ہیں خواہ وہ تشریعی انبیاء ہوں یا غیر تشریعی مستقل انبیاء۔ اور یہ پہلو ہے لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔ (آل عمران) کا۔ کیونکہ یہ آیت بتاتی ہے کہ ہر نبی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا اور اس میثاق النبیین کے لحاظ سے تو تمام انبیاء ایک پہلو میں آنحضرتؐ کے امتی ہی ہیں۔ گو کامل امتی نہیں۔ ہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام امتیت کے پہلو میں بھی کامل ہیں اور نبی کے پہلو میں بھی کامل ہیں کیونکہ آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لحاظ سے بھی امتی ہیں اور کامل پیروی کرنے کے لحاظ سے بھی امتی ہیں۔ نیز اپنے تمام کمالات اپنے نبی متبوع کے فیض سے پانے کے لحاظ سے بھی امتی ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لحاظ سے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے امتی ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ تحریر فرماتے ہیں :-

"یوں تو قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ہر ایک نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے لتومنن بہ ولتنصرنہ۔ پس اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت ہوئے اور پھر حضرت عیسٰی کو امتی بنانے کے کیا معنی ہیں اور کونسی خصوصیت کیا وہ اپنے پہلے ایمان سے برگشتہ ہو گئے تھے جو تمام نبیوں کے ساتھ لائے تھے تا نعوذ باللہ یہ سزا دی گئی کہ زمین پر اتار کر دوبارہ تجدید ایمان کرائی جائے مگر دوسرے نبیوں کے لئے وہی پہلا ایمان کافی رہا۔ کیا ایسی کچی باتیں اسلام سے تمسخر ہے یا نہیں؟"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تحریر سے ظاہر ہے کہ امتیّت کے ایک پہلو کے لحاظ سے تمام انبیاء آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔ پس اس طرح تمام انبیاء ایک پہلو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے امتی بھی ہیں اور دوسرے پہلو سے نبی بھی ہیں۔ لہٰذا شیخ صاحب کا یہ بیان درست نہ رہا کہ نبی کو جس پہلو سے دیکھا جائے وہ نبی ہی ہوتا ہے اور امتی اور نبی چونکہ ہر پہلو سے نبی نہیں ہوتا اس لئے وہ نبی نہیں بلکہ ولی ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ تمام انبیاء کرام کا امتیّت کے ایک پہلو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا از روئے قرآن ثابت ہے اور امتیّت کا پہلو رکھنے کے باوجود وہ نبی ہی رہتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کے لئے نبی کے

ساتھ امتی کی ترکیب اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند اور شاگرد بھی ہیں اور نبی بھی۔ یعنی جب آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے دیکھا جائے تو آپ اُن کے امتی یعنی روحانی فرزند اور شاگرد ہیں اور جب آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے مقابلہ میں دیکھا جائے تو آپ نبی ہیں مگر بغیر شریعتِ جدیدہ کے۔

شیخ صاحب! اگر کوئی شخص ایک دوسرے شخص کا شاگرد ہو۔ مگر بعض دوسروں کا وہ اُستاد ہو تو اس طرح وہ ایک پہلو سے شاگرد ہوگا اور ایک دوسرے پہلو سے اُستاد۔ اس کے یہ معنی تو نہیں ہو سکتے چونکہ وہ ایک پہلو سے شاگرد ہے لہذا وہ اُستاد ہی نہیں۔ اس لئے کہ وہ ہر پہلو سے اُستاد نہیں۔ اگر یہ معنی نہیں ہو سکتے تو ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی کے بھی یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی نہیں۔ کیونکہ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸ میں حضرت اقدس نے بالتصریح بیان کر دیا ہے کہ "ایک امتی کے نبی ہونے میں کوئی محذور لازم نہیں آتا" پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے شاگرد ہونے اور روحانی فرزند ہونے کے لحاظ سے امتی ہیں۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے استاد کامل ہونے کے لحاظ سے نبی ہیں۔ پھر نبی کے ساتھ امتی کا لفظ حضرت اقدس کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے علاوہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کمالِ فیضان ثابت کرنے کے لئے بھی استعمال ہوا ہے

یعنی ایسا کمالِ فیضان جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی سے ظہور میں نہیں آیا۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے :۔

"ہاں مَیں صرف نبی نہیں بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہوں تا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ اور کمالِ فیضان ثابت ہو" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵)

یہ قوتِ قدسیہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالِ فیضان پر دال ہے آپ کے خاتم النبیین ہونے کی قوتِ قدسیہ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ

"آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ رُوحانی نبی تراش ہے" (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۹۷)

اسی قوتِ قدسیہ سے متعلق حضور آگے تحریر فرماتے ہیں :۔

"یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی"

چنانچہ اسی قوتِ قدسیہ کا نتیجہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں :۔

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی"

(حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۲۸)

پس اولیاء اللہ یا محدثین (ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے ناقص انبیاء) تو امتِ محمدیہ میں بکثرت ہوئے ہیں مگر کامل امتی نبی حقیقۃ الوحی کے بیان مندرجہ بالا کے مطابق تیرہ سو سال میں صرف ایک ہی ہوا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔

پس شیخ صاحب کا یہ کہنا کہ ازالہ اوہام کی عبارت (جس میں حضرت اقدس نے خود کو امتی اور ناقص نبی قرار دیتے ہوئے محدّث قرار دیا ہے۔ ناقل) اور حقیقۃ الوحی کی عبارت میں (جس میں حضرت اقدس نے صرف اپنے ہی وجود کو تیرہ سو سال میں امتی نبی قرار دیا ہے۔ ناقل) میں موفرق نہیں محض غلط بیانی اور مغالطہ ہی ہے کیونکہ حقیقۃ الوحی میں امتی کا لفظ نبوت کی نفی کے لئے استعمال نہیں ہوا بلکہ صرف یہ ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے کہ مقام نبوت پر آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ اور کمالِ فیضان سے فائز ہوئے ہیں۔ ازالہ اوہام میں محدث کو کامل امتی اور ناقص طور پر نبی کہا گیا ہے اور محدثین حضرت اقدس کے نزدیک امتِ محمدیہ میں بکثرت ہوئے ہیں جو امتی بھی ہیں اور ناقص نبی بھی لیکن امتی نبی بہ نبوتِ ظلیہ کاملہ تیرہ سو سال میں صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔

شیخ صاحب کے نزدیک قوتِ قدسیہ اور کمالِ فیضان کی تشریح

شیخ صاحب حمامۃ البشریٰ کی عربی عبارت کا ترجمہ :-

"کتنے ہی کمالات ہیں جو انبیاء میں اصالتاً پائے جاتے ہیں اور ہم کو ان سے افضل اور اعلیٰ حاصل ہوتے ہیں" (صفحہ ۷۷)

درج کرنے کے بعد حقیقۃ الوحی کی عبارت ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی کے بعد کے تشریحی الفاظ :-

"تا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور کمالِ فیضان ثابت ہو"

کی تشریح میں لکھتے ہیں :-

"پس حقیقۃ الوحی کی عبارت "تا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ اور کمالِ فیضان ثابت ہو" کا مطلب صرف اتنا ہی ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم جامع الکمالات ہونے کی وجہ سے اپنے کامل متبع کو اپنے وارث ہونے کی وجہ سے جامع الکمالات بنا سکتے ہیں اور یہ خصوصیت اور فضیلت سابق انبیاء میں سے کسی کو حاصل نہ تھی کیونکہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل کوئی نبی جامع الکمالات نہ تھا پھر وہ اپنے متبعین کو کس طرح جامع الکمالات بنا سکتا تھا۔ اب جبکہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کے نتیجہ میں ایک شخص یعنی سیدنا مسیح موعود وراثتہً وظلاً جامع الکمالات بن گئے تو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ اور کمال فیضان کا واضح ثبوت مل گیا۔ اور یہ حقیقت بالکل عریاں ہو کر سامنے آگئی کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان دیگر انبیاء کے مقابلہ میں اس بلند درجۂ کمال پر پہنچا ہوا ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اس امتی کے وجود میں جو اپنے قلب صافی میں آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا کامل عکس حاصل کر لیتا ہے یہاں تک کہ نبوتِ محمدیہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پوری طرح اس میں جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ تمام انبیائے سابقین کے کمالات کو جمع کرا دیتے ہیں" (روح اسلام صفحہ ۴۶)

تعجب ہے کہ شیخ صاحب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس زبردست قوت قدسیہ کے اعتراف کے باوجود جن کی تاثیر سے امت کے مسیح موعود نے جامع کمالات انبیاء ہو کر بقول شیخ صاحب اپنے قلب صافی میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا کامل عکس حاصل کر لیا یہانتک کہ نبوت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پوری طرح اس (مسیح موعودؑ) میں جلوہ گر ہو گئی، پھر بھی اس جامع الکمالات مسیح موعود کو نبی ماننے کے لئے تیار نہیں بلکہ صرف ایسا مجازی اور لغوی نبی قرار دیتے ہیں جو بقول ان کے دراصل محدث ہی ہوتا ہے اور زمرۂ انبیاء کا فرد نہیں ہوتا حالانکہ محدث بنانے کی قوت قدسیہ تمام انبیائے کرام کو حاصل تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقۃ الوحی میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شانِ خاتم النبیین کی تشریح میں لکھ چکے ہیں:-

"آپ کی توجہ رُوحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی" (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۹۷)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ سے جامع کمالاتِ انبیاء ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ آپ نبی ہیں کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جامع الکمالات ہو کر نبی تراش بھی ہیں۔ اسی لئے آپ نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵ میں سائل کے سوال کے جواب کے آخر میں فرمایا:-

"عزیزو! جبکہ میں نے ثابت کر دیا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور آنے والا مسیح میں ہوں تو اس صورت میں جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے اس کو نصوص حدیثیہ اور قرآنیہ سے

ثابت کرنا چاہیئے کہ آنے والا مسیح کچھ چیز ہی نہیں نہ **نبی** کہلا سکتا ہے نہ **حَکَم**۔ جو کچھ ہے پہلا ہے۔ خدا نے اپنے وعدہ کے موافق مجھے بھیج دیا۔ اب خدا سے لڑو۔ ہاں مَیں صرف نبی نہیں، بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی بھی تا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ اور کمالِ فیضان ثابت ہو"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵)

پس جو شخص حضرت اقدسؑ کو حضرت مسیح ناصری علیہ السلام سے افضل سمجھتا ہے اسے حضرت اقدس کو حَکَم اور نبی ماننا چاہیئے اور جو آپ کو نبی نہیں مانتا اسے یہ کہنے کا بھی حق نہیں کہ مسیح موعود علیہ السلام حضرت مسیح ناصری علیہ السلام سے اپنی تمام شان میں افضل ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۳ پر افضلیت بر مسیح کی بحث میں لکھا ہے :-

"انسانی مراتب پردہ غیب میں ہیں۔ اس بات میں بگڑنا اور منہ بنانا اچھا نہیں۔ کیا جس قادر مطلق نے حضرت عیسے علیہ السلام کو پیدا کیا وہ ایسا ہی ایک اور انسان یا اس سے بہتر پیدا نہیں کر سکتا اگر قرآن شریف کی کسی آیت سے ثابت ہوتا ہے تو پیش کرنی چاہیئے۔ سخت مردود وہ شخص ہوگا جو قرآنی آیت سے انکار کرے"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۳)

حضرت اقدس اس عبارت سے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ قادرِ مطلق خدا

حضرت عیسٰی علیہ السلام جیسا انسان بھی پیدا کر سکتا ہے جو مسیح اور نبی ہو اور اس سے بہتر انسان بھی پیدا کر سکتا ہے جو مسیح اور نبی ہونے کے علاوہ جامع کمالات انبیاء بھی ہو یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے تمام کمالات بھی رکھتا ہو اور ان سے زیادہ کمالات بھی رکھتا ہو، نہ یہ کہ صرف بعض جزوی امور میں مسیح سے بڑھ کر ہو۔

پھر حضرت اقدس اس جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر قرآن مجید سے یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جیسا انسان یا ان سے بہتر انسان پیدا نہیں ہو سکتا تو آپ اپنے تئیں حضرت عیسٰی علیہ السلام سے افضل ہونے کی بجائے اپنا ادنیٰ ہونا تسلیم کر لیں گے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک آیت خاتم النبیین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے امتی کے نبی ہونے میں مانع نہیں بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبی سے بڑا ہونے میں بھی مانع نہیں گویا نبوتِ ظلیہ کاملہ نبوتِ مستقلہ سے کم درجہ کی نہیں ہوتی۔

مصری صاحب کی ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس عبارت پر حضرت اقدس ؑ نے ایک حاشیہ بھی دیا ہے جس میں تحریر فرماتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ کے کاموں کا کوئی انتہا نہیں پا سکتا۔ بنی اسرائیل میں حضرت موسٰے علیہ السلام عظیم الشان نبی گذرے ہیں جن کو خدا تعالےٰ نے توریت دی اور جن کی عظمت اور وجاہت کی وجہ سے بلعم باعور بھی ان کا مقابلہ کر کے تحت الثریٰ میں ڈالا گیا اور کتے کے ساتھ خدا نے اس کی مشابہت دی۔ وہی موسٰے ہے جس کو ایک بادیہ نشین

شخص کے علوم رُوحانیہ کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا۔ اور ان غیبی اسرار کا کچھ پتہ نہ لگا جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (صفحہ ۱۵۳)

یہ حاشیہ صرف اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے دیا گیا ہے کہ بعض اسرارِ غیبیہ کا پتہ ایک نبی کو بھی نہیں ہوتا لیکن ایک غیر نبی کو خدا کی طرف سے ان اسرار کا علم دے دیا جاتا ہے۔ لہٰذا ان اسرار غیبیہ کے کسی پر ظاہر ہونے پر بگڑنا یا منہ بنانا اچھی بات نہیں بلکہ کسی شخص کی طرف سے بعض اسرار و مراتب غیبیہ کے اظہار پر خاموشی ہی بہتر ہوتی ہے تا بعد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ اس عبارت سے حضرت اقدس کا مقصود یہ نہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام جو غیر نبی تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل تھے مگر شیخ مصری صاحب اپنا مطلب سیدھا کرنے کے لئے اس عبارت کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ

”ایک غیر نبی بھی نبی سے افضل ہو سکتا ہے جیسا کہ قرآن کریم خضر کو جو غیر نبی تھا حضرت موسیٰ سے جو ایک عظیم الشان نبی تھے افضل بتلا رہا ہے۔ پس یہ کہنا کہ افضلیت بر نبی ثابت نہیں ہو سکتی اور نہ تسلیم کی جا سکتی ہے جب تک افضل کہلانے والا نبی نہ ہو درست نہ رہا۔ امید ہے کہ اس بات پر سنجیدگی سے غور کیا جائے گا“

(رُوحِ اسلام صفحہ ۱۲)

شیخ صاحب! آپ پر واضح ہو کہ قرآن کریم نے تو حضرت خضر علیہ السلام

کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہرگز افضل نہیں کہا۔ لیکن اگر اس واقعہ سے حضرت خضر کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بعض جزوی امور میں افضل ہونے کا استنباط بھی کیا جائے تو یہ کہنا تو ہرگز درست نہ ہوگا کہ حضرت خضر علیہ السلام اپنی تمام شان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت بڑھ کر تھے۔ وہ صرف ان بعض امور کے حصول میں حضرت موسیٰؑ سے جزوی طور پر افضل قرار پا سکتے ہیں جن کا علم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہیں دیا گیا تھا۔ مگر حضرت اقدس کا دعوٰے تو یہ ہے کہ آپ اپنی تمام شان میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے بہت بڑھ کر ہیں اور یہ عقیدہ آپ نے جزئی فضیلت کے عقیدہ کو جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے ترک کرنے کے بعد اختیار کیا ہے اور خود اس عقیدہ کو پہلے عقیدہ سے متناقض قرار دیا ہے۔ پس حضرت خضر علیہ السلام سے متعلقہ عبارت کو اس بات کے ثبوت میں پیش کرنے کا کسی کو حق نہیں کہ ایسی جزئی فضیلت کے عقیدہ پر قائم نہ رہنے کے بعد بھی حضرت اقدسؑ نے اپنی ایسی جزئی فضیلت کے ثابت کرنے کے لئے اس واقعہ کو پیش کیا ہو جو ایک غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ الحمد للہ کہ مَیں نے شیخ مصری صاحب کے لئے اپنی طرف سے تمام اوہام دُور کرنے کی کوشش کی ہے۔ پس اگر وہ اور اُن کے ہوا خواہ خدا کا خوف دل میں رکھ کر سنجیدگی سے میرے اس مضمون کا مطالعہ کریں گے تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کی صحیح راہنمائی فرمائے گا

وما توفیقی الا باللہ وھو نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

شیخ مصری صاحب کی نامناسب گُفتار

شیخ مصری صاحب نے حضرت اقدسؑ

کی شان کے خلاف ایک نامناسب بات لکھی ہے چنانچہ وہ حضرت اقدس کی ایک عبارت کو حقیقۃ الوحی سے بطور اقتباس پیش کرنے سے پہلے اس میں اپنی طرف سے یہ عبارت اقتباس کی علامت " " ڈال کر بڑھاتے ہیں کہ

"میں نے محض الہام کی بنا پر ہی حیات مسیح کے عقیدہ کو نہیں چھوڑا بلکہ"

اس کے بعد حضرت اقدس کی ذیل کی عبارت اوپر کی عبارت کے ساتھ ملا کر پیش کرتے ہیں

"اپنی وحی کو قرآن شریف پر عرض کیا تو آیات قطعیۃ الدلالت سے ثابت ہوا کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور آخری خلیفہ مسیح موعود کے نام پر اسی امت میں سے آئے گا اور جیسا کہ جب دن چڑھ جاتا ہے تو کوئی تاریکی باقی نہیں رہتی۔ اسی طرح صدہا نشانوں اور آسمانی شہادتوں سے اور قرآن شریف کی قطعیۃ الدلالت آیات اور نصوص صریحہ حدیثیہ نے مجھے اس بات کے لئے مجبور کر دیا کہ میں اپنے تئیں مسیح موعود مان لوں" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹)

پھر شیخ صاحب اس محرف عبارت کو پیش کرنے کے بعد یہ نامناسب الفاظ لکھتے ہیں:-

"صاف ظاہر ہے کہ اگر قرآن کریم کی آیات آپ کے الہام کی تصدیق نہ کرتیں اور احادیث صریحہ اس کی موید نہ ہوتیں تو باوجود نشانوں کے بھی آپ اپنے الہام کو خدا کا الہام ہرگز باور نہ کرتے۔ قرآن کریم اور احادیث سے حضور کو تائید ملی تو حضور نے اپنے الہام کو من جانب اللہ باور کیا۔ آپ غور فرمائیں گے تو آپ پر یہی ایک بات اس حقیقت کو اظہر من الشمس کر دے گی کہ حضور زمرہ انبیاء کے فرد نہ تھے۔ بلکہ

زمرۂ اولیاء کے ہی فرد تھے۔ کیونکہ کوئی نبی اپنی وحی کو سچا اور یقینی سمجھنے
کے بارے میں کسی دوسرے نبی کا محتاج نہیں ہوتا لیکن حضور اپنی وحی
کو سچا اور یقینی سمجھنے میں اپنے آپ کو پہلے نبی کی وحی کی تصدیق کے
محتاج سمجھ رہے ہیں اور یہ بات نبوت کے منافی ہے کہ ایک شخص
نبی ہو اور وہ اس وقت اپنی وحی کو خدا کی طرف سے یقین نہ کرے
جب تک کہ پہلے نبی کی وحی اس کے سچا ہونے کی تصدیق نہ کر دے
بہر حال اس سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ جب تک حضور کی وحی کی تصدیق
قرآن کریم اور احادیث صریحہ سے دستیاب نہ ہو اس وقت دوسرے کیا۔ حضور
خود بھی اس پر اعتماد نہیں کر سکتے" (روح اسلام صفحہ ۱۱)

شیخ صاحب کے یہ الفاظ سخت نامناسب ہیں۔ گو حضرت اقدس حیاتِ
مسیح کے قائل ہونے کے زمانے میں اپنے آپ کو مسیح موعود اور نبی نہیں سمجھتے تھے
اور وفاتِ مسیح اور اپنے مسیح موعود ہونے کے بارہ میں جب آپ پر الہام ہوا تو
آپ نے اسے قرآن و حدیث پر بھی عرض کیا۔ لیکن قرآن و حدیث پر اس الہام
کو عرض کرنے سے مصری صاحب کا یہ نتیجہ نکالنا کہ حضور اپنے الہام کے متعلق شک
میں تھے اور اسے اس وقت تک باور نہیں کیا جب تک قرآن و حدیث پر اسے
پیش کر کے شک دُور نہ ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے بیان
کے صریح خلاف ہے۔ افسوس ہے کہ شیخ مصری صاحب نے حضور کے بیان
کا پہلا حصہ دانستہ ترک کر دیا ہے جو ان کی اس نامناسب گفتار کے صریح خلاف
ہے۔ حضور تحریر فرماتے ہیں :-

"اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی۔ مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسےٰؑ آسمان پر سے نازل ہوں گے اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا (یعنی وحی کو تو قبول کیا۔ اس میں شک نہیں کیا۔ ناقل) بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ لیکن بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے اور زمین و آسمان دونو میری تصدیق کے لئے کھڑے ہو گئے اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا جو میں نے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدس کو بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہونے پر کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے۔ اس وحی میں شک و تردّد پیدا نہیں ہوا تھا بلکہ اس وحی کے ساتھ خدا کے جو چمکتے ہوئے نشانات زمین و آسمان میں آپ کی تصدیق کے لئے ظاہر ہوئے۔ اُن سے آپ کو کامل یقین حاصل ہو گیا کہ آپ ہی مسیح موعود ہیں۔ ہاں اس کے بعد آپ نے اس وحی کو قرآن و حدیث پر عرض کرنے کا ذکر فرمایا ہے مگر اس کا عرض کرنا اپنی وحی کے سچا ہونے کے بارے میں اپنا کوئی شک

دُور کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ آپ نے وفات مسیح کے عقیدہ اور اپنے مسیح موعود ہونے کے بارے میں قرآن وحدیث سے اپنی اس وحی کی تائید حاصل کرنا چاہی۔ پس حضرت اقدس کو اس وحی کے منجانب اللہ ہونے کے بارے میں ایک لحظہ کے لئے بھی تردّد اور شک پیدا نہیں ہوا تھا۔ حضورؑ "ایک غلطی کا ازالہ" میں خود تحریر فرماتے ہیں:۔

"مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افتراء کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھُلی کھُلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی جس کی سچّائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھُل گئی ہے اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسٰیؑ اور حضرت عیسٰیؑ اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔ میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی۔ اس طرح پر میرے لئے آسمان بھی بولا اور زمین بھی کہ میں خلیفۃ اللہ ہوں"

(ایک غلطی کا ازالہ)

اسی طرح تجلیات الٰہیہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ مکالمہ الٰہیہ جو مجھ سے ہوتا ہے یقینی ہے۔ اگر میں ایک دم کے لئے بھی اس میں شک کروں تو کافر ہو جاؤں اور میری آخرت تباہ ہو جائے۔ وہ کلام جو میرے پر نازل ہوا یقینی اور قطعی ہے اور جیسا کہ

آفتاب اور اس کی روشنی کو دیکھ کر کوئی شک نہیں کر سکتا کہ یہ آفتاب اور یہ اس کی روشنی ہے۔ ایسا ہی مَیں اس کلام میں بھی شک نہیں کر سکتا جو خدا تعالےٰ کی طرف سے میرے پر نازل ہوتا ہے اور مَیں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا کی کتاب پر۔ یہ تو ممکن ہے کہ کلامِ الٰہی کے معنی کرنے میں بعض مواضع میں ایک وقت تک مجھ سے خطا ہو جائے مگر یہ ممکن نہیں کہ مَیں شک کروں کہ وہ خدا کا کلام نہیں"

(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۶-۲۷)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں :-

"پس وہ خدا کا کلام جو میرے پر نازل ہوتا ہے ایک خارقِ عادت کیفیت اپنے اندر رکھتا ہے اور اپنی نورانی شعاعوں سے اپنا چہرہ دکھلاتا ہے۔ وہ فولادی میخ کی طرح دل میں دھنس جاتا ہے اور اپنی رُوحانی قوتوں کے ساتھ مجھے پُر کر دیتا ہے۔ وہ لذیذ اور فصیح اور راحت بخش ہے اور ایک الٰہی ہیبت اپنے اندر رکھتا ہے اور غیب کے بیان کرنے میں بخیل نہیں بلکہ غیب کی نہریں اس میں چل رہی ہیں۔"

(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۷)

پھر حضور اپنے آخری خط مندرجہ اخبار "عام" میں تحریر فرماتے ہیں :-

"مَیں خدا کے حکم کے مطابق نبی ہوں۔ اگر مَیں اس میں شک کروں تو یہ میرا گناہ ہوگا"

پس حضرت اقدس کا اپنی وحی کو قرآن شریف پر عرض کرنا اس لئے نہ تھا

کہ آپ کو اس وحی کے منجانب اللہ ہونے کے بارے میں اس وقت کوئی شک و تردد پیدا ہوا تھا یا آپ کو اس کے منجانب اللہ ہونے کے بارہ میں اعتماد نہ تھا۔ شیخ مصری صاحب کا اس وحی کو قرآن شریف پر عرض کرنے سے اس کے متعلق شک اور عدم اعتماد کا نتیجہ نکالنا حضرت اقدس کی شان میں گستاخی نہیں تو کیا ہے؟

شیخ صاحب! چونکہ اس وحی کی آپ نے مسلمانوں میں تبلیغ کرنا تھی اس لئے آپ نے اس کی تائید قرآن و حدیث سے حاصل کرنے کے لئے اسے قرآن و حدیث پر عرض کیا تھا تا یہ وحی قرآن و حدیث سے تصدیق یافتہ ہو کر مسلمانوں کے لئے حجت ہو سکے۔ پھر جب آپ کو بارش کی طرح وحی الٰہی سے صریح طور پر نبی کے خطاب پانے کا علم ہو گیا تو آپ نے اپنے اس الہام

"مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے"

کا مفہوم خوب سمجھ لیا اور صاف اعلان فرما دیا کہ

"خدا نے اس امت میں مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے"

حالانکہ قرآن مجید میں کوئی ایسی واضح اور صریح نص موجود نہ تھی کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہوگا۔ صرف اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (مزمل: ۱۶) اور آیت وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (سورۃ النور آیت ۵۶ رکوع ۷) سے یہ استنباط ہو سکتا تھا کہ جب مثیلِ موسےٰ یعنی

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید خاتم النبیین قرار دینے کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ٹھہراتا ہے تو مسیح محمدی کو بھی مسیح موسوی سے افضل ہونا چاہیئے تا دونوں سلسلوں موسوی اور محمدی میں تکمیل مشابہت متحقق ہو جائے۔ تذکرۃ الشہادتین میں آخری خلیفہ کے نبی کا نام پانے کو حضرت اقدس علیہ السلام نے سلسلہ محمدیہ کی سلسلہ موسویہ سے تکمیل مشابہت کا موجب ٹھہرایا ہے کیونکہ جب سلسلہ محمدیہ کے اوّل نبی کی موسیٰ علیہ السلام سے مشابہت تامہ اور سلسلہ موسویہ کے آخری خلیفہ سے سلسلہ محمدیہ کے آخری خلیفہ کی مشابہت تامہ متحقق ہو جائے تو سلسلہ محمدیہ کی سلسلہ موسویہ سے تکمیل مشابہت ہو جاتی ہے۔ پس جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مشابہت تامہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ظلیت کاملہ کی وجہ سے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام سے مشابہت تامہ رکھتے ہیں۔ اور چونکہ سلسلہ محمدیہ کا اوّل نبی سلسلہ موسویہ کے اوّل نبی سے مشابہت تامہ رکھنے کے ساتھ موسیٰ سے افضل بھی ہے اسی طرح سلسلہ محمدیہ کا آخری خلیفہ جو امتی نبی بھی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مشابہت تامہ رکھنے کے ساتھ ہی ان سے افضل بھی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ سلسلہ محمدیہ سلسلہ موسویہ سے شان میں ہزار ہا درجہ بڑھ کر ہے جیسا کہ حضورؑ نے کشتی نوح میں فرمایا ہے:۔

"اب محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کے قائمقام ہے مگر شان

ہیں ہزار ہا درجہ بڑھ کر۔ مثیلِ موسٰے موسٰے سے بڑھ کر اور مثیلِ

ابنِ مریم، ابنِ مریم سے بڑھ کر"

(کشتی نوح صفحہ ۲۰۔ ایڈیشن الشرکۃ الاسلامیہ)

حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

"اے غافلو! تلاش تو کرو۔ شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی

نبی قائم ہو گیا ہے" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۱۰-۱۱)

مگر وائے قسمت کہ شیخ مصری صاحب اس نبی کو نبی نہیں سمجھتے۔ فاعتبروا

یا اولی الابصار۔

شیخ مصری صاحب کی دوسری نامناسب گفتار

شیخ مصری صاحب نے حضرت اقدس کی شان میں ایک اور نامناسب بات بھی لکھی ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہم لوگ علیٰ وجہ البصیرت یہ سمجھتے ہیں کہ حضرتِ اقدس نے حضرت مسیح علیہ السلام پر جزئی فضیلت کے عقیدہ میں تبدیلی خدا تعالےٰ کی متواتر وحی سے صریح طور پر نبی کا خطاب پانے کے متعلق انکشاف ہو جانے پر کی ہے مگر شیخ مصری صاحب ہمارے اس خیال کے خلاف لکھتے ہیں:۔

"حضور نے اپنی کسی تحریر میں اس قسم کے انکشاف کا قطعاً ذکر

نہیں کیا۔ اس لئے اس خیال کے متعلق دو امر وضاحت طلب ہیں۔

اوّل تو یہ کہ حضور نے صاف لفظوں میں فرمایا ہے کہ جب تک

صریح الفاظ میں خدا کا الہام نہ ہو، آپ مسلمانوں میں مروجہ

عقیدہ کو چھوڑ نہیں سکتے۔ اس لئے ہمارے احبابِ کرام کو اپنے
مزعومہ انکشاف کے متعلق حضور کا صریح الہام پیش کرنا چاہیئے ٹھیک
اسی طرح جس طرح کے افضل ہونے کے متعلق صریح الہام (مسیح
محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے۔ ناقل) آپ کی خدمت میں پیش
کیا گیا ہے" (رُوحِ اسلام صفحہ ۱۱)

الجواب یہ درست ہے کہ حضرت اقدس مسلمانوں کے مروّجہ عقیدہ کو بغیر صریح الہام کے نہیں چھوڑتے تھے اس لئے حضور نے حضرت عیسٰے علیہ السلام پر اپنی جزئی فضیلت کے عقیدہ کو صریح الہام کی بنا پر ہی چھوڑا ہے مگر حضرت اقدس جس الہام کی بنا پر جزئی فضیلت بر مسیح کے عقیدہ کو چھوڑنے کا ذکر فرما رہے ہیں وہ "مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے" کا الہام ہی نہیں بلکہ زیر بحث عبارت میں آپ بتاتے ہیں کہ بارش کی طرح وحی الٰہی سے صریح طور پر نبی کا خطاب پانے پر آپ نے جزئی فضیلت بر مسیح کا عقیدہ ترک کیا ہے گویا وحی الٰہی سے اگر صریح طور پر نبی کا خطاب کا پانا آپ پر منکشف نہ ہو جاتا تو آپ اپنے جزئی فضیلت کے عقیدہ میں تبدیلی نہ فرماتے کیونکہ اپنی فضیلت کے متعلق الہامات تو آپ پر پہلے بھی نازل ہوتے تھے جن کی آپ یہ تاویل کر لیتے تھے کہ ان میں جزئی فضیلت مراد ہے۔ اسی طرح "مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے" کے الہام کی بھی آپ یہی تاویل فرما سکتے تھے کہ میں نبی نہیں ہوں اور حضرت مسیح پر صرف جزئی فضیلت رکھتا ہوں جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے مگر حضرت اقدس نے اس الہام کی یہ تاویل اس لئے نہیں کی کہ آپ پر بارش کی طرح وحی الٰہی سے صریح طور پر نبی کا خطاب

پانا منکشف ہو گیا تھا۔ اس بات کے ثبوت میں کہ حضرت اقدس پر صریح طور پر نبی کہلانے کے متعلق انکشاف جدید ہوا تھا خود حقیقۃ الوحی کی یہ عبارت نص صریح ہے کہ

"اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں جو خدا تعالےٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹-۱۵۰)

اور آگے چل کر لکھتے ہیں :-

"جب تک مجھے اس کی طرف سے علم نہ ہوا میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے کہا (یعنی یہ کہ میں نبی نہیں اور میری فضیلت حضرت مسیح پر جزئی ہے جو ایک غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ ناقل) اور جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہوا (یعنی صریح طور پر نبی ہونے کا۔ ناقل) تو میں نے اس کے مخالف کہا (یعنی اپنے آپ کو نبی سمجھنے کی وجہ سے جزئی فضیلت کے مخالف یہ کہا کہ خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام

شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ ناقل) میں انسان ہوں۔ مجھے عالم الغیب
ہونے کا دعویٰ نہیں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

پس اپنی نبوت کے متعلق وحی الٰہی سے انکشاف جدید کا ہونا تو ان
عبارتوں سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے مگر شیخ صاحب اس عبارت کو
از راہِ تحکم انکشاف پر مشتمل نہیں سمجھتے اور ہم سے وہ الہام دریافت کرتے
ہیں جس میں صریح طور پر نبی کا خطاب دیا گیا۔ یہ مطالبہ ایک غیر احمدی تو کر
سکتا ہے جو حضرت اقدس کو اپنے بیانات میں صادق نہ سمجھتا ہو مگر ایک
احمدی کی طرف سے جو حضرت اقدس کو راست باز سمجھتا ہے ہم سے یہ مطالبہ
کرنے کا حق نہیں۔ بارش کی طرح وحی الٰہی سے صریح طور پر نبی کا خطاب
پانے کا حضرت اقدس نے ذکر کیا ہے۔ اگر حضور نے بالفرض اس وحی کو
کسی جگہ ریکارڈ نہ کیا ہو جس میں خدا تعالیٰ نے آپ کو اُس زمانہ میں بار بار
نبی کہا تو اس سے ایک احمدی کو تو حضرت اقدس علیہ السلام کے ذیل کے
بیان میں شک نہیں ہونا چاہیئے:۔

"مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل
ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا (یعنی غیر نبی
ہونے اور حضرت مسیح پر جزئی فضیلت رکھنے کے عقیدہ پر۔ ناقل)
اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

اس سے ظاہر ہے کہ حضور کو فی الواقع متواتر وحی کے ذریعہ اپنے نبی ہونے
کا خدا تعالیٰ کی طرف سے یقین دلایا گیا۔ متواتر وحی کا بار بار "نبی۔ نبی۔ نبی"

لکھ کر حضرت اقدس کے لئے شائع کرنا ضروری نہ تھا۔ صرف لوگوں کو یہ بتا دینا کافی تھا کہ بعد میں بارش کی طرح وحی الٰہی میں آپ کو نبی کا خطاب دیا گیا ہے چنانچہ حقیقۃ الوحی سے پہلے آپ نے اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں لکھ دیا:-

"ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں بلکہ اس وقت تو پہلے زمانہ کی نسبت بھی بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ۱۹۰۱ء سے آپ کو خدا تعالےٰ کی طرف سے الہامات میں پہلے زمانہ کی نسبت بہت تصریح اور توضیح سے نبی اور رسول کہا گیا تھا۔ اسی تصریح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت اقدسؑ نے حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے:-

"مگر بعد میں جو خدا تعالےٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

بابو شاہ دین صاحب کا خط

شیخ صاحب نے اپنے مضمون کے صفحہ ۱۵ پر بابو شاہ دین صاحب کا ایک خط "ایک غلطی کا ازالہ" والے اشتہار کے متعلق اس مضمون کا پیش کیا ہے کہ

"میاں حسین بخش ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے دریافت کرنے پر کہ سُنا ہے مرزا صاحب نے اپنا نیا دعویٰ پیش کیا ہے مَیں نے عرض کیا کہ کوئی نیا دعویٰ نہیں۔ وہی دعاوی ہیں جو ابتدا سے تھے۔ انہوں نے کہا مَیں نے سُنا ہے ایک جدید اشتہار میں صاف طور پر نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ مَیں نے جواب دیا کہ آپ وہ اشتہار دیکھ سکتے ہیں۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں۔ چنانچہ ان کی درخواست پر میاں محمد یوسف صاحب گھر سے اشتہار بعنوان "ایک غلطی کا ازالہ" لے آئے اور بڑی متانت اور سنجیدگی سے پڑھ کر سنایا جس سے سامعین کے دل پر بہت اثر ہوا۔ مگر میاں صاحب کی سمجھ میں بروز کا مسئلہ نہ آیا"

شیخ صاحب کا مغالطہ

شیخ مصری صاحب اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ چونکہ حضرت اقدسؑ نے اسے "الحکم" میں شائع کرا دیا۔ کیا حضور کا یہ فعل کھلے طور پر اس خیال کی تردید نہیں کرتا کہ حضور نے اسلامی اصطلاح میں نبوت کی جو تعریف کی ہوئی ہے اسے اپنے اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں تبدیل کر دیا ہے اور یہ کہ اشتہار میں محدثیت کو چھوڑ کر نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے۔

مغالطہ کا جواب بابو شاہدین صاحب کا یہ لکھنا ایک لحاظ سے صحیح تھا کہ حضرت اقدس نے "ایک غلطی کا ازالہ" میں کوئی نیا دعویٰ نہیں کیا۔ وہی دعاوی ہیں جو ابتدا میں تھے۔ کیونکہ حضرت اقدس علیہ السلام نے "ایک غلطی کا ازالہ" میں یہ بھی لکھا تھا کہ

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی نئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے"

(ایک غلطی کا ازالہ)

اس عبارت کے لحاظ سے بابو شاہدین صاحب کو یہ کہنے کا حق تھا کہ حضرت اقدس نے کوئی نیا دعویٰ نہیں کیا بلکہ وہی دعاوی ہیں جو ابتدا میں تھے۔ یہ قول بابو صاحب کا معنوی لحاظ سے ہے کہ آپ نے کوئی نیا دعویٰ نہیں کیا۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ حضرت اقدس ابتدائے دعوے سے اپنے آپ کو ان معنوں میں نبی اور رسول قرار دیتے رہے ہیں گو اصطلاحی معنوں کے مطابق حضور نبی اور رسول ہونے سے انکار کرتے رہے ہیں۔

کیونکہ ان اصطلاحی معنوں میں شریعت لانے والے اور مستقل رسولوں کو ملحوظ رکھ کر نبی کی تعریف کی گئی تھی۔ ہاں یہ بات مصری صاحب کی غلط ہے کہ حضرت اقدس نے "ایک غلطی کا ازالہ" لکھنے کے وقت بھی اپنی نبوت سے مراد محدثیت ہی لی ہے۔ کیونکہ حضور اسی اشتہار میں نبی کے یہ معنی لکھتے ہیں:۔

"جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہوں گے بالضرورت اس پر مطابق آیت لَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا"

اور آگے چل کر لکھا ہے:۔

"اگر بروزی معنوں کے رو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسول نہیں ہو سکتا تو پھر اس کے کیا معنی ہیں کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ ان معنوں کے رو سے مجھے نبوت اور رسالت سے انکار نہیں ہے۔ اسی لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا گیا۔ اگر خدا تعالےٰ کی طرف سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں۔ مگر نبوت کے معنی اظہارِ امرِ غیب ہیں"

(ایک غلطی کا ازالہ)

اس عبارت میں حضرت اقدس نے محدّث کے نام سے پکارا جانے کو رد کرتے ہیں اور اس سے انکار کرتے ہیں اور نبی کے نام سے پکارا جانا از روئے آیت قرآنیہ و لغت عربی ضروری سمجھتے ہیں۔ پس مصری صاحب کا بابو شاہدین صاحب کے خط سے جس میں محدثیت کا کوئی ذکر نہیں بلکہ صرف بروزی نبوت کا ذکر ہے اس کے حضرت اقدس کے حکم سے شائع کئے جانے پر یہ نتیجہ نکالنا کہ "ایک غلطی کا ازالہ" لکھنے کے وقت حضور نے اپنی نبوت سے محدثیت ہی مراد لی ہے محض ایک وہم ہے جو مندرجہ بالا عبارت النص کے صریح خلاف ہے جس میں حضور نے محدّث کے نام سے پکارا جانے کو درست قرار نہیں دیا اور از روئے قرآن و لغتِ عربی آپ کا نبی کے نام سے پکارا جانا ہی ضروری سمجھا ہے۔

رہی یہ بات کہ شیخ صاحب نے یہ لکھا ہے کہ اسلامی اصطلاح میں غلطی کے ازالہ کے وقت آپ نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔ سو ان کی یہ بات بھی درست نہیں کیونکہ "ایک غلطی کا ازالہ" کے حاشیہ میں حضور نے صاف لکھا ہے:۔

"ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے۔ پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کے رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے"

اس عبارت میں صاف بتا دیا گیا ہے کہ انبیاء سابقین بھی شریعت یا احکام جدیدہ لانے کی وجہ سے یا غیر امتی ہونے کی وجہ سے نبی نہیں کہلائے۔

بلکہ ان نبوتوں اور پیشگوئیوں کی وجہ سے نبی کہلائے ہیں جن کے اس امت میں ملنے کا وعدہ ہے۔ یہ بات اصطلاحی تعریفِ نبوت میں ترمیم کا روشن ثبوت ہے کیونکہ اسی وجہ سے ہی جس وجہ سے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نبی کہلاتے رہے آپ اپنے آپ کو نبی قرار دیتے ہیں۔

پس حسب منطوق آیت لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ مصفّٰی غیب کا پانا یعنی بکثرت عظیم الشان امورِ غیبیہ پر اطلاع دیا جانا ہی وہ نبوت ہے جس کے رُو سے تشریعی اور غیر تشریعی مستقل انبیاء نبی کہلاتے رہے ہیں اور اسی نبوت کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ظلّی نبوت کاملہ کے ساتھ نبی کہلانے کے مستحق ہیں۔ لہذا یہی امرِ نبوتِ مطلقہ ہے جس کی وجہ سے تمام انبیاء کرام زمرۂ انبیاء کے فرد ہیں اور اسی نبوت مطلقہ کو پانے کی بناء پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام زمرۂ انبیاء کا فرد ہیں۔

شیخ صاحب کے ایک شُبہ کا ازالہ

شیخ مصری صاحب لکھتے ہیں :-

"ہمارے بھائیوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حضور نے "تریاق القلوب" میں کمالاتِ نبوت حاصل کرنے کا اقرار کرنے کے باوجود اپنے آپ کو غیر نبی کہا ہے اور کمالاتِ نبوت حاصل کرنے پر قرآن کریم کی آیت مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا ؕ کو ہی پیش کیا ہے

اور کبھی بھی اس آیت سے اس کے خلاف نبوت کے اجراء پر استدلال نہیں کیا"

الجواب شیخ صاحب پر واضح ہو کہ کمالاتِ نبوت جن کے حاصل کرنے پر حضرت اقدس نے تریاق القلوب میں آیت کریمہ مندرجہ بالا سے استدلال فرمایا ہے ان کمالات میں خود نبوت بھی داخل ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام "ایک غلطی کا ازالہ" میں آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں :-

"اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی کے باپ ہونے کی نفی کی ہے لیکن بروز کی خبر دی ہے۔ اگر بروز صحیح نہ ہوتا تو پھر آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ میں اس موعود کے رفیق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیوں ٹھہرتے اور نفیٔ بروز سے اس آیت کی تکذیب لازم آتی ہے۔ جسمانی خیال کے لوگوں نے کبھی اس موعود کو حسنؓ کی اولاد بنایا اور کبھی حسینؓ کی اور کبھی عباسؓ کی لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ مقصود تھا کہ وہ فرزندوں کی طرح اس کا وارث ہوگا۔ اس کے نام کا وارث، اس کے خلق کا وارث، اس کے علم کا وارث، اس کی روحانیت کا وارث، اور ہر ایک پہلو سے اپنے اندر اس کی تصویر دکھلائے گا اور وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ سب کچھ اس سے لے گا اور اس میں فنا ہو کر اس کے چہرے کو دکھائے گا پس جیسا کہ ظلی طور پر اس کا نام لے گا، اس کا خلق لے گا، اس کا

علم لیگا۔ ایسا ہی اس کا نبی لقب بھی لے گا کیونکہ بروزی تصویر پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنے اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہو۔ پس چونکہ نبوت بھی نبی میں ایک کمال ہے اس لئے ضروری ہے کہ تصویر بروزی میں وہ کمال بھی نمودار ہو"

پس تریاق القلوب میں حضور کی مراد آیت کریمہ کے الفاظ مَعَ النَّبِیّٖنَ سے کمالِ نبوت تھی اور اس کمال نبوت میں ہی آپ کی نبوت بھی داخل تھی۔ گو اس وقت آپ اپنی نبوت کو محدثیت قرار دیتے تھے۔ مگر تبدیلی عقیدہ کے بعد آپ نے محض محدث کہلانے کی تردید فرما دی ہے۔ چنانچہ "ایک غلطی کا ازالہ" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں، تحدیث کے معنیٰ کسی لغت کی کتاب میں اظہارِ غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنیٰ اظہار امر غیب ہے"

اسی جگہ حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے (یہ بات مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ الآیۃ کی روشنی میں ہی بیان فرما رہے ہیں۔ ناقل) پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کے رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول

ہونے کے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ آیت
لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ
سے ظاہر ہے۔ پس مصفیٰ غیب پانے کے لئے نبی ہونا ضروری ہوا۔
اور آیت اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ (جس کی تفسیر میں مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ
الرَّسُوْلَ کی آیت ہے۔ ناقل) گواہی دیتی ہے کہ اس مصفیٰ غیب سے
یہ امت محروم نہیں اور مصفیٰ غیب حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت
کو چاہتا ہے اور وہ طریق براہِ راست بند ہے اس لئے ماننا پڑتا ہے
کہ اس موہبت (نبوت و رسالت۔ ناقل) کے لئے محض بروز ظلیت
اور فنافی الرسول کا دروازہ کھلا ہے"

اسی طرح کشتی نوح میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"بجز قرآن کس کتاب نے اپنی ابتدا میں ہی اپنے پڑھنے والوں کو یہ دعا
سکھلائی اور یہ امید دی کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ
الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ (آیت مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ
اس آیت کی تفسیر ہے۔ ناقل) یعنی ہمیں اپنی ان نعمتوں کی راہ دکھلا جو
پہلوں کو دکھلائی گئی جو نبی اور رسول اور صدیق اور شہید اور صالح تھے۔ پس اپنی
ہمتیں بلند کر لو اور قرآن کی دعوت کو رد مت کرو کہ وہ تمہیں وہ نعمتیں
دینا چاہتا ہے جو پہلوں کو دی تھیں" (کشتی نوح صفحہ ۲۵ ایڈیشن اول)

پھر آیت اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کی روشنی میں ہی "لیکچر سیالکوٹ" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"پس ضروری ہوا کہ تمہیں یقین اور محبت کے مرتبہ پر پہنچانے کے لئے

خدا کے انبیاء وقتاً بعد وقتٍ آتے رہیں جن سے تم وہ نعمتیں پاؤ"
(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۴۲)

پھر اپنی شان میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے راہوں کی پیروی نہ کرتا" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۲)

اور غافلوں کو مخاطب کر کے تحریر فرماتے ہیں :۔

"اے غافلو! تلاش تو کرو شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہو گیا ہے" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۱۰-۱۱)

یہ نبی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ہیں جنہیں شیخ عبدالرحمٰن صاحب نے اپنے مضمون میں غیر نبی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے حالانکہ مسیح موعود اپنی اس نبوت کے ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں :۔

"خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے" (ریویو جلد اول صفحہ ۲۵۷)

پس جو مسیح موعود نبی بھی ہے اور مسیح ابن مریم سے اپنی تمام شان میں افضل بھی اسے غیر نبی ثابت کرنے کی کوشش محض تحکم کی راہ ہے اور خدا تعالیٰ کے حَکَم مسیح موعود پر خود حَکَم بننے کے مترادف ہے۔

ظاہر ہے کہ چونکہ حضرت اقدس نبی بھی ہیں اور حضرت مسیح ابن مریم سے اپنی تمام شان میں افضل بھی ہیں اس لئے آپ زمرۂ انبیاء کے فرد ہیں۔ اگر آپ زمرۂ انبیاء کا فرد نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ کہہ کر مخاطب نہ کرتا۔

اولیاء اللہ نے تو زمرۂ انبیاء کے فرد محدثین کو بھی قرار دیا ہے جنہیں خدا نے نبی نہیں کہا۔ مثلاً حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ حضرت ابوبکرؓ اور عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں تحریر فرماتے ہیں :-

"ایں ہر دو بزرگوار از بزرگی و کلانی در انبیاء معدود اند و بکمال ایشاں محفوف" (مکتوبات جلد اوّل صفحہ ۲۵۱ مکتوب ۲۵۱)

یعنی یہ دو تو بزرگوار اپنی بزرگی اور عظمت کی وجہ سے انبیاء میں شمار ہوتے ہیں اور ان کے کمالات کے جامع ہیں۔ لہٰذا مسیح موعود علیہ السلام جنہیں خدا تعالیٰ نے بھی نبی و رسول کہا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی نبی اللہ قرار دیا ہے بدرجہ اولیٰ زمرہ انبیاء کے فرد ہیں۔

مَیں خدا کے فضل سے ثابت کر چکا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فضیلت بر مسیح کے عقیدہ میں تبدیلی نبوت کے عقیدہ میں تبدیلی کی فرع ہے اور شیخ عبدالرحمن صاحب کا نظریہ درست نہیں۔

مَیں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ شیخ صاحب اور ان کے ہمخیالوں کو سنجیدگی اور غور سے میری کتاب کے مطالعہ کی توفیق دے اور ہم سب کو صراط مستقیم پر چلائے۔

اللّٰھم اٰمین و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ ربّ العالمین ؎

الناشر: مہتمم نشر و اشاعت نظارت اصلاح و ارشاد صدر انجمن احمدیہ ربوہ

کتابت: شاہ محمد عفی اللہ عنہ

ضیاء الاسلام پریس ربوہ